بسم الله الرحمن الرحيم

اقدارِ فاطمیہ سلام اللہ علیہا

نام کتاب: **اقدار فاطمیہ** سلام اللہ علیہا

مؤلف: **سید جواد نقوی**

ترتیب: **مرکز تحقیقات اسلامی بعثت**

ناشر: **متاب پبلی کیشنز**

اشاعت: اول، جمادی الثانی ۱۴۴۲ھ (جنوری ۲۰۲۱)

تعداد: **۱۰۰۰**

عرضِ ناشر

ارضِ مقدس پاکستان اس لحاظ سے ان خوش قسمت خطوں میں سے ہے جو اہلِ بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں عقیدت ومحبت کے جذبات سے لبریز ہے اور یہاں کی اکثریتی آبادی الحمدللہ خود کو غلامانِ اہلبیت علیہم السلام کہلانے پر فخر محسوس کرتی ہے۔ یہ جذبہ اور عقیدت اس قوم کا اثاثہ ہے اور اسے ہر قیمت پر قائم رہنا چاہئے لیکن اہلِ بیت علیہم السلام سے متعلق صرف عقیدت ومحبت کے جذبات پر اکتفا کر لینے سے ان شخصیات کا حق ادا نہیں ہوتا اور ہماری نجات کا سامان بھی نہیں ہوتا۔ اہل بیتِ اطہار علیہم السلام پُر نور روشن آفتاب ہیں جن کی دکھائی ہوئی روشنی میں انسان نے ہدایت اور کمال کا سفر طے کرنا ہے۔ اگر ہم اس آفتابِ ہدایت کو دیکھتے رہیں، تعریف کرتے رہیں اور ان کے قصیدے پڑھتے رہیں تو یہ ہماری محبت کا اظہار تو تصور ہوگا لیکن اس روشنی میں اگر سفر نہ کیا، قدم نہ اٹھایا اور ان کی اتباع میں ہدایت اور کمال کی منازل طے نہ کیں تو کیا حق ادا ہو جائے گا؟ کیا سفر پر قیام کو ترجیح دینے سے منزل کا حصول ممکن ہے؟ کیا حقیقت کو چھوڑ کر صرف عقیدت کے جذبات کافی ہیں؟ کیا اہل بیت علیہم السلام راہِ خدا کے امام نہیں جن کی پیروی کرتے ہوئے ہم نے نظامِ امامت و ولایت کی طرف قدم بڑھانا ہے؟ یہ سب سوالات ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم اہلِ بیت علیہم السلام سے اپنے رابطے کی نوعیت پر نظرِ ثانی کریں۔ ان نورانی شخصیات سے ہمارا رابطہ اور تمسک اگر اسوائیت کے باب سے نہیں ہوا تو حق ادا نہیں ہوا۔

جنابِ سیدہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا تاریخِ انسانی کی وہ ممتاز شخصیت ہیں جن کے وجودِ نورانی سے نبوت کے بعد سلسلۂ امامت کی شمع روشن ہوئی، دشمنانِ خدا کے دلوں پر مایوسی نے ڈیرے ڈال لئے، مومنین کے قلوب کو تقویت ہوئی۔ نسلِ کوثر کے نورانی سلسلے کا آغاز ہوا اور یہ طے پا گیا کہ بے شک دشمن خدا ہی بے نام ونشان رہے گا۔ جنابِ زہراء سلام اللہ علیہا کی ذاتِ گرامی کے اتنے پہلو ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک جناب فاطمہ (س) کی نو نام ہیں۔ فاطمہؑ، صدیقہؑ، مبارکہؑ، طاہرہؑ، زکیہؑ، راضیہؑ، مرضیہؑ، محدثہؑ اور زہراءؑ۔ یہ سب نورانی اسمائے گرامی جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک سیدہؑ کا فاطمہ نام رکھا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ جناب سیدہؑ اور ان کی چاہنے والوں کو جہنم کی آگ سے چھٹکارا عطا فرمائے گا۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم عقیدت کے جذبات سے آگے بڑھ کر جنابِ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی شخصیت اور کردار کی بھر معرفت حاصل کریں تاکہ آپ کے اسوہ حسنہ کی نورانیت میں اپنی عملی زندگی بسر کرسکیں۔ یہ درست ہے کہ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کی ذات کی حقیقت تک کسی کی رسائی نہیں لیکن خداوندتبارک تعالیٰ نے ان شخصیات سے تمسک کی خاطر اسوائیت کا باب کھول ہے تاکہ پوری انسانیت ان کے کردار اور صفات کو دیکھتے ہوئے کمالِ انسانیت کا سفر طے کرسکے اور جہم کی آگ سے چھٹکارا پائے۔ اسوائیت کا باب وہ باب ہے جس سے تمسک کی اہمیت اور ضرورت کو جاننے اور اس کی تبلیغ کی ضرورت ہے کیونکہ ہم ان پاکیزہ ہستیوں سے اسوائیت کے علاوہ ہر طرح تمسک کرتے ہیں لیکن اسی حیثیت میں ان کے سامنے زانوئے ادب طے نہیں کرتے جو خداوند تبارک و تعالیٰ کو مقصود تھا یعنی بطور اسوۂ انسانیت۔ جناب سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا کی ذاتِ گرامی قدر، اقدار و کردار کا وہ سرچشمہ ہے جس سے رہنمائی لیتے ہوئے ہدایت طلب انسانیت اور بالخصوص خواتین اپنے مقصدِ تخلیق یعنی حصولِ کمال سے نزدیک تر ہوسکتی ہیں۔

جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کو خداوندتبارک وتعالیٰ نے بطور کوثر متعارف کروایا ہے۔کوثر یعنی خیر کا ختم نہ ہونے والا سرچشمہ، ایسا منبع جس سے برکت اور خیر پھوٹتی ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتی، جس سے تمسک کرنا نجات اور خیر کا ذریعہ ہے اور جس کی اتباع آدم کو انسانِ کامل کے رتبے تک پہنچا سکتی ہے۔کوثر وہ نعمتِ عظمیٰ ہے جو خداوند تبارک وتعالیٰ نے اس امت کو عطا کی ہے اور جس کی برکت سے خدا اور رسولؐ کا دشمن بے نام ونشان ہوا ہے اور رہے گا، یہی حکم قرآن ہے۔کوثر کی برکت سے خداوندتبارک وتعالیٰ نے انسانیت کے رہبر و پیشوا ائمہ ہدیٰ علیہم السلام عطا کیئے ہیں، کوثر کی برکت سے نظامِ امامت و ولایت عطا ہوا ہے اور یہی نسل کوثر ہے جس کی قربانیوں نے توحید کی راہوں کو زندہ رکھا ہوا ہے، انبیا کرام علیہم السلام کی محنتوں کو ضائع ہونے سے بچایا ہے، شر کے مقابلے میں خیر کا بند باندھا ہے، انسانیت کو امید اور حوصلہ دیا ہے اور شرک وطاغوت کو مایوس کیا ہے۔ پوری انسانیت کوثر کی محتاج اور

کوثر کی مرہونِ منت ہے، تمام انسانیت اس کوثر کی مقروض ہے جو انسانیت کی نجات کی واحد امید ہے۔

لیکن مقامِ افسوس یہ ہے کہ انسانیت، کوثر کو چھوڑ کر تکاثر کی راہوں پر چل پڑی ہے۔

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (سورۃ التکاثر، آیت ۲-۱)

تمہیں کثرت (مال و اولاد) کی مسابقت نے غفلت میں رکھا۔ یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔

خداوندِ بے نیاز اس چیز سے پاک ہے کہ ہم سے کھانے پینے جیسی نعمتوں کے بارے میں پوچھے جیسا کہ اکثر تصور کیا جاتا ہے، ایسا تو کوئی ادنیٰ میزبان بھی اپنے مہمان سے نہیں پوچھتا۔ تکاثر کی راہوں پر چلنے والوں سے جس نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا وہ یقیناً کوثر کی نعمت ہے۔ یقیناً ہم سے باز پرس ہوگی کہ نجات کے راستے اور نجات دہندہ اسوات کو چھوڑ کر تکاثر کے اسوات کی پیروی کیوں کی، یقیناً ہم سے سوال ہوگا کہ کوثر کی راہ کو مہجور کیوں رکھا، یقیناً ہم سے پرسش ہوگی کہ کوثر کے حیا و عفت کے راستے کو چھوڑ کر تکاثر کے بے حیائی اور بے غیرتی کے راستے کیوں اختیار کئے۔

کوثرِ رسول جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے جب دیکھا کہ قوم امامت و ولایت کی راہ سے دور جا رہی ہے اور امت نے رسول اللہ ﷺ کی سبیل ترک کر دی ہے تو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے حیا و عفت کا عملی نمونہ بن کر مخالفین کے سامنے قیام کیا اور گوشہ نشینی کو اپنے لئے ننگ و عار قرار دیا۔ وہ باعفت و باحیا خاتون جو نابینا فقیر کے سامنے بھی نہیں جاتی تھیں، آج وہ حق کے دفاع کی خاطر اور ولایت کے دفاع کی خاطر دربار میں خطبہ دے رہی ہیں کیونکہ راہِ کوثر میں جب حق خطرے میں پڑ جائے تو لاتعلقی عیب ہے، جرم ہے اور بے حیائی ہے۔ منبعِ حیا و منبعِ عفت جنابِ سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کا خطبہ فدک صرف ایک باغ کا قضیہ نہیں تھا بلکہ امت کو متوجہ کرنے کا ایک ذریعہ تھا کہ امامت و ولایت کی راہ کو مہجور نہ کرو اور جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کا یہی اسوۂ حسنہ آج ہمارے لئے قابل تقلید ہے کہ جب نظامِ خدا و نظامِ امامت مہجور ہو چکا ہے تو ہمارا ردِ عمل وہی ہونا چاہئے جو جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کا ردِ عمل تھا۔ حیا کا تقاضہ یہ ہے کہ ہمیں نظامِ خدا کی معطلی اور امت کی خاموشی پر احساسِ شرمندگی اور احساسِ زیاں ہونا چاہئے۔ امت کے رہبروں کا کام احساسِ زیاں بیدار کرنا ہے اور جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کا قیام احساسِ

زیاں کی بیداری کا ذریعہ تھا۔ یہ احساسِ زیاں کی کمی ہی تھی جس کا نوحہ علامہ اقبال پڑھتے رہے، دراصل یہ نوحہ حیاو عفت کی کمی کا نوحہ ہے:

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

استادِ محترم علامہ سید جواد نقوی حفظہ اللہ تعالیٰ کی یہ زیرِ نظر کتاب، کوثرِ مصطفیٰ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کو بطور اسوہِ کاملہ متعارف کروانے کی ایک کوشش ہے۔ ہمارے معاشرے میں جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا سے متعلق یہ پہلو ہمیشہ مہجور و تشنہ رہے ہیں اور یہ مطالب ابھی تک اس عقیدت مند معاشرے میں بیان نہیں ہوئے جو انہیں عقیدت سے بڑھا کر حقیقت سے قریب تر کر سکیں۔ اس کتاب میں بیان ہونے والے مطالب استادِ محترم علامہ سید جواد نقوی حفظہ اللہ کے ان پرمعنی خطابات کا مجموعہ ہیں جو استادِ محترم نے گزشتہ آٹھ سالوں میں جامعہ ام الکتاب کے یوم تاسیس پر بیان فرمائیں ہیں۔ اس کتاب کی تمام فصلیں جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کی شخصیت کے الگ الگ روشن پہلوؤں کی طرف اشارہ ہیں جسے آج تک صرف عقیدت کی حد تک دیکھا گیا ہے لیکن عملی نمونہ کے طور پر تمسک نہیں کیا گیا۔ اس کتاب کے مطالب بلا مبالغہ راہِ کوثر کے راہیوں کیلئے انمول موتی ہیں جو منبعِ خیر و برکت جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کی لامحدود شخصیت کی طرف ایک رہنمائی ہے۔ خداوند تبارک و تعالیٰ ہمیں منبعِ خیر و برکت جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا سے حقیقی تمسک اور ان کی دکھائی ہوئی راہ پر ثابت قدمی سے چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فہرستِ مطالب

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

فصل ہشتم: حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا

صفحہ

فصل اول:

فاطمۃ الزہرا علیہا السلام

اسوۂ کاملہ

فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا اسوہء کاملہ

حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کو بعنوانِ اسوہ اور وہ بھی اسوۂ کاملہ پیش کرنا اقبالؒ کی فراست وبصیرت کی علامت ہے یعنی اقبالؒ کی دید حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی شخصیت کی طرف اسوائیت کی دید ہے۔ پیروانِ دین اسلام و پیروانِ امامت وولایت کی جانب سے انبیاء کرام ومعصومین علیہم السلام اور دیگر ذواتِ مقدسہ کی اسوائیت والا پہلو اکثر موردِ غفلت واقع ہوتا ہے حالانکہ قرآن اور دین اسلام نے اُنہیں بعنوانِ اسوہ پیش کیا ہے جبکہ اس پہلو کو چھوڑ دیا جاتا ہے اوراس کے بجائے دوسرے پہلوؤں کو زیادہ بیان کیا جاتا ہے۔

معصومین علیہم السلام کی زندگیوں کے دوسرے پہلوؤں سے بھی ہر مسلمان اور مومن کو آشنائی ہونی چاہیے لیکن کسی معصومؑ کی زندگی سے اگر مومن کی زندگی میں کچھ منتقل ہوسکتا ہے تو وہ بابِ اسوہ اور سیرت ہے جب تک معصومؑ کی زندگیوں کا مطالعہ بعنوانِ اسوہ نہ کیا جائے اس وقت تک فقط معصومینؑ کی مدح و ثناء کرنے سے، تحقیقاتِ علمی انجام دینے سے یا تاریخی معلومات اکٹھی کر کے اپنا اظہارِ عقیدت بارگاہِ معصومین علیہم السلام میں پیش کرنے سے معصومؑ کی ذات سے کچھ بھی اس ذات میں منتقل نہیں ہوگا چونکہ اہل ایمان کا عقیدہ ہے بلکہ تمام مسلمین کا بھی یہی عقیدہ ہونا چاہیے کہ خداوندتبارک وتعالیٰ نے انبیاء کرام اور ائمہ اطہار علیہم السلام کا واسطہ فیض قرار دیا ہے اور تمام فیوضاتِ ظاہری اور معنوی اُنہی ہستیوں کے توسط سے خداوندتبارک وتعالیٰ نے مخلوق تک پہنچائے ہیں کیونکہ یہ وسائطِ فیضِ خدا ہیں ان کی ذات سے مخلوق تک جو فیض پہنچتے ہیں ان میں سے ہدایت، معرفت اور علم ہے جو مقصدِ بعثت اور مقصدِ خلقتِ معصومین علیہم السلام ہے۔ اگر مومن اور مسلمان اس دید سے انبیاء وائمہ علیہم السلام کو نہ دیکھے تو انبیاء اور ائمہ علیہم السلام اس کیلئے واسطۂ فیض وہدایت کی حیثیت نہیں رکھتے۔

بابِ اسوائیت اور بابِ سیرت

قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو خداوند تبارک وتعالیٰ نے بطورِ اسوہ پیش کیا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خداوند تبارک وتعالیٰ نے بعنوانِ اسوہ پیش کیا اور جن انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ قرآن میں آیا ہے ان کیلئے اگرچہ اسوہ کا لفظ استعمال نہیں ہوا لیکن وہ بھی اسوہ ہی کے بطور پر پیش کئے گئے ہیں یعنی ان کی زندگی کی حکایت اور ان کے قصص اسوہ کے طور پر پیش کئے گئے ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے اسوہ کا لفظ استعمال نہیں ہوا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی خداوند تبارک وتعالیٰ نے مخاطبین قرآن کیلئے اسوہ کے طور پر پیس کیا ہے ورنہ قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ نہ آتا اور نہ ہی دیگر انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ آتا۔ اسی طرح سے ائمہ اطہار علیہم السلام بھی بشریت کیلئے اسوہ ہیں لیکن اگر اسوہ کا عنوان مدّنظر نہ ہو تو مومن اور امام کا آپس میں ایک عقیدتی تعلق ہونے کے باوجود ہدایت منتقل نہیں ہوتی۔ امام کی طرف سے اُمت کیلئے جو باب کھولا گیا ہے وہ بابِ سیرت ہے یعنی امام یا نبی خداوند تبارک وتعالیٰ کی جانب سے ہدایتِ انسان کیلئے مبعوث ہوتے ہیں حالانکہ ان کو معاشرے کے اندر اور بھی فراوان مسائل نظر آتے تھے، لوگوں کے حسب ونسب کا باب بھی کھول سکتے تھے، علومِ بشری جو انسان نے علمی ترقی کے ذریعے کشف کئے ہیں ان علوم کا باب بھی انسان سامنے کھول سکتے تھے اور وہ چیزیں جو لوگوں کے اندر پہلے سے رائج تھیں ان میں بھی معصومینؑ دلچسپی لے کر اُنہیں مزید پھیلا سکتے تھے لیکن ائمہ وانبیاء علیہم السلام کو خدا تعالیٰ نے اُمت کے اندر ایک نیا باب کھولنے کیلئے منصوب کیا وہ نیا باب اُمت کے اندر بابِ ہدایت ہے کہ اور دیگر مسائل چونکہ ائمہ اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے محتاج نہیں ہیں اس لئے اس عنوان سے ان کو مبعوث بھی نہیں کیا۔ اُمت نے بھی معصومینؑ کی نسبت جس باب کو کھولنا ہے وہ بابِ سیرت ہے۔

---

(۱) سورہ احزاب، آیت ۲۱

سیرت کا بند دروازہ

بعض دروازے دشمنوں نے بند کرنے کی کوشش کی ہے اور کر رہے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح سے یہ دروازے بند ہو جائیں جیسے بابِ ولایت یا بابِ حکومت ہے اور اپنی ان کوششوں اور کاوشوں میں وہ بہت حد تک کامیاب ہوئے ہیں لیکن معصومینؑ کی سیرت کا باب پیروکاروں نے خود بند کر دیا ہے، یا تو جہالت و نادانی کی وجہ سے یا دیگر اسباب کی بناء پر حالانکہ خدا تعالیٰ نے بابِ سیرت اس لئے کھولا تھا کہ ان ہستیوں کو عنوانِ اسوہ قبول کیا جائے کیونکہ اسوہ کی نگاہ سے دیکھنے میں اور دیگر نگاہوں سے دیکھنے میں مثلاً فقط عقیدتی نگاہ سے دیکھنے میں بڑا فرق ہے، جب تک ہم اسوہ کی نگاہ سے اُنہیں نہیں دیکھتے اس وقت تک ایک رہبر، امام اور پیشوا، اُمت کی زندگی میں حضور پیدا نہیں کر سکتا حالانکہ امام کا اُمت کے اندر حضور بہت ضروری ہے۔ حضورِ رہبر سے مراد رہبرانہ حضور ہے یعنی بعنوانِ راہنما ان کی ہدایت اُمت کے اندر موجود ہو کہ جس کی اُمت محتاج ہے۔ ایسی امامت و رہبری اُمت کے کسی کام نہیں آتی جس میں امام اور رہبر، رہبری سے محروم ہو۔ یہ اُمت کو کوشش کرنی ہے، بعض اُمتوں نے ایسا رویہ اپنایا کہ اگرچہ جسمانی طور پر امام ان کے اندر تھے لیکن اُمت کے رویوں نے حضورِ رہبر اُمت کے درمیان ختم کر دیا یعنی رہبر کو گوشہ نشین کر دیا اور رابطہ ہدایت اس امام کے ساتھ برقرار نہیں کیا۔

مثلاً امیر المومنین علیہ السلام جسمانی طور پر اُمت کے اندر موجود ہیں لیکن اُمت کا رویہ اپنے امام کے ساتھ اس طرح ہے کہ اُمت نے امامؑ کو بعنوانِ امام و رہبر قبول نہیں کیا یعنی اُمت نے رہبر کو اپنے درمیان سے نکال دیا یا یوں کہیں کہ اُمت نے رہبر و امام کو جلاوطن کر دیا اور اپنے درمیان میں سے اس کا حضور ختم کر دیا اور بلا امامت اِمام زندگی گزارنے کو ترجیح دی جس سے بہت برے نتائج سامنے آئے جو آج تک اُمت کو بھگتنے پڑ رہے ہیں۔

نبوت وامامت کا حضور

اس طرح سے اُمت کا یہ کام ہے کہ وہ امامت اور رہبریت کو اپنے رویہ اور عمل کے ذریعے اپنے اندر حاضر رکھے۔ ممکن ہے امام زندہ اور موجود ہوں اور اُمت میں حاضر ہوں لیکن اُمت ہدایت لینے کی توفیق پیدا نہ

کرسکے اور ممکن ہے امام جسمانی طور پر اُمت کے اندر نہ ہوں بلکہ غائب ہوں جس طرح سے زمانہ غیبت کی وجہ سے جو جسمانی طور پر اُمت میں موجود نہیں ہیں تو اُمت کی ذمہ داری یہ ہے کہ اس نبی یا اس امام کی امامت و رہبری و ہدایت کو اپنے اندر حاضر رکھے بالفاظِ دیگر امام یا نبی کو اپنے اندر حاضر رکھے۔ آج مسلمانوں کے اندر نبی نہیں ہیں، بغیر نبوت کے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ختم نبوت کا درحقیقت دقیق فلسفہ یہ ہے کہ پہلے خدا نے نبیوں کے حضور کا سلسلہ اپنے ذمے رکھا ہوا تھا یعنی اُمت کے اندر نبی کا حضور خدا کے ذمے تھا، خدا نے ہر اُمت کے اندر نبی کو حاضر رکھنا تھا لیکن ختمِ نبوت کے معانی یہ نہیں ہیں کہ یہ ذمہ داری خدا نے اب اُمت کو سونپ دی ہے کہ اب تمہیں نبی کو اپنے اندر حاضر رکھنا ہے۔

ممکن ہے امام یا نبی اُمت کے اندر جسمانی طور پر موجود ہوں لیکن اُمت بصیرت نہ رکھتی ہو اس کی بہت سی مثالیں ہیں! جیسے حضرت نوح علیہ السلام اُمت کے اندر خدا کی طرف سے مبعوث ہوئے لیکن اُمت، نوح علیہ السلام کے ہوتے ہوئے بغیر نوح علیہ السلام کے زندگی بسر کر رہی تھی یا اسی طرح سے حضرت لوط علیہ السلام کے زمانہ میں اُمت بغیر لوطؑ کے زندگی بسر کر رہی تھی حالانکہ لوطؑ موجود تھے۔ یعنی حضرت لوط علیہ السلام کو بعنوانِ رہبر قبول نہیں کیا اس حیثیت سے رہبرانہ حضور محقّق نہیں ہونے دیا گیا اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام بھی ہیں کہ اُمتوں نے ان کے سامنے رکاوٹیں کھڑی کر دیں اور یہی عمل مسلمانوں کے اندر بھی تکرار ہوا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اُمت نے جو رویہ اپنایا اس کے نتیجے میں اُمت نے امیر المومنین علیہ السلام کو عنوانِ امام اپنے اندر حاضر ہونے نہیں دیا۔ اس حضور کی راہ میں اُمت کی جہالت، نادانی، سفاہت رکاوٹ بنی اور اسی طرح سے یہ سلسلہ غیبت اِمام تک جاری رہا اگرچہ امام خود جسمانی طور پر اُمت کے اندر موجود تھے، اُمت وجودِ امام یا حضورِ امام کو محسوس نہیں کر رہی تھی، امام کو بعنوانِ امام قبول کرنا نہیں چاہتی تھی۔

یہی حالت ہمیں آج نظر آتی ہے کہ ائمہ اطہار و انبیائے کرام علیہم السلام اُمت کے اندر آج بھی حاضر ہیں لیکن مقدس ہستیوں، شخصیات کے طور پر اور ایسی ہستیوں کے طور پر جن کے متعلق انسان احساسات اور عقیدت و محبت رکھتے ہیں، امام ان عناوین سے اُمت کے اندر حاضر ہیں لیکن اسوہ کے طور پر حاضر نہیں ہیں یعنی اُمت چاہتی ہی

نہیں کہ امامؑ اسوہ بن کر ان کے اندر حاضر ہوں یہ اُمت کا عمل ہے اس کو ہم معمولی مثال میں بھی لحاظ کر سکتے ہیں مثلاً آج کی شخصیات جو زندہ ہیں ان کا حضور اُمت کے اختیار میں ہے، مثلاً فرض کریں کہ ایک بہت علمی شخصیت مجتہد ہے لیکن بعنوانِ مرجع، عوام اور اُمت کے اندر متعارف نہیں ہے، یہ شخصیت اسی اُمت و قبیلے کا ہے اُنہی کا بیٹا یا بھائی ہے اور اسی قوم سے ہے جسمانی طور پر بعنوانِ فرزندِ قوم حاضر ہے یا ایک عالم کے طور پر ان کے اندر حاضر ہے لیکن ایک مرجع کے طور پر حاضر نہیں ہے اور مرجع کے طور پر کیوں حاضر نہیں ہے چونکہ اُمت نے اس کو مرجع کے طور پر قبول نہیں کیا لہٰذا اس کا مجتہدانہ حضور نہیں ہے یا ایک عالم دین کسی علاقے میں موجود ہے وہ ان کے ہر کام میں شریک ہے ویلفیئر کا کام کرتا ہے، رفاہی کام بھی کرتا ہے اور ہر قسم کی فعالیت میں شریک ہے لیکن بعنوانِ مبلّغ وہاں اس کی کوئی کارکردگی و سرگرمی نہیں ہے، یہ شخص بہت سارے عناوین کے تحت اُمت کے اندر حاضر ہے لیکن مبلّغ کے طور پر حاضر نہیں ہے، بعنوانِ مبلّغ اُمت کے اندر سے غائب ہے، خواہ نخواہ اس غیبت کے بھی اثرات پڑتے ہیں جس اُمت سے رہبر اور اسوہ غائب ہو اور جس اُمت سے رول ماڈل غائب ہو وہ اُمت اسوہ کے اثرات یا حکمت و ہدایت سے محروم ہو جاتی ہے، حالانکہ خداوند تبارک وتعالیٰ نے اسی ہدایت کیلئے اُنہیں اسوہ بنا کر بھیجا تھا۔

اقبالؒ کی عالمی بصیرت

اقبالؒ پر خداوند تبارک وتعالیٰ نے یہ لطف کیا ہے کہ اُنہیں غیر معمولی بصیرت عطا کی ہے یہ بصیرتیں خدا نے سب کیلئے رکھی ہوئی ہیں لیکن دیتا خدا اُن کو ہے جو اس کے قدردان ہوں، جو اپنی ابتدائی بصیرت کو دنیاوی چھوٹے اور گھٹیا اُمور میں صرف کر دیں خدا تعالیٰ بصیرتِ برتر ان کو نہیں دیتا لیکن جو اپنے اندر اس گوہر کے قدردان ہوتے ہیں، خدا اُنہیں بصیرتِ برتر و بصیرتِ عظیم عطا کرتا ہے۔

تاریخ بشریت میں انگشت شمار لوگ ہیں جو بصیرتِ برتر کے مالک ہیں۔ عام لوگ وہی معمولی بصیرت کے لوگ ہوتے ہیں علماء میں بھی اکثریت معمولی بصیرت کے حامل لوگ ہیں۔ صاحبانِ بصیرتِ برتر اور

خواص کے اندر بھی بہت کم اور انگشت شمار ہیں اور ان میں سے ایک اقبالؒ ہیں۔اقبالؒ کی یہ نظم جو انہوں نے حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کی بارگاہ میں بعنوانِ ہدیہ عقیدت پیش کی ہے جس کا عنوان ہی ان کی عالی بصیرت کی دلیل ہے،اور وہ عنوان یہ ہے:

در معنی اینکہ سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا اسوہ کاملہ ایست برای نساء اسلام (۱)

اقبالؒ کے نزدیک حضرت زہراء سلام اللہ علیہا اسوہ ہیں اور کامل اسوہ ہیں،یعنی کیا؟ یعنی اقبالؒ چاہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو اُمت کے اندر حاضر کریں،اسوہ یعنی اُمت میں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کا حضور! یہ حضور اس حضور سے مختلف ہے جو معتقدین، محبّین، مدّاحین اور ذاکرین پیش کرتے ہیں۔وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ ہماری مجلس ہو رہی ہے اور بی بی سلام اللہ علیہا آئی ہوئی ہیں یہ حضور کہاں؟ اور وہ حضور جو اقبالؒ چاہ رہے ہیں وہ کہاں؟

حضور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا در اُمت

اقبالؒ جس نقطے سے حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کا حضورِ اُمت چاہ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اُمت خود حضرت فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کو اپنے لئے اسوہ بنائے اور جب تک اُمت اسوائیت کی دید سے حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کو نہیں دیکھتی حق زِہرا کسی سے بھی ادا نہیں ہوگا۔بے شک مدحِ زہراء سلام اللہ علیہا میں شعر کہیں، مثنویاں کہیں اور اولادِ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کیلئے آنسو بہائیں، جو مرضی ہے کریں لیکن جب تک لوگ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کو ہدایت کے عملی اسوہ کے طور پر اپنی زندگیوں میں نہیں لاتے، اپنے معاشرے میں نہیں لاتے اس وقت تک حق زہراء سلام اللہ علیہا ادا نہیں ہوتا، اس وقت تک حق خدا بھی ادا نہیں ہوتا، یہ جو خدا نے فرمایا:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ (۲)

(۱) کلیات اقبال، تفسیر رموز بیخودی (۲) سورۃ الزمر:۶۷

اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔

تم لوگوں نے خدا کی قدر نہیں جانی۔خدا کی قدر جاننے سے مراد یہ نہیں ہے کہ تم نے یا اللہ یا اللہ تھوڑا کہا ہے بلکہ تھوڑا اور اضافہ کر دو، ذکر و ورد بڑھا دو، نہ، تم نے خدا کی قدر ہی نہیں جانی یہ تمہیں معلوم نہیں کہ خدا کیا ہے اور خدا نے تمہارے لئے کیا کیا ہے؟ اور تمہیں کس دید اور بصیرت سے خدا کو دیکھنا چاہیے؟ مثلاً فرض کریں کہ ایک عالم فاضل دانشور انسان کسی اُمت کے اندر جاتا ہے اور وہ اس کو خوب کھانا کھلاتے ہیں، خوب آؤ بھگت کرتے ہیں اس کو ہدیہ و تحفے دیتے ہیں لیکن اس کے علم سے استفادہ نہیں کرتے تو وہاں یہ جملہ صدق کرتا ہے کہ انہوں نے اس کی قدر نہیں جانی۔ اگرچہ اس کو بہت زیادہ احترام بھی دے لیکن اس کی قدر نہیں جانی، قدرِ عالم یعنی اس کے علم کی قدر، قدرِ امام یعنی اس کی امامت کی قدر ہے اور قدرِ اسوہ یعنی اس کی سیرت کی قدر کو کہتے ہیں لہٰذا جب تک زہراء سلام اللہ علیہا کو بعنوانِ سیرت نہیں اپنائیں گے حضرت زہراء سلام اللہ علیہا اُمت کے اندر حاضر نہیں ہوں گی۔ حضورِ زہراء سلام اللہ علیہا کیلئے ضروری ہے کہ آپ کو بعنوانِ اسوہ اپنائیں تاکہ حوزوں میں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا موجود ہوں، گھروں میں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا موجود ہوں، معاشرے میں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا موجود ہوں، آداب و رسوم میں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا موجود ہوں اور وہ بھی اسوہ اور رول ماڈل بن کر موجود ہوں، تب ہی کچھ نہ کچھ حق زہراء سلام اللہ علیہا ادا ہو جائے گا۔

ہیرو اور رول ماڈل میں فرق

ہیرو اور رول ماڈل میں یہی فرق ہوتا ہے، معصومین علیہم السلام کو بھی ہیرو کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہیرو اور قہرمان لوگوں کی زندگی میں نہیں ہوتا بلکہ فقط لوگوں کے ذہنوں اور دلوں میں ہوتا ہے، اس سے محبت کی جاتی ہے اس کے سامنے اظہارِ عقیدت کیا جاتا ہے، گلہائے عقیدت اس کے سامنے نثار کئے جاتے ہیں چونکہ قہرمان اگر زندگیوں میں آجائے تو سب ہیرو بن جائیں گے، سب قہرمان ہوں گے حالانکہ قہرمان اور ہیرو سب نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہوتا ہے، اس وجہ سے قہرمان کبھی بھی کسی کی زندگی میں نہیں آتا لیکن ذہنوں اور دلوں میں آتا ہے۔

خدا نے معصومین و انبیاء علیہم السلام کو قہرمان سے زیادہ اسوہ اور رول ماڈل بنا کر پیش کیا ہے کیونکہ رول ماڈل انسان کی زندگی کا محرم ہے۔ اس کو ان کی زندگیوں کے اندر جانا ہے ان کے جزئی ترین افعال و اعمال کے اندر جانا ہے، قہرمان نہیں جا سکتا لہٰذا جتنے بھی قہرمان ہیں، مثلاً جو کردار انسان نے خود افسانوی طور پر بنائے ہیں یا یہ جو واقعاً تاریخ میں قہرمان گزرے ہیں ان کی ادا کوئی بھی نہیں اپنا سکا، ان کی کوئی بھی تقلید نہیں کر سکا، ان کی راہ پر کوئی بھی نہیں چل سکا صرف ان کی ستائش کی ہے خواہ وہ افسانوی قہرمان ہوں یا واقعی۔ ہیرو قابل تقلید نہیں ہوتا لیکن اسوہ قابل تقلید ہوتا ہے اس لئے ان کو زندگی میں لانا ضروری ہے۔ اقبالؒ اس نظم میں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کو زندگیوں میں لانا چاہتے ہیں۔

زندگی کا ممنوعہ علاقہ

ظاہر ہے کہ لوگ ہر ایک کو اپنی زندگی میں نہیں آنے دیتے چونکہ سب سے سخت حریم انسان کی اپنی زندگی ہے۔ ہم زندگی سے باہر بہت ساری چیزیں رکھتے ہیں لیکن زندگی کے اندر بہت کم چیزوں کو آنے دیتے ہیں، بہت کم اُمور کو اجازت دیتے ہیں کہ ہماری زندگیوں کے اندر آئیں۔ ہماری دوستیاں اور تعلقات ہوتے ہیں لیکن یہ تعلقات ہماری زندگی کے دائرہ کار سے باہر ہوتے ہیں۔ زندگی میں انسان کسے آنے کی اجازت دیتا ہے؟ زندگی میں اس کو آنے کی اجازت دیتا ہے جس پر اعتماد ہو، اعتماد بھی اس باب سے ہو کہ اُس کا میری زندگی میں آنا میرے لئے مفید اور ضروری ہے اس وقت اس کو زندگی میں آنے کا موقع دیتا ہے ورنہ ہمیشہ اس کو زندگی سے باہر رکھتا ہے اگرچہ کوئی بھی رشتہ اس کے ساتھ ہو مثلاً بہت سارے لوگ ہیں جو کسی دوست کو اپنی زندگیوں میں آنے دیتے ہیں لیکن اپنے بھائی کو اپنی زندگی میں آنے نہیں دیتے، کیوں نہیں آنے دیتے؟ چونکہ دوست سے اُنہیں توقع ہے کہ یہ میرے لئے مفید ہے لیکن بھائی شاید میرے لئے مفید نہیں ہے، ممکن ہے ایک شخص اپنے اُستاد کو اپنی زندگی میں آنے دے لیکن اپنے والد کو اپنی زندگی میں نہ آنے دے، کیوں؟ کیونکہ اس کو باپ پر اعتماد نہیں ہے یا باپ کو یہ اتنا کامل نہیں سمجھتا کہ وہ میری زندگی کو سنوار سکے۔ پس بعض لوگ ہماری

زندگیوں میں ہیں لیکن یہ وہ لوگ ہیں جن کے اندر کوئی گوہر و جوہر پایا جاتا ہے ان کو اجازت نہیں ہوتی کہ اندر آئیں، اس لئے اقبالؒ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کو اُمت کی روزمرہ زندگی میں لانا چاہتے ہیں اور زندگی سے مراد بھی شاعرانہ زندگی نہیں اور نہ ہی ذہنوں اور مجلسوں میں لانا چاہتے ہیں اور نہ ہی فقط مرثیوں اور قصیدوں میں لانا چاہتے ہیں۔

کسی شخص کا میری مدح میں آنا بہت آسان ہے لیکن اس کا میری زندگی میں آنا اور وہ بھی روزمرہ کی زندگی میں آنا یعنی میرے صبح و شام میں وہ موجود ہو یہ بہت اہمیت رکھتا ہے یعنی ایسی شخصیت جس کے ساتھ میں زندگی بسر کروں، اسوہ یعنی ایسا ساتھی جس کو دیکھ کر انسان زندگی بسر کرے اور اس کی کاپی (Copy) کرے، انسان اُس کے سائے میں رہے لہٰذا اُس کے اندر ایسے گوہر اور خصائل ہونے چاہئیں تاکہ ہم سب اپنی زندگیوں کے دروازے ان کے اوپر کھول دیں، ابھی ہم نے اپنے دروازے ان شخصیات پر نہیں کھولے جن کے عقیدت مند ہیں، اس لئے تو ان کی زندگیوں کی جھلک ہماری زندگیوں میں نظر نہیں آتی، ان کی زندگی دینی اسلامی معیاری زندگی ہے جبکہ ہماری کلچرل زندگی ہے، ان کی زندگی حقائق کے تابع ہے ہماری زندگی کاذب چیزوں کے تابع ہے، ان کی زندگی میں اقدار ہیں ہماری زندگی اقدار سے خالی ہے، ان کی زندگی کے خدا ساختہ اصول ہیں ہماری زندگی میں خود ساختہ اصول ہیں، ان کی زندگی میں نظم ہے ہماری زندگی میں نظم نہیں ہے درحالیکہ ہمارے ذہنوں اور دلوں میں وہ ہیں ہماری زبانوں پر ان کے تذکرے ہیں لیکن ہماری زندگیوں میں داخل نہیں ہیں، ہم نے اپنی زندگیوں کے دروازے ائمہ علیہم السلام پر نہیں کھولے اور حضرت زہراء سلام اللہ علیہا پر نہیں کھولے۔

اقبالؒ پہلے مقامِ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا بیان کرتے ہیں تاکہ اُمت اپنی زندگیوں کے دریچے کھول دے یعنی اعتماد ہو جائے، خاطر اُمت آسودہ ہو جائے کہ جس شخصیت کو زندگی میں لا رہے ہیں وہ بہت پاکیزہ ہے اگرچہ ہماری زندگیاں یقیناً آلودہ ہیں لیکن ہماری آلودہ زندگیوں میں بھی ہم کسی آلودہ کو نہیں آنے دیتے، مثلاً اپنی زندگی میں کسی فاسق و فاجر کو نہیں آنے دیتے، مثلاً ایک چور دوسرے چور کے ساتھ مل کر چوری کرتا ہے لیکن چور کو اپنی زندگی میں داخل نہیں ہونے دیتا۔ جب وہ اس کے گھر آتا ہے تو اس کو پتہ ہے کہ ممکن ہے میری بھی کوئی چیز چرالے۔ ایک نادان کسی نادان کو اپنی زندگی میں نہیں آنے دیتا، دانا کو اپنی زندگی میں

آنے دیتا ہے لہٰذا ہماری زندگیاں بے شک آلودہ ہوں لیکن کوشش یہ کرتے ہیں کہ ان آلودہ زندگیوں میں پاک شخصیات اور پاک ہستیاں داخل ہوں۔ لہٰذا اقبالؒ بھی پہلے حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کا مقامِ طہارت و پاکیزگی اور عظمت کو بیان کرتے ہیں تاکہ خود ہی دروازے کھل جائیں اور کوئی کھٹکا و خدشہ ہمارے ذہن میں نہ ہو کہ کونسی شخصیت ہماری طرف آ رہی ہے۔

حضرت مریم اور حضرت زہراء علیہا السلام کا مقام

مریم از یک نسبتِ عیسیٰ علیہ السلام عزیز

از سہ نسبت حضرت زہرا علیہا السلام عزیز

جنابِ مریم سلام اللہ علیہا بہت باعظمت اور پاکیزہ خاتون ہیں، عموماً کتابوں، منبروں اور محفلوں میں ہم معصومین علیہم السلام کے درمیان تقابل کرکے اس تقابل کے نتیجے میں اپنی مدنظر شخصیت کو بڑھانے کیلئے دوسرے معصوم کو نیچا دکھا کر کہتے ہیں کہ یہ بہت عظیم ہیں اور اس سے ہمیں خوشی ہوتی ہے، حالانکہ اقبالؒ یہ کام نہیں کر رہے ہیں چونکہ مریم اسوۂ قرآنی و الٰہی ہے، خدا نے مریم کو بعنوانِ اسوہ متعارف کروایا ہے۔ مریم ابھی پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں کہ خداوند تبارک و تعالیٰ نے قصہ مریم بتانا شروع کر دیا کہ مریم پیدا کیسے ہوئی، دنیا میں کیسے آئی؟ والدین کیسے تھے؟ کس طرح سے والدین کی نگاہ بچوں کی طرف ہو؟ لہٰذا یہ عمل ہرگز انجام نہ دیں کہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی خاطر ہم حضرت مریم سلام اللہ علیہا کا مقام معاذ اللہ چھوٹا اور ناقص ثابت کریں، نہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا بھی اسوۂ کاملہ ہیں۔

انسانیت کے درجات ہیں اگر ایک شخصیت درجہ اعلیٰ پر موجود ہے تو اس کے معانی یہ نہیں ہیں کہ چھوٹے یا نچلے درجے پر جو ہے اس کو ناقص ثابت کریں تاکہ بالاتر درجے کا مقام ثابت ہو، حضرت مریم سلام اللہ علیہا اسوۂ کاملہ ہیں۔ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کا اسوہ ہونا حضرت مریم سلام اللہ علیہا سے برتر ہے۔ نہ اس وجہ سے کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا میں کوئی نقص ہے، بلکہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا میں فراوان کمالات ہیں، لہٰذا پہلے وہ اسوہ اقبالؒ پیش کرتے ہیں کہ جو قرآن نے پیش کیا، یعنی مریم سلام اللہ علیہا جو ایک مسلّم اسوہ ہیں، حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی عظمت اور

مقام بیان کرنے کیلئے اقبالؒ نے ایک مسلم قرآنی والٰہی اسوہ پہلے چنا ہے اور ان کو پیش کر کے کہا کہ مریم سلام اللہ علیہا کے بارے میں کسی کو شک وشبہ نہیں ہے کہ اسوہ ہے چونکہ مریم سلام اللہ علیہا وہ ہستی ہیں جن کی عصمت پر قرآن میں اور آسمانی کتابوں میں گواہی دی گئی ہے، کمالات اور فضائل مریم اس قدر باعظمت ہیں کہ انبیاء علیہم السلام تحت تاثیر مریم ہیں، انبیاء علیہم السلام مریم سلام اللہ علیہا سے متأثر ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام جن کو خدا نے مریم سلام اللہ علیہا کا کفیل بنایا۔ مریم سلام اللہ علیہا بھی بھرپور جوانی میں بھی نہیں آئی، نوجوانی میں اس قدر پاکیزہ اور باکمال ہیں کہ زکریاؑ مریم سلام اللہ علیہا سے متاثر ہیں اور مریم سلام اللہ علیہا سے الہام لیتے ہیں، نبیِ خدا مریم سلام اللہ علیہا سے الہام لیتے ہیں۔

قرآن کا مشہور واقعہ ہے کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام محراب میں داخل ہوئے اگرچہ کفیل اور ذمہ دار تھے، لیکن جب حضرت زکریا علیہ السلام محراب میں وارد ہوئے، دیکھتے ہیں کہ مریم سلام اللہ علیہا کے پاس پہلے سے آثار موجود ہیں، نہ صرف یہ کہ کوئی ڈش پڑی ہوئی ہے، ہم بہت سادہ معنی لیتے ہیں فقط مادی اور ظاہری مظاہر دیکھتے ہیں، یہ سب سے ادنیٰ مرتبہ ہے کہ آپؑ کے پاس کھانا موجود ہوتا تھا، حضرت زکریا علیہ السلام بہت ساری اور چیزیں بھی دیکھتے تھے اور جب بھی جاتے تھے حیرت زدہ ہوجاتے تھے کہ یہ سب کچھ کہاں سے ہوتا ہے۔ بچی سے سوال کیا کہ یہ سب کہاں سے آیا ہے یہ آپ کو کہاں سے میسر ہوا ہے؟ حضرت مریم سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ یہ سب کچھ خدا کی طرف سے آیا ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ صرف یہ میرے لئے نہیں ہے، خدا فقط میرا خدا نہیں ہے، یا میں ہی فقط اس عالم میں مستحقِ فیض خدا نہیں ہوں بلکہ کہا خدا جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اس وقت حضرت زکریا علیہ السلام گئے اور بارگاہِ خدا میں جا کر دعا کی کہ پروردگارا! مجھے بھی دیدے اور خداوند تبارک وتعالیٰ سے جو فرزند مانگا وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام تھے۔ پس مریم سلام اللہ علیہا ایک اسوۂ کاملہ ہیں لیکن حضرت زہراء سلام اللہ علیہا برتر اسوہ ہیں یعنی مقاماتِ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا مقاماتِ حضرت مریم سلام اللہ علیہا سے برتر ہیں۔

مریم از یک نسبتِ عیسیٰ علیہ السلام عزیز
از سہ نسبت حضرت زہرا علیہا السلام عزیز

علامہ اقبالؒ نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی ایک نسبت جبکہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے لئے تین نسبتیں بیان فرمائی ہیں۔ یہ حقیقی فضائل ہیں علماء جب فضائل کو تقسیم کرتے ہیں تو فضائل کی چند قسمیں کرتے ہیں، ایک قسم فضائل نفسی ہیں اور دوسری قسم فضائل نِسبی ہیں۔ فضائل نفسی وہ ہیں جو کسی شخصیت کے اندر ذاتی طور پر موجود ہیں کسی کی طرف اسے نسبت دیئے بغیر اس کے اندر یہ فضائل موجود ہیں یعنی کسی نسبت سے اس نے یہ فضیلت کسب نہیں کی۔ بلکہ اگر تمام عالم اور ماسوا سے اسے ہٹا کر فقط اس کو دیکھا جائے تو اس کے اندر یہ فضیلت موجود ہے، کسی چیز سے آپ موازنہ نہ کریں، کسی بھی چیز سے تقابل نہ کریں، صرف اسی کو دیکھیں اب ممکن ہے اس کے اندر کوئی حسن موجود ہو، اگر کوئی حسن اور خوبی اس کے اندر موجود ہو تو اس خوبی کو کہیں گے کہ یہ اس کی نفسی خوبی ہے یعنی اس کی ایسی خوبی ہے جو کسی چیز سے منسوب کرنے کے نتیجے میں اس میں پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن ایک خوبی اس میں یہ ہے کہ اس کا کسی سے مقائسہ اور موازنہ کریں اور اس کے ساتھ لحاظ کرتے ہوئے اس میں یہ وصف پایا جاتا ہے، مثلاً جس چیز سے یہ بنی ہوئی ہے یا جس معمار یا کاریگر نے اس کو بنایا ہے اس چیز سے اس کو نسبت دے کر کہے کہ اس کا بنانے والا بہت خوب ہے، ظاہر ہے جس چیز کا بنانے والا خوب ہے وہ چیز اس کی وجہ سے ایک قیمت اور اعتبار اپنے اندر پیدا کر دیتی ہے۔ مثلاً معمولی لکڑی سے بنا ہوا فرنیچر ہو لیکن بنانے والا بہت ہی مشہور کاریگر ہو اس فرنیچر کے اندر ایک قیمت آجاتی ہے چونکہ بنانا والا معروف ہے، جس طرح سے آج کل وہ کمپنیاں جو بہت مشہور ہیں اور جن کا اعتبار ہے وہ اگر بہت معمولی چیز بھی بنا دیں تو اس کی بہت ہی قیمت ہوتی ہے اگر چہ اس چیز کے اندر خود کوئی قیمتی چیز نہیں ہے لیکن اس نے وہاں سے حیثیت حاصل کی ہے اور کسب کی ہے۔

پس کچھ صفات وہ ہیں جو کسی سے نسبت دیئے بغیر شے کے اندر پیدا ہوتی ہیں اور کچھ صفات ایسی ہیں جو دوسری چیز کے ساتھ نسبت دینے سے اس کے اندر لحاظ ہوتی ہیں۔ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا اور حضرت مریم سلام اللہ علیہا میں دونوں طرح کی صفات اور فضائل ہیں وہ فضائل بھی جو کسی اور سے منسوب ہونے کی وجہ سے ان میں پائے جاتے ہیں یہ بھی حقیقی فضائل ہیں مجازی نہیں ہیں اور وہ فضائل بھی پائے جاتے ہیں جو کسی سے منسوب ہوئے بغیر خود ان کی ذات کے اندر موجود ہیں ان کو کسی اور سے منسوب کریں یا نہ کریں۔

مـــریم از یـــک نسـبت عیســیٰ علیہ السلام عـــزیز

مریم سلام اللہ علیہا کو اگر ایک عیسیٰؑ سے نسبت دے کر دیکھیں تو مـریم سلام اللہ علیہا بہت با عظمت ہے، کیوں؟ اس لئے کہ نبی خدا کی ماں ہونا، یہ ایک صفت ہے جو عیسیٰؑ کے ساتھ منسوب کرنے سے حضرت مریم سلام اللہ علیہا میں آئی ہے، اس وصف کو ایک لحظہ کیلئے اگر ہم الگ کر دیں اور حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو نہ حضرت عیسیٰؑ سے قیـاس کریں اور نہ زکریاؑ سے اور نہ ہی کسی اور سے، صرف حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو دیکھیں کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی ذات میں عیسیٰؑ کی ماں ہونے کے علاوہ بھی کوئی کمال پایا جاتا ہے یا نہیں؟ درحقیقت مریم سلام اللہ علیہا کو جو خدا نے چنا کہ یہ عیسیٰؑ کی ماں بنے وہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ عیسیٰؑ سے منسوب ہونے سے باکمال خاتون بن جائے گی۔ بلکہ پہلے مریم سلام اللہ علیہا میں کمالات رکھے تاکہ عیسیٰؑ کی ماں بننے کے قابل ہو جائے، پہلے کمالاتِ نفسی اور کمالاتِ ذاتی مریم سلام اللہ علیہا میں آئے، ان کمالات کے نتیجے میں نسبی کمالات پیدا ہوئے، یعنی ہر خاتون عیسیٰؑ کی ماں بننے کے قابل ہو وہ معجزۂ خدا کا مظہر بن سکے۔ پس پہلے کمالاتِ نفسی ہیں، حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے اندر موجود کمالاتِ نفسیہ نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو اس قابل بنایا کہ عیسیٰؑ سے نسبت برقرار ہو جائے، عیسیٰؑ سے نسبت برقرار ہونے سے ایک اور کمال حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے اندر آیا۔

اسی طرح سے حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے سارے کمالات یہ تین نسبتیں ہی نہیں ہیں، ان میں ایک نسبت یہ ہے کہ رحمت للعالمینؐ کی بیٹی ہیں، ایک نسبت یہ کہ شیر خداؑ کی زوجہ ہیں اور ایک نسبت یہ کہ دو اماموں کی ماں ہیں، یہ تین نسبتیں ہیں۔ یہ تین نسبتیں کل متاعِ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا نہیں ہے یہ ساری میراث نہیں ہے بلکہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے کچھ اور کمالات بھی ہیں یہ میراث ان کمالات کا نتیجہ ہے یعنی کچھ کمالات حضـرت زہراء سلام اللہ علیہا کے ایسے ہیں جنہوں نے حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کو اس قابل بنایا ہے کہ ان تین نسبتوں میں آجائیں، اس وجہ سے روایات میں ہے کہ خداوند تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات نہ ہوتی تو میں یہ عالم خلق نہ کرتا اور اگر زہراء سلام اللہ علیہا کو خلق نہ کرتا تو میں آپ کو بھی خلق نہ کرتا، اس قسم کی روایات درحقیقت یہی بتانا چاہتی ہیں کہ درحقیقت اسوائیت کیلئے نسبی کمالات کافی نہیں ہیں، مثلاً حضرت مریم سلام اللہ علیہا، عیسیٰؑ کی والدہ ہیں پس اسوہ ہیں مومنین کیلئے، یعنی کیا؟ یعنی یہ کہ اب مائیں یا عام خواتین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں بنیں؟ کیا اسوائیت کا یہ معنی ہے کہ

ساری خواتین عیسیٰؑ کی ماں بنیں؟ نہ یہ نہیں ہوسکتا، عیسیٰؑ کی ماں صرف ایک اور وہ مریم سلام اللہ علیہا ہے۔ پس کب خواتین مریم سلام اللہ علیہا کی اتباع کرسکتی ہیں؟ کب خواتین مریم سلام اللہ علیہا کو اسوہ بنا سکتی ہیں؟ ان صفات کی بناء پر جن صفات کی وجہ سے مریم سلام اللہ علیہا اس قابل ہوئیں کہ عیسیٰؑ کی ماں بن سکیں یعنی خواتین اپنے اندر وہ صفات پیدا کریں تاکہ ان سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے بچے پیدا ہوں، پاک و پاکیزہ بچے پیدا ہوں۔ جیسے موسیٰؑ کی والدہ کو خدانے وہ حیثیت دی کہ موسیٰؑ جیسی شخصیت پیدا ہوئی اور موسیٰؑ جیسی شخصیت کو اس ماں نے تربیت کیا اور وہ سارے دکھ اور درد اس ماں نے جھیلے۔

ایسی مائیں جن کا بچہ ہاسٹل میں رہتا ہے اُنہیں گھر میں نیند نہیں آتی جبکہ ان کو پتہ ہے کہ ان سے بہتر زندگی یہاں گزار رہا ہے لیکن ایک ماں ہے جو اپنے شیر خوار بچے کو تابوت میں بند کر کے دریا کے حوالے کر دیتی ہے، کیا ایسی ماں کی فقط یہ عظمت ہے کہ یہ موسیٰؑ کی ماں ہے؟ نہ، اس کی عظمت کا اندازہ کوئی بھی نہیں کرسکتا، یہ جو کام کر رہی ہے یہی بتاتا ہے کہ بہت بڑی اور باعظمت خاتون ہے، اپنے لختِ جگر کو اپنے ہاتھ سے تابوت میں بند کر رہی ہے اور خدا پر بھروسہ اور وعدۂ خدا پر یقین کر کے بچے کو دریا کے حوالے کر رہی ہے یہ باکمال خاتون ہے، اس لئے خدا نے اس کو انتخاب کیا کہ موسیٰؑ اس کے بطن سے پیدا ہوا۔ وہاں اور بھی بہت سی خواتین تھیں کسی اور خاتون سے کوئی بچہ پیدا ہو جائے، نہ۔ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی یہ تین نسبتیں اس وجہ سے ہیں چونکہ زہراء سلام اللہ علیہا اس قابل ہے کہ ان تین نسبتوں سے منسلک ہوسکیں، خاتونِ جنت بن سکتی ہیں۔ کیوں بن سکتی ہیں؟ ذاتی اور اندرونی کمالات کی وجہ سے بن سکتی ہیں۔ ہم سارا چرچا فقط اُن کمالات کا کرتے ہیں جو نسبی کہلاتے ہیں، دوسرے یہ کہتے ہیں کہ اگر نبیؐ کی بیٹی اور رشتہ دار ہونا مہم ہے تو نبی کی اور بھی بیٹیاں شمار کرتے ہیں کہ وہ بھی ان کی بیٹیاں تھیں، یا نبی کی ازواج کو بھی اتنی عظمت حاصل ہونی چاہیے، نبیؐ کے تمام رشتہ دار، خالہ، پھوپھی، وہ بھی رشتہ دار ہیں اگر رشتوں ہی سے سب کچھ حاصل ہوتا ہے تو سب رشتے ایک جیسے ہونا چاہئیں یہ نسبتیں کمالاتِ نفسیہ کا نتیجہ ہیں نہ کمالاتِ نسبیہ کا، لیکن ان کو اقبالؒ کیوں پیش کر رہے ہیں؟ اس لئے کہ یہ تین نسبتیں اگر جمع کریں تو ان تین نسبتوں کے اندر ساری دنیا کے کمالات سمائے ہوئے ہیں، سارے کمالات ان تین نسبتوں کے اندر موجود ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ ان جملہ

کمالات میں سے فقط تین نسبتیں ذکر کی ہیں، بلکہ ان تین نسبتوں کا تذکرہ درحقیقت تمام کمالات کا تذکرہ ہے۔ مولانا رومؒ کے بقول کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکرہ فقط آپؐ کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ آپؐ کا تذکرہ تمام انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ ہے۔

ذکرِ احمدؐ نامِ جملہ انبیاء است

چون صد آمد نود هم پیش ماست

جب ہم احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں تو گویا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی شخصیت جامع ترین ہے اسی طرح ان تین نسبتوں کے آنے سے ان کے اندر سب کمالات آجاتے ہیں کیونکہ ایک طرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ایک طرف امیر المومنین علیہ السلام اور ایک طرح حسنینؑ تمام کمالات ان تین رشتوں کے اندر پروئے ہوئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورِ چشم

نورِ چشم رحمۃٌ للعالمین

آن امام اولین وآخرین

حضرت زہراء سلام اللہ علیہا آپؐ کی نورِ چشم ہیں، نہ صرف بیٹی ہیں بلکہ قرۃ العین ہیں، نورِ چشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یعنی آپ امام اول وآخر اور امامِ مطلق ہیں یعنی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الاطلاق اولین وآخرین کے امام و پیشوا ہیں۔ باقی سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقتدی ہیں اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک زہراء سلام اللہ علیہا ہیں، یہ بہت خوبصورت تعبیر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی تعبیر بھی ہے آپؐ نے فرمایا:

فاطمہ سلام اللہ علیہا میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

آنکھوں کی ٹھنڈک محاورہ ہے، یہ قلبی کیفیت بتانے کیلئے بولا جاتا ہے چونکہ انسان کی قلبی کیفیات، اندرونی اور نفسانی کیفیات مختلف ہوتی ہیں ان کیفیات کا اثر انسان کے جسم میں بھی ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ رنگ میں بھی ظاہر ہوتا ہے، رنگ ایک ذریعہ ہے انسان کے باطن کو دیکھنے کا، مثلاً اگر انسان خوفزدہ ہو تو ان کے چہرے کا ایک طرح کا رنگ ہوتا ہے اگر خوشحال ہو ایک اور طرح کا رنگ ہوتا ہے، خصوصاً چہرے کا رنگ تبدیل ہو جاتا ہے،

خصوصاً جب انسان نا اُمید اور مایوس ہو جائے تو سیاہ رنگ اس کے چہرے پر آجاتا ہے جس سے اس کی مایوسی کا پتہ چلتا ہے اور جب انسان کو غصہ آتا ہے تو اس کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے اور جہاں خوف میں مبتلا ہوتا ہے اس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے، یہ مختلف رنگ مختلف موقعوں پر بدلتے رہتے ہیں، یہ بدلتے رنگ کیا بتاتے ہیں؟ قلبی کیفیت بتاتے ہیں کہ اس کے اندر کیا ہو رہا ہے۔

از جملہ انسان کے اندام و اعضاء میں سے ایک عضو جو انسان کے باطن کی غمازی کرتا ہے، وہ آنکھ ہے جو انسان کے اندرونی حالات کی غمازی کرتی ہے۔ آنکھ کا ایک عمل یہ ہے کہ دیکھتی ہے لیکن اس کا دوسرا کام آنسو ہیں، آنکھوں میں جو رطوبت ہے جو اس کی بقا کیلئے ضروری ہے، یہ رطوبت کبھی بڑھ جاتی ہے اور آنسو بن کر ٹپک پڑتی ہے، یعنی آنکھ کا پانی ایک حوض ہے اور خدا نے آنکھ کو اس حوض میں رکھا ہوا ہے۔ مخصوص پانی ہے جو اس کیلئے بنایا گیا ہے۔ یہ پانی جس کے اندر آنکھ رکھی گئی ہے اس کی بہت زیادہ خصوصیات ہیں، اگر ہم ان آنسوؤں کو سائنسی طور پر یا فزیکلی طور پر دیکھیں تو کچھ اور مسائل سامنے آئیں گے لیکن اگر ہم اسے نفسیاتی دید سے دیکھیں تو کچھ اور مسائل سامنے آتے ہیں، آنکھوں کی رطوبت میں جب طغیانی آجاتی ہے تو یہ آنسو بن کے ٹپک پڑتی ہے، یہ کب ہوتا ہے؟ ایک تو پیاز کاٹنے سے ہوتا ہے سب کی آنکھوں پر اس کا اثر ہوتا ہے چونکہ پیاز کے اندر ایسی خصوصیت ہے جس سے آنکھ کے اندر تیزابیت پڑتی ہے یا دیگر اس قسم کی چیزیں ہیں جن سے آنسو نکل آتے ہیں جیسے آنسو گیس وغیرہ لیکن یہ آنسو کے بیرونی عامل ہیں اندرونی نہیں ہیں۔

کبھی باہر سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ انسان کے اندر ایک ایسی نفسانی، ذہنی اور قلبی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ جس سے یہ حوض اُمڈ پڑتا ہے اور اس میں سیلابی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ خود اقبالؒ کے بقول کہ

بتلائے درد کوئی عُضو ہو روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ (۱)

---

(۱) بانگ درا

جب جسم کا کوئی عضو دکھتا ہے تو اس پر یہ آنکھ گریہ کرتی ہے، بہت ہمدرد ہے پورے بدن کی ہمدرد ہے، بال دکھے تو آنکھ روتی ہے، ناخن دکھے تو آنکھ روتی ہے لیکن جب آنکھ دکھے تو کوئی بھی نہیں روتا، آنکھ دکھے تو آنکھ ہی روتی ہے، اپنے اوپر بھی روتی ہے اور دوسروں کے اوپر بھی روتی ہے یہ رونا بہت معنی خیز ہے، یہ سیلاب انسان کے اندر بہت ساری کیفیات کی وجہ سے اُمڈ پڑتا ہے انسان کے اندر بہت ساری کیفیات ہیں جیسے خوف، غم، اندوہ، پریشانیاں اور خوشی ہے۔

خوشی اور غم کے آنسو

آنسو دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک آنسو وہ ہوتا ہے جب غم کی کیفیت دل میں آتی ہے تو دل متأثر ہوتا ہے اور یہ قلبی کیفیت جسم پر اثرانداز ہوتی ہے کہ جسم کی رنگت تبدیل ہوجاتی ہے اور کبھی یہ قلبی کیفیت موجب بنتی ہے اور آنکھوں کے حوض میں طغیانی آجاتی ہے، ایک لڑی سی آنسوؤں کی بن جاتی ہے، بعض بہت روتے ہیں غم کا آنسو گرم ہوتا ہے، محسوس بھی ہوتا ہے جب گال پر ٹپکتا ہے پتہ چلتا ہے کہ گرم ہے، محسوس بھی ہوتا ہے جب گال پر ٹپکتا ہے پتہ چلتا ہے کہ گرم ہے، ہاتھ پر ٹپکے تو پتہ چلتا ہے کہ گرم آنسو ہے یہی آنسو خوشی کے وقت بھی ٹپکتا ہے یعنی انسان جب غیر معمولی خوشحال ہوتا ہے تو اس کے آنسو نکل آتے ہیں لیکن یہ آنسو معمولی خوشی پر نہیں نکلتے چونکہ یہ معمول کی تھوڑی سی خوشی ہے، اتنی نہیں کہ دل کو اُبھارے، اُکسائے، اتنا انبساط دل میں پیدا کرے کہ دل اُچھلنے لگے اور قلبی کیفیت جسم کے اندر ظاہر ہو اور اس حوض میں طغیانی آجائے لیکن جب غیر معمولی خوشی، غیر معمولی خوشحالی اور سرور انسان کو محسوس ہوتا ہے تو اس وقت یہ کیفیت جسم پر طاری ہوتی ہے پھر یہ حوض اُمڈ پڑتا ہے اور ٹپکنا شروع ہوجاتا ہے، اگر آپ خوشی کے وقت غور کریں تو جو آنسو ٹپکتا ہے وہ ٹھنڈا ہوتا ہے گرم نہیں ہوتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ غم کے وقت انسان کا ٹمپریچر زیادہ ہوجاتا ہے، آنکھ، حوض اور اس کا پورا نظام سارے کا سارا گرم ہوتا ہے لہٰذا وہ اس پانی کو بھی گرم کردیتا ہے۔ خوشی سے انسان میں خنکی ٹھنڈک آتی ہے حرارت نہیں آتی، ٹمپریچر بڑھتا نہیں ہے، خنکی محسوس ہوتی ہے، پورے بدن میں ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے تو یہ حوض بھی ٹھنڈا ہوجاتا

ہے، اس کے اندر پانی بھی ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور اس میں طغیانی آجاتی ہے جب یہ ٹپکتا ہے تو ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ سرد اور ٹھنڈے آنسو دلیل ہیں کہ انسان کو کسی چیز نے خوشحال کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے بارے میں فرمایا:

جُعِلَ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاة(١)

میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں کرار دی گئی ہے۔

نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، یعنی کیا؟ یعنی نماز سے مجھے فوق العادۃ خوشی محسوس ہوتی ہے، سرور محسوس ہوتا ہے، لطف اور مزہ آتا ہے۔ میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں یعنی میرے دل پر سرور حاصل ہوتا ہے اور ایک یہ فرمایا کہ (فاطمة قرة عيني) حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کو دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں یعنی زہراء سلام اللہ علیہا کو دیکھنے سے میرے اندر جو سرور پیدا ہوتا ہے وہ اس قدر فوق العادۃ اور غیر معمولی ہوتا ہے جس سے میری آنکھوں میں ٹھنڈک پیدا ہو جاتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نفس کوئی احساساتی نفس نہیں ہے بلکہ آپ رسولِ کامل اور انسانِ کامل ہیں یعنی وہ ذات جس پر احساسات غلبہ نہیں کرتے۔ وہ رسولؐ جب بیٹی کو دیکھتا ہے تو آنکھوں میں ٹھنڈک آجاتی ہے، ظاہر سی بات ہے کہ یہ احساساتِ پدرانہ نہیں ہیں۔ یہاں دو چیزیں ہیں ایک نگاہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایک وجودِ زہراء سلام اللہ علیہا۔ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کو بہت سارے لوگ دیکھتے تھے، آیا ان کو بھی ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی، نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ دیدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہیں تھی، دیدِ رسولؐ فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کو دیکھتے ہیں الٰہی دید سے دیکھتے ہیں:

الْمُؤْمِنُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللهِ(٢)

اس لئے زہراء سلام اللہ علیہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ چیزیں نظر آتی ہیں جو دوسروں کو نظر نہیں آتیں اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور نفسِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زہراء سلام اللہ علیہا اثر انداز ہوتی ہیں اور باعث سرورِ قلب

(١) الكافي: ج٥، ص٣٢١ (٢) عيون أخبار الرضا عليه السلام: ج٢، ص٦١

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنتی ہیں۔

آنکـــہ جـــان درپیکـــر گیـــتی دمیـــد
روزگـــارِ تـــازہ آئیـــن فریـــد

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس نے اس جہان کے اندر ایک تازہ روح پھونک دی، مردہ عالم کے اندر آ کر ایک روح پھونک دی، اس جہان کے اندر ایک نیا اور تازہ آئین اور دین لے کر آئے اور اس کے ذریعے بشریت کو زندہ کیا۔

فاطمہ سلام اللہ علیہا بانوئے تاجدارِ ہل اتیٰ

بـــانوی آن تاجـــدارِ ہـــل أتـــیٰ
مرتضـــیٰ مشـــکل کشـــاء شـــیرِ خـــدا

دوسری نسبت یہ ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اس تاجدار کی زوجہ ہے جس کے سر پر تاجِ ہل أتیٰ رکھا ہوا ہے، یعنی جس کے سر پر سورۂ دہر کا تاج رکھا ہوا ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ (۱)

اس سورۃ کا نام سورۂ انسان بھی ہے، جسے سورۂ دہر بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ سورہ ہے جس میں انسان کا مقام و مرتبہ پیش کیا گیا ہے، اس سورہ کی آیات میں جو انسان مقصود ہے وہ ذاتِ گرامیٔ امیر المومنین علیہ السلام ہے، یعنی یہ سورہ حضرتِ علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے، یہ تاجِ قرآنی (ھل اتی) جس تاجدار کے سر پر ہے فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا اس کی زوجہ اور اس کی بانو ہے۔

مرتضیٰ یعنی صاحبِ مقامِ رضا، مشکل کشاء یعنی جو ہر ایک کی مشکلات حل کرنے والا ہے اور شیرِ خدا یعنی بہادر اور دلیر۔ اس تاجدار کی یہ زوجہ ہیں۔ یہ وہ رشتہ نہیں جس طرح سے معمولی رشتے ہوتے ہیں، بلکہ یہ رشتہ حکمِ

(۱) الدھر: ۱

خدا سے وجود میں آیا ہے غیر از امیر المومنین علیہ السلام حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کا کفو کوئی بھی نہیں تھا۔ ہمسری یعنی ہم پلہ ہونا، ہمسر کا معنی زوج نہیں ہوتا لیکن زوج کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ ہمسر یعنی ہم مرتبہ، ہمسری یعنی ہم مرتبہ ہونا یعنی دو ایسے افراد کہ جب وہ کھڑے ہوں تو ان کے سر برابر ہوں، اوپر نیچے نہ ہوں اگر ایک نیچے ہو اور ایک اوپر تو یہ ہمسر نہیں ہے ایک کوتاہ ہے اور ایک بلند ہے ہم پلہ اور ہم مرتبہ نہیں ہیں، دونوں ایک جیسے ہم مرتبہ اور ہم پلہ ہوں تو ان کو ہمسر یا کفو کہتے ہیں۔ اس تاجدار ''ھل اتیٰ'' کی بانو ہونے کیلئے، ہمسر بننے کیلئے ہم مرتبہ ہونا ضروری ہے، ہم پلہ ہونا ضروری ہے، ہم پلہ ہونے سے مراد صرف جسمانیت نہیں ہے بلکہ ہم پلہ یعنی کمالات اور فضائل جو امیر المومنین علیہ السلام کی ذات میں ہیں ان کا ایک نمونہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا میں ہونا ضروری ہے ورنہ ہم پلہ، ہمسر اور کفو نہیں بن سکتے۔

پادشاہ و کلبہ ای ایوان او
یک حسام و یک زرہ سامان او

جس تاجدار کا ایوانِ بادشاہت اور اس کا قصرِ بادشاہی ایک کلبہ اور جھونپڑا ہے، کلبہ یعنی جھونپڑا اس بادشاہ کی کل متاع ہے اور تمام سامانِ زندگی کیا ہے؟

یک حسام و یک زرہ سامان او

ایک شمشیر اور ایک زرہ کا مالک ہے، حسام شمشیر کو کہتے ہیں۔ یہ اس بادشاہ کی زوجہ ہے، اس بادشاہ کی ملکہ ہے جس کا قصرِ بادشاہی ایک جھونپڑا اور جس کا کل مادّی سامان ایک زرہ اور ایک تلوار ہے، یعنی اقبالؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فضیلت اِنسانی ان اُمور سے حاصل نہیں ہوتی اور فضائل اپنے ساتھ منسوب کرنے سے انسان بڑے نہیں ہوتے۔

ایک مصنف نے بڑی خوبصورت تعبیر کی ہے،، بہت زیبا اور سنہری الفاظ سے لکھے جانے کے قابل جملہ ہے کہ کائنات کی عظیم ترین شخصیات مادّی دنیا کے لحاظ سے غریب ترین گھر یعنی جھونپڑے میں پیدا ہوئے اور آج دنیا کی عظیم ترین عمارتوں کے اندر گھٹیا ترین لوگ پیدا ہو رہے ہیں۔ پس یہ نہ سمجھنا کہ ان چیزوں سے شخصیت بن جاتی ہے، گھروں، محلوں، پلاٹوں، گاڑیوں، لباس، زیورات اور اموال سے کسی کی شخصیت نہیں بنتی، یہ

تاجدارِہل اتٰی کا گھر، اس کا قصر ایک جھونپڑا ہے اور اس کا کل سامان ایک زرہ اور ایک تلوار ہے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے لیکن تاجدارِہل اتٰی ہے اور یہ اس کی بانو ہے، اس کی بانو کو بھی یوں نہ سمجھنا کہ اس کے پاس املاک ہیں، جاگیریں اور سرمایہ ہے کیونکہ یہ چیزیں تو باعث عظمت نہیں ہیں یہ دو نسبتیں تھیں۔ اب تیسری نسبت کی طرف اقبالؒ آتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ زہراء سلام اللہ علیہا کیا ہے؟

فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا مادرِ مرکزِ پرکارِ عشق

مادرِ آن مرکزِ پرکارِ عشق
مادرِ آن کاروان سالارِ عشق

پورے عالم میں عشق کا ایک ہی امام ہے، امامِ عشق، رہبرِ عشق جو کاروانِ عشق کا سالار ہے، جس کا دین عشق ہے، جس کا مسلک عشق ہے، جو سراپا عشق ہے، جو مرکز پرکارِ عشق ہے۔ پرکار اُردو میں بھی استعمال ہوتا ہے، پرکار: اس دوشاخے کو کہتے ہیں جس کی مدد سے دائرہ کھینچا جاتا ہے۔

علمِ عرفان میں بھی یہ اصطلاح (پرکارِ عشق) ہے چونکہ عشق بھی ایک دائرہ ہے، عشق کو تشبیہ دیتے ہیں ایک دائرے کے ساتھ جس چیز کو بھی ہم دائرے سے تشبیہ دیں وہاں فوراً یہ تصویر ذہن میں آنی چاہیے کہ اس دائرے کی ایک پرکار ہے اور اس پرکار کے دو رکن یا دو ستون ہیں، ایک ساکن ہے اور ایک متحرک ہے، دائرے کی یہ خصوصیت ہے کہ دائرے میں اصل وہ بیرونی خط نہیں ہوتا بلکہ دائرے کا اصل اور اساس وہ اندرونی مرکز ہوتا ہے، جس سے دائرہ قائم ہوتا ہے۔ دائرہ اندرونی نکتہ سے قائم ہوتا ہے نہ کہ بیرونی خط سے، بیرونی خط دائرے کی حد ہوتی ہے، دائرے کا قیام اس بیرونی خط سے نہیں ہوتا۔ بیرونی خط دائرے کا رکن اِساسی نہیں ہے یعنی اس وجہ سے یہ دائرہ، دائرہ نہیں ہے بلکہ دائرہ اس نقطے کی وجہ سے ہے جو بیچ میں ہوتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ دائرے کی تعریف یہ ہے کہ دائرہ اس شکل کو کہتے ہیں جس میں ایک مرکزی نقطہ ہو اور اس کے اردگرد کا محیط، مرکزی نقطے کے ساتھ برابر فاصلہ رکھتا ہو، اگر اس میں کسی حصے کا فاصلہ مرکزی نقطے سے زیادہ ہوگیا تو یہ دائرہ نہیں

بنے گا کچھ اور بن جائے گا، دائرہ ہونے کیلئے ضروری ہے کہ اپنا فاصلہ مرکز کے ساتھ برابر رکھے، یہ جو لائن ہے یہ بھی نقطے ہیں انہی نقطوں نے خط کو گول بنایا ہوا ہے، ان نقطوں کا فاصلہ اس مرکزی نقطے کے ساتھ برابر ہونا چاہیے یعنی دائرے کا حصہ بننے کیلئے ان کو اپنا فاصلہ برابر کرنا ضروری ہے اس لئے کہ یہ اس کا مرکز ہوتا ہے۔ دائرے کا مرکزی نقطہ کہاں سے قائم ہوتا ہے؟ یہ پرکار کا نتیجہ ہوتا ہے اور پرکار کا وہ ستون جو ساکن ہوتا ہے یہ اس کا نتیجہ ہے۔

حقیقی دائرے کا مرکزی نقطہ

جیومیٹری کا دائرہ فقط تمثیل کیلئے تھا اب حقیقی دائرے میں آتے ہیں حقیقی دائرے میں جو مرکزی نقطہ ہے وہ مہم ہے حقیقی دائرہ دراصل منظومہ شمسی کی طرح ہے جس میں سورج مرکز ہے اور جتنا بھی منظومہ ہے یہ سارا سورج سے قائم ہے یعنی سورج کی کوشش سے یہ باقی ہے۔ اگر سورج کا جاذبہ نہ ہوا اس نے ان کو اپنے ساتھ کشش میں منسلک نہ رکھا ہوا ہو تو یہ منظومہ قائم نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح سے جو حقیقی وجودی دائرہ ہے یہ اس وقت قائم ہوتا ہے کہ جب اس مرکز کے اندر کشش ہو اور یہ کشش ان اطراف اور محیط کے نقطوں کو اپنے ساتھ جوڑ کر رکھے۔

جھاں کی بقا کا راز عشق

پس دائرے کے اندر مہم نقطہ ہے اور نقطہ پرکار کا نتیجہ ہے، بنا بریں چونکہ ہستی کا سارا نظام عشق سے قائم ہے، ہر مسلک یا ہر انسان عالم کی تفسیر اپنے طور پر کرتا ہے، عرفاء اور اہلِ معرفت کا یہ کہنا ہے کہ عشق بھی ایک دائرہ ہے کہ جس دائرے کے اندر ہر چیز پروئی ہوئی ہے اور عالم کی بقاء کا راز ہی عشق ہے، عشق نے عالم خلق بھی کیا ہے اور عشق نے اس کو باقی بھی رکھا ہوا ہے، یعنی یہ زمین کیوں وجود میں آئی ہے؟ عشق کے نتیجے میں وجود میں آئی ہے اور عشق کی وجہ سے باقی ہے یعنی عالم منظومہ شمسی کی مثال ہے یہ زمین عاشقِ سورج ہے اگر سورج کی عاشق نہ ہوتی تو چھوڑ کر کہیں اور چلی گئی ہوتی، یہ کہیں نہیں جاتی اس لئے کہ زمین کا سورج کے ساتھ ایک رابطہ ہے اور وہ عشق کا رابطہ ہے۔

عشق یعنی جاذبہ و جاذبہ، عشق کی اگر ہم حسی مثال دیں تو یہ مقناطیس ہے، مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے، یعنی لوہے کا اور مقناطیس کا رابطہ کشش کا ہے یہ رابطہ عشق ہے، اس لئے شہوت اور عشق میں بہت فرق ہے، عشق یعنی ایسا کمال جو باقی کمالات کو کھینچ کر اپنی طرف لائے اور خود ان کمالات کے لئے مرکز بن جائے۔

دین بھی درحقیقت عشق کا نتیجہ ہے بلکہ دین خود عشق ہے۔عبادت، سجدہ اور نماز عشق ہے۔نمازِ عاشقانہ۔ عشق کا معشوق سے اظہارِ عشق کرنے کو نماز کہتے ہیں۔ایک عاشق کی زبان سے جب معشوق کے بارے میں کوئی بات ہوتی ہے تو یہ اس کی نماز ہوتی ہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ عاشقانہ نماز پڑھو، عاشق کو عاشقانہ باتیں چاہئیں جس طرح سے خود امیر المومنین علیہ السلام کی عبادتیں عاشقانہ عبادتیں تھیں کہ اگر یہ جنت و جہنم سب ختم بھی ہو جائے تو میں پھر بھی اے خدا تیری عبادت کروں گا۔دین سراپا عشق ہے۔

جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

هَلِ الدِّينُ إلَّا الْحُب؟(۱)

یعنی دین محبت اور عشق کے علاوہ بھی کچھ ہے؟

دین کو تفسیرِ عشق چاہیے۔ابھی جس دین سے ہمارا تعلق ہے یہ عاشقانہ نہیں ہے یہ سوداگرانہ ہے یہ سوداگرانہ اور منفعت طلب دین ہے، یہ عاشقانہ دین نہیں ہے، لہٰذا جن چیزوں میں معاوضہ کم ہے وہ انجام نہیں دیتے۔نمازِ شب نہیں پڑھتے، کیوں؟ اس لئے کہ معاوضہ کم ہے یا اس میں سزا نہیں ہے، ہم معاوضہ کے چکر میں ہیں، جن میں اجر و ثواب زیادہ ہے، جس سے جنت میں بڑا پلاٹ ملنے والا ہو ہم ان چکروں میں ہیں۔

دین میں جتنے بھی اصول ہیں وہ سارے عشق کی بنیاد پر قابلِ فہم ہیں انہی میں سے ایک مسئلہ امامت ہے۔دین عشاق پرور ہے اور انسان کو عاشقِ خدا بناتا ہے اور اس عشق کو امام اور مفسر کی ضرورت ہے اس کاروانِ عشق کو رہبر کی ضرورت ہے اور وہ رہبرِ کاروانِ عشق سید الشہداء علیہ السلام ہیں، جو کاروانِ عشق کو لے کر قربان

---

(۱) المحاسن ج۱، ص۲۶۳

گاہِ عشق تک گئے ہیں اور اب بھی ہیں نہ کہ ایک زمانے میں ایک چھوٹا سا گروہ بہتّر عاشقوں کا تھا اور وہ چلے گئے، نہیں بلکہ قیامت تک کاروانِ عشق کے سالار حسین علیہ السلام ہیں۔ اس لئے اقبالؒ حسرت کرتے ہیں کہ کاروانِ حجاز تو ہے لیکن اس میں ایک حسینؑ بھی نہیں ہے۔

مادرِ آن مرکزِ پرکارِ عشق
مادرِ آن کاروانِ سالارِ عشق

فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا پرکارِ عشق کے مرکز کی ماں ہے، عشق کا مرکز حسین علیہ السلام ہیں اور حسین علیہ السلام کی ماں زہراء سلام اللہ علیہا ہے یعنی اس کاروانِ عشق کے سالار کی ماں ہے۔ کربلا میدانِ عشق ہے، حسین علیہ السلام امامِ عشق ہے بہت چیدہ چیدہ اور انگشت شمار لوگوں کو ہی کربلا اور حسین علیہ السلام سمجھ میں آیا ہے۔ اقبالؒ جیسے انسان کے قلم اور دل سے ہی ایسی زیبا بات نکل سکتی ہے، امام حسین علیہ السلام کی یہ معرفت فقط اقبالؒ ہی کو ہے۔

فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا شمع شبستان حرم کی ماں

آن یکی شمع شبستان حرم
حافظ جمعیت خیر الامم

ایک بیٹا مرکزِ پرکارِ عشق اور سالارِ کاروانِ عشق ہے اور دوسرا شمعِ شبستانِ حرم ہے، حرم کے شبستان کی شمع ہے جس سے حرم کے اندر نورانیت ہے اور حافظ جمعیت خیز الامم ہیں، خیر الامم اُمت اسلامیہ ہے اور اس اُمت کی بقاء درحقیقت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے فرزند کے طفیل اور رہین مِنت ہے یعنی حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی مرہون منت ہے، اس صلح کی طرف اشارہ ہے جو اُمت کی بقاء کی خاطر کی گئی۔

تا نشیند آتشِ پیکار و کین
پشتِ پازد بر سرِ تاج و نگین

اُمت کے اندر کینہ و دشمنی کی آگ شعلہ ور نہ ہو، اس کیلئے تاج و نگین اور اقتدار کو ٹھکرا دیا، کس لئے؟ تاکہ یہ خیر الامم اور یہ اسلامی جمعیت و اُمت مسلمہ باقی رہے، وہی جس اُمت کو توڑنے کیلئے آج سب نے قسم کھا رکھی

ہے، جس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو عین دین سمجھ لیا ہے، جس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو جنت کا ذریعہ سمجھتے ہیں در حقیقت حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کے فرزند سبط اکبر علیہ السلام نے اس جمعیت کو باقی رکھنے کیلئے اپنا حق بھی دے دیا۔ پھر دوبارہ اقبالؒ امام حسین علیہ السلام پر آجاتے ہیں۔

فاطمہ سلام اللہ علیہا مولائے ابرارِ جہاں کی ماں

در حقیقت اقبالؒ عاشق حسین علیہ السلام ہیں، اس کاروانِ عشق میں اقبالؒ بھی ہیں جس کے سالار حسین علیہ السلام ہیں۔ خود کہہ رہے ہیں کہ یہ حسین علیہ السلام سے ہی سیکھا ہے، اصلاً عشق کا اُستاد ہی حسین علیہ السلام ہیں۔ عشق کا معلم ہی حسین علیہ السلام ہیں، غیر از حسین علیہ السلام عشق کسی کو سمجھ میں آتا بھی نہیں۔

آن دگر مولای ابرارِ جہان
قوتِ بازوئے احرارِ جہان

تمام عالم کے ابراروں کے مولا سید الشہداء امام حسین علیہ السلام ہیں، دنیا میں جتنے بھی حریت پسند لوگ ہیں ان سب کی قوتِ بازو، ان سب کے حوصلہ، جوش، ولولہ کے اندر جس زور اور توانائی آجاتی ہے اور جس کے تذکرے سے عزم ملتا ہے جس کے ذکر سے ان کے اندر قوت آتی ہے وہ بھی فاطمہ سلام اللہ علیہا کا بیٹا ہے۔ ابرارِ جہاں اور احرارِ جہاں حسین علیہ السلام کی ذات ہے، جتنے بھی دُنیا میں حریت پسند ہیں انہوں نے حریت کا سبق حسین علیہ السلام سے سیکھا ہے۔

درنوائے زندگی سوز از حسین علیہ السلام
اہلِ حق حریت آموز از حسین علیہ السلام

مترنم ترین آوازیں بھی در حقیقت زندگی کی نوا ہیں بہترین خوبصورت نغمے بھی زندگیوں کی آوازیں ہیں اور بدترین آوازیں بھی زندگیوں کی صدائیں ہیں بعض زندگیاں ہیں اور ان کی نوا میں سوز ہے۔ بعض بے سوز ہیں۔ شہوت رانوں کی زندگی میں نوا ہی نہیں اور اگر نوا ہو تو اس کے اندر سوز نہیں ہے، جاہ طلب، مال پرست، دنیا پرست، شہرت طلب، ان کی زندگیوں میں نوا نہیں ہے چونکہ ریا کار ہوتے ہیں اور اگر نوا ہو تو بھی اس میں سوز نہیں ہیں اور سوز کہاں سے آتا ہے؟ سوز درد سے آتا ہے، درد کون پیدا کرتا ہے؟ عشق درد پیدا کرتا ہے اور عشق

کہاں سے آتا ہے؟ جب کاروانِ سالارِ عشق سے رابطہ ہو یعنی حسین علیہ السلام سے رابطہ ہو، مکتب حسین علیہ السلام سے درد پیدا ہو کر عشق آتا ہے، یہ عشق درد پیدا کرتا ہے اس درد سے نوا نکلتی ہے، آواز نکلتی ہے اس نوا میں سوز ہوتا ہے یعنی زندگی کی نوا میں اگر سوز ہے تو وہ حسینؑ سے ہے۔

اے حق پرستو! حریت اور آزادی کا درس حسین علیہ السلام سے دیکھو، حسین علیہ السلام حریت کا اُستاد ہے، معلمِ حریت ہے۔ یہ تو اقبالؒ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے فضائل بیان کر رہے تھے۔ فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ کہاں سے آتا ہے، اولاد میں خصلتیں کہاں سے آتی ہیں؟ پھل کہاں سے میٹھا ہوتا ہے؟ پھل درخت کی وجہ سے میٹھا ہوا ہے، کبھی بھی کڑوے درخت پر میٹھا پھل نہیں لگتا۔ بقول مولاناؒ کے کہ کبھی گندم کاشت کر کے جَو نکلتے ہوئے دیکھا ہے؟ اور کبھی دیکھا کہ گھوڑے سے گدھا پیدا ہوا ہو؟ نہیں ہوتا، کیوں؟ اس لئے کہ تناسب ضروری ہے، جیسے ماں باپ ہوں گے ویسی اولاد ہوگی، جیسا درخت ہوگا ویسا پھل ہوگا۔ یہ حسین علیہ السلام جو کاروانِ سالارِ عشق ہے اور حسین علیہ السلام جو مرکزِ پرکارِ عشق ہے یہ مولائے ابرارِ جہان کہ جس کی وجہ سے حیاتِ بشر میں سوز موجود ہے، یہ حریت کا معلم ہے۔

اولاد کی تربیت ماؤں کی مرہون منت

یہ ساری صفات ان فرزندوں میں کہاں سے آئی ہیں؟ فرماتے ہیں کہ

سیرتِ فرزندھا از اُمّہات
جوھرِ صدق وصفا از اُمّہات

بچوں کی سیرت ماؤں کی جانب سے ہے، اس شجرہ پر لگے ہوئے پاکیزہ پھل، پاکیزہ ماؤں کا اثر ہے یعنی ماں کے وجود کا اثر ہے، ماں کے دوودھ کا اثر ہے، ماں کی تربیت کا اثر ہے، کسی بچے کے اندر گوہر صدق وصفا ماں پیدا کرتی ہے، البتہ دوسرے اسباب بھی اس کے اندر دخیل ہیں، تربیت میں بھی بے تربیتی میں بھی لیکن اساس اور بنیاد ماں ہے، خود انسان بھی ماں سے کچھ لے کر آتا ہے۔ اب حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کیا تھیں کہ جن سے یہ پھل نکلا؟

مزرع تسلیم را حاصل بتول
مادران را اسوۂ کامل بتول

تقدیرِ خدا کے آگے تسلیم ہونا یہ انسان کا مقامِ عظیم ہے، مقامِ تسلیم بہت عظیم مقام ہے، تسلیم کو اگر کھیتی فرض کریں تو اس تسلیم کی کھیتی میں جو پھل لگا ہے اس سارے پھل کو اگر جمع کر کے نچوڑیں تو وہ اسوۂ کاملہ زہراء سلام اللہ علیہا ہیں۔

یہ ساری زحمت اقبالؒ نے اس مصرع کیلئے کی ہے کہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا ماؤں کیلئے اسوۂ کاملہ ہیں، مائیں اتنی پاکیزہ ہوں، ان کا وجود اتنا آمادہ ہو تا کہ اس جیسا پھل ماؤں کے شجرۂ وجود پر لگے۔

ضرورت مندوں کیلئے تڑپنے والا دل

دیکھیں زہراء سلام اللہ علیہا کیا ہیں؟

بہر محتاجی دلش آن گونہ سوخت

با یہودی چادرِ خود را فروخت

بہر محتاجی، یعنی ایک ضرورت مند کی خاطر اتنا زہراء سلام اللہ علیہا کا دل جلتا اور کڑھتا ہے کہ ابھی اپنی عروسی ایام میں اور لباس میں ہیں اور باہر فقیر آجاتا ہے اپنا شادی کا لباس جو ہر خاتون کیلئے ایک یادگار لباس ہوتا ہے اس کو آخر تک رکھتی ہیں وہی لباس و چادر جا کر ایک یہودی کے ہاتھ بیچ کر اس فقیر کی ضرورت برطرف کرتی ہیں۔ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کیلئے رونے والا اور سینہ پیٹنے والا غور کرے کہ آیا فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا ہماری زندگیوں میں آئی ہیں؟ کیا ضرورت مندوں کیلئے اس طرح ہمارا دل جلتا ہے؟ اگر زہراء سلام اللہ علیہا ہماری زندگیوں میں اسوہ ہوتیں تو یقین جان لیجئے کہ اس وقت کوئی ضرورت مند ایسا نہ ہوتا کہ جس کی ضرورت پوری نہ ہوئی ہوتی۔

جن اور ملائکہ، زہراء سلام اللہ علیہا کے مطیع

نوری و ہم آتشی فرمانبرش

گم رضائش در رضائش شوہراش

نوری اور آتشی، یعنی جن اور ملائکہ سارے اس کے فرمانبرار ہیں یہ جو حکم دے وہ مانتے ہیں، یعنی

ساری مخلوقات حکم کی پابند ہے۔ یہاں اقبالؒ نے انسانوں کا ذکر نہیں کیا، ملائکہ اور جن فرمانبردار ہیں چونکہ انسانوں کی زندگیوں میں ابھی زہراء سلام اللہ علیہا کو داخل کرنا چاہتے ہیں کہ ملائکہ اور جنات جس کے فرمانبردار ہیں، اے بشر اے انسان! تو جس ہستی کے مقابلے میں ہے ملائکہ اس کے فرمانبردار ہیں۔

فاطمہ سلام اللہ علیہا کی رِضا اپنے شوہر کی رِضا میں فانی ہے، علی علیہ السلام کی بات کے آگے ان کی کوئی بات نہیں ہے، زہراء سلام اللہ علیہا کس پر راضی ہیں؟ جس پر علی علیہ السلام راضی ہیں اور اُدھر سے ہمارے پاس سند موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس سے راضی ہوں جس سے فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا راضی ہیں اور جس پر میں راضی ہوں اس پر اللہ راضی ہے اور فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں میں اس سے راضی ہوں جس سے یہ علی علیہ السلام راضی ہیں۔

آن ادب پروردۂ صبر و رضا
آسیا گردان و لب قرآن سرا

فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا ادب پروردۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کی تربیت کی اور صبر و رضا کے ادب سے مؤدب کیا، اس لئے تو آپؑ مقام رضا پر فائز تھیں۔

اپنے ہاتھ سے چکی چلاتی تھیں، نوکر چاکر نہیں رکھے ہوئے تھے کہ جو گھر کے کام کرتے ہوں اور خود ڈرائنگ روم میں بیٹھی رہتی ہوں، جیسا کہ آج کل خواتین کی روش ہے یہ سب اس لئے ہے کہ زہرا سلام اللہ علیہا بعنوان اسوہ ہماری زندگیوں میں داخل نہیں ہیں۔ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے نام پر مدرسے بنے ہوئے ہیں، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے نام پر ادارے بنے ہوئے ہیں، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے نام پر کیا کچھ ہو رہا ہے؟ یہ باعظمت بی بی سلام اللہ علیہا اپنے ہاتھ سے چکی چلاتی ہے اور چکی کے دوران زبان پر شکوہ بھی نہیں ہے کہ چکیاں چلا چلا کر ہاتھوں پہ چھالے پڑ گئے ہیں بلکہ چکی چلاتی ہے اور ہمیشہ زبان پر قرآن کا ورد ہے۔ بی بی سلام اللہ علیہا کی ایک روایت ہے، فرماتی ہیں کہ

اے لوگو! تمہاری دنیا سے مجھے چند چیزیں پسند ہیں، ان چند چیزوں میں سے ایک قرآن پڑھنا مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔

یعنی گھر کا کام بھی کر رہی ہیں اور قرآن بھی پڑھ رہی ہیں۔ یہ خواتین جو گھنٹہ گھنٹہ ٹیلیفون پر بات کرتی

ہیں، سارا دن ٹی وی دیکھتی ہیں، سارا دن یہ مناظر دیکھتی ہیں اور آخر ایام فاطمیہؑ میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو رونے آجاتی ہیں۔ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا اپنے گھر کے کام اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں، اس وقت گھر کا سخت ترین کام چکی چلانا ہوتا تھا، لوگ غلاموں سے چکی چلواتے تھے اور تاجدارِ ھل اتیٰ کے گھر میں ملکہ قصر حضرت زہراء سلام اللہ علیہا خود چکی چلا رہی ہیں اور ساتھ قرآن پڑھ رہی ہیں نہ کوئی شکوہ، نہ کوئی گلہ، کہ یہ میری کیا زندگی ہے؟

فاطمہ سلام اللہ علیہا کے آنسو عرش برین کا عطر

گریہ ھای او ز بالین بی نیاز
گوھر افشاندی بدامانِ نماز

زہراء سلام اللہ علیہا سرہانے پر سر رکھ کر نہیں روتی تھیں، چونکہ ایسی خاتون نہیں تھیں کہ جن کے دل کے اندر ہزار محرومیتیں عقدہ بن گئی تھیں، نہ، بلکہ اہل تسلیم و رضا تھیں، روتی تھیں لیکن ان کے گریہ کا مقام اور گریہ کا وقت حالت نِماز تھی، نماز میں روتی تھیں، جی بھر کر نماز میں روتی تھیں، کس کیلئے؟ خدا کے سامنے خدا کے خوف سے روتی تھیں، عظمت خِدا کے سامنے روتی تھیں، یہ عاشقانہ گریہ ہے، یہ عشق کا گریہ ہوتا ہے۔ ان آنسوؤں کو کیا کیا جاتا تھا؟

اشک او بر چید جبرئیل علیہ السلام از زمین
همچو شبنم ریخت بر عرشِ برین

جبرائیلؑ آسمان سے زمین پر آتے تھے اور زہراء سلام اللہ علیہا کے آنسو اکٹھے کرتے تھے اور کیا کرتے تھے؟ زمین سے زہراء سلام اللہ علیہا کے جو آنسو نماز میں گرتے تھے اکٹھے کر لئے جاتے تھے اور عرش بریں پر جا کر ان کو شبنم کی طرح بکھیرتے تھے لہٰذا اقبالؒ کے نزدیک عرشِ بریں کا معطر ہونا زہراء سلام اللہ علیہا کے آنسوؤں سے تھا، شاعرانہ تشبیہ و تمثیل ہے یعنی زہراء سلام اللہ علیہا وہ شخصیت ہے کہ جو عبادت زمین پر کرتی ہیں لیکن تاثیر عبادت عرش برین پر ہے۔ عرشِ بریں زہراء سلام اللہ علیہا کے آنسوؤں سے معطر اور منور ہے۔ اب اتنی باعظمت خاتون کے حضورِ اقبالؒ کیسے عقیدت کا اظہار کرتے ہیں؟

رشتہ آئین حق زنجیر پاست
پاس فرمان جنابِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است
ورنہ گرد تربتش گردیدمی
سجدہ ھا بر خاک او پاشیدمی

آئینِ حق میرے پاؤں کی زنجیر بنا ہوا ہے اور مجھے اسلام کی اجازت نہیں دیتا اور اسی طرح جنابِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا مجھے پاس ہے اور فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر مانع نہ ہوتا تو میں ساری عمر آپ کی قبر کے گرد طواف کرتا اور میرا ایک ہی کام ہوتا کہ میں تربتِ پاکِ زہراء سلام اللہ علیہا پر فقط سجدے کرتا۔ اس کی تربیت پر اقبالؒ کی پیشانی ہوتی یعنی زہراء سلام اللہ علیہا اس قدر عظمت کی مالک ہے، ظاہر ہے کہ اس عظمت کو سمجھنے کیلئے اقبالؒ جیسی بصیرت کی ضرورت ہے، ہمارے ذہن میں اتنی معرفت سے بھی قاصر ہیں جتنی خدا نے اس عظیم انسان کو توفیق عطا کی ہے۔ اس دعا کے ساتھ کہ خداوند تبارک وتعالیٰ ہمیں مقامِ زہراء سلام اللہ علیہا کو سمجھنے کی توفیق دے اور حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کو اپنی زندگیوں میں اسوہ کے طور پر داخل کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

فاطمہ علیہا السلام

فصل دوم:

ام الکتاب

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (۱)

ولادتِ باسعادتِ سیدہ طاہرہ، عصمتِ کبریٰ، کوثرِ الٰہی حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے موقع پر تمام مومنین ومومنات وتمام راہ روانِ راہِ ولایت اور امامت وامّتِ اسلامیہ کو تبریک وتہنیت عرض ہے اور اسی طرح یہ مناسبت پر برکت و باسعادت سیدہ کونینؑ کی ولادت، روزِ عظمتِ خواتین و روزِ تکریمِ خواتین اسلام پر بھی آپ تمام نساء اسلام ومخدراتِ اسلام کو مبارک باد عرض ہے۔

یہ روزِ عظیم و روزِ تکریم ولادت حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا یومِ تعظیمِ مادر یعنی ماں کی عظمت اور تعظیم وتکریم کا دن بھی ہے۔ اس مجلس کے ذریعے سے مومنات ونساءِ اسلام اور تمام مادرانِ اسلامی کو اس روزِ مبارک پر تبریک وتہنیت عرض کرتا ہوں۔ آج اس پر برکت دن خداوند تعالیٰ نے کوثرِ الٰہی کے صدقے، ان کے طفیل و برکت سے ملتِ پاکستان وملت اسلام کو بالخصوص مومنات کو جو نعمتِ عظمیٰ عطا فرمائی ہے وہ ایک عظیم علمی مرکز امّ الکتاب ہے۔ عرصے سے ایک آرزو تھی کہ اس سرزمین کے اوپر پیروانِ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا اور راہ روانِ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نسائے اسلام کیلئے ایک عظیم تعلیمی، تربیتی مرکز قائم ہو۔ الحمدللہ! آج وہ روزِ مبارک آیا ہے اور ہم خداوند کی بارگاہ میں شکرگزار ہیں، اگرچہ آغاز میں ہی اظہارِ تشکر اور اظہارِ معذرت بھی کردوں کہ آپ تمام مومنین و مومنات نے دور اور نزدیک سے زحمت گوارا فرمائی اور آپ سب خواتین تشریف لائی ہیں، آپ کو حوزہ علمیہ جامعہ امّ الکتاب میں تشریف آوری پر خوش آمدید عرض کرتے ہیں۔ اس آرزو کے ساتھ کہ خداوند متعال آپ کے قدم کو مبارک فرمائے گا، یہ حوزہ علمیہ اس سرزمین کی بیٹیوں کی تعلیم وتربیت کے لیے اسی طرح رضائے حق ومرضیٔ خدا ہو ،جس طرح رضائے حضرت زہراء سلام اللہ علیہا ہے اور ان شاء اللہ وہ اپنا فریضہ ووظیفہ ادا کرسکیں۔ بی بی کی ولادت بھی

(۱) سورہ کوثر

قریب آ گئی تھی اس لئے ہم نے جلدی سے کوشش کی ہے کہ اس عمارت کا حصّہ کم از کم تیار کر کے آپ کی تشریف فرمائی کیلئے آمادہ کیا جائے۔لطفِ الٰہی سے وہ حصّہ تیار ہے جس میں آپ تشریف فرمایں۔

شکر گزار ہیں خداوند تبارک وتعالیٰ کے ساری نعمتوں پر جن کے ہم لائق و قابل نہیں تھے وہ اس نے عطا فرمائیں۔شاید اللہ کا ارادہ ہے کہ خواتین ونساءِ اسلام کے لئے اپنے لطف کو تمام کرے اور اپنی نعمت کو اتمام و اکمال کرے اور اس زمین پر ان شاء اللہ نساء اسلام وخواتین اِسلام کے ہاتھوں سے پرچم اِسلام بلند ہو،اسلام کی سربلندی کا باعث بنے۔

کوثر، نعمتِ عظمٰی

خداوند نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعمتِ عظمٰی حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی صورت میں عطا فرمائی۔اس کا نام کوثر رکھا ”انّا اعطینٰک الکوثر“،اے رسولؐ ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے ایسا برکت و نعمت کا خزانہ جو قیامت تک نہ ختم ہونے والا ہے۔یہ چشمہ خداوند تعالیٰ نے امت اِسلامیہ کو عطا فرمایا ہے یعنی ذاتِ گرامی حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کوثر اور چشمہ ہے اللہ نے جو نعمت مخلوق اور خصوصاً امت اسلامیہ کو عطا کرنی ہے وہ اسی چشمہِ کوثر سے پھوٹے گی۔اس لئے آج اسلام اور مومنین کے دامن میں خداوند نے جو عطا کیا وہ اس بی بیؑ کے وجودِ مبارک سے ہی پھوٹا ہے،وہ امامت کا مکتب ہو یا ولایت کا نظام ہو،وہ آئمہ اثنا عشری ہو یا کتاب اللہ کی تفسیر ہو یہ سب وجودِ زہراء سلام اللہ علیہا کے طفیل ہیں۔

امّہاتُ المومنین

حضرت زہراء سلام اللہ علیہا اس لئے عظیم نہیں ہیں کہ ان کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے ازواجِ مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جن کی عظمت قرآن نے ذکر کی ہے،انہیں امہات المومنین نے کہا ہے۔یعنی مومنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کو مومنوں کی مائیں کہا تا کہ مومن ان کے ساتھ ماں جیسا رویہ اور سلوک روا رکھے،اس کی وجہ یہ تھی کہ کچھ لوگ عصرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں از دواج کے متعلق بدگمانی رکھتے تھے، غلط الفاظ استعمال کرتے تھے، ان کی نیتیں اور سوچیں ناپاک تھیں۔ خداوند نے ان کو متوجہ کیا کہ یہ تمہاری مائیں ہیں اور تمہاری ماں کا درجہ رکھتی ہیں لہٰذا ان کے متعلق سوءظن رکھنا ایسا ہی ہے جیسے ماں کی نسبت سوءظن رکھنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نسبت کی وجہ سے مکرم، معظم و قابل تعظیم قرار پائیں حالانکہ وہ معمولی خاندانوں سے تھیں اور کچھ ان میں سے ایسی تھیں جنکے ماں باپ مسلمان نہیں تھے بلکہ بعد میں ان میں سے کچھ مسلمان ہوئے کچھ اسلام قبول کرنے سے پہلے ہی دنیا سے جا چکے تھے۔ جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازدواج تھی جو حلقہ عقدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں آئیں تو انہیں اُمّہات کہا گیا۔ لیکن حقیقتاً جس ہستی کو یہ درجہ حاصل ہے وہ ماں جس کی تعظم اور تکریم واجب قرار دی جو پوری امت اور تمام مخلوق کی ماں ہے۔ جس کی آغوش کو مخلوق کی تربیت اور ہدایت امت کی آغوش قرار دیا گیا ہے۔ جس کو خیر و برکت کا خزانہ قرار دیا گیا ہے، نہ صرف تعظیم کے لئے بلکہ امت کو جو کچھ پانا ہے وہ اس ماں سے ہی حاصل کرنا ہے اس ہستی کا نامِ گرامی فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیویوں کو نہیں کہا کہ تم نے امت کی تربیت کرنی ہے اور امت کو راستہ دیکھانا ہے۔

حقیقی یومِ مادر

یہاں ازواج کی ذمہ داری نہیں لگائی کہ تم نے امت کی خاطر جہاد کرنا اور قربانیاں دینی ہیں کیونکہ یہ جس کی عزت کروانی تھی وہ ماں اور بنائی جس نے اسلام پہ قربان ہونا تھا، فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا وہ ماں ہیں جس نے اپنی آغوش میں اسلام اور قرآن کو پالا ہے، جس نے اپنی آغوش میں نظامِ دین اور توحید کو پالا ہے، جس نے اپنی آغوش میں عقیدے اور ھدایت کو پالا ہے۔ اس لئے ابن شہر آشوب اپنی کتاب مناقب آلِ رسولؐ میں روایت نقل کرتے ہیں کہ امّ المومنین، امّ الھدیٰ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا امّ الکتاب، یعنی کتاب کی ماں ہے یعنی کتاب کو پرورش دینے والی، کتاب کو اپنی آغوش میں لے کر امت کو سمجھانے اور امت کو تعلیم دینے والی ماں کا نام فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا ہے۔ اس لئے خواہران گرامی و مادرانِ گرامی اپنے سرمائے کی طرف توجہ کریں

مدر ڈے وہ نہیں ہوتا کہ جب ایک بے حیاء و بے عفت امریکی خاتون، برطانوی یا مغربی خاتون جس دن اپنی کوئی بے عفتی یا بے حیائی کا مظاہرہ کرے اس کا دن مدر ڈے نہیں ہوسکتا یہ ماں کا دن کہلانے کے قابل نہیں ہے بلکہ مدر ڈے وہ ہوسکتا ہے جس دن وہ حقیقی ماں دنیا میں آئیں، جس نے انسانیت اور ہدایت کی پرورش کی ہے، جس نے اپنی آغوش میں میں اسلام کی پرورش کی ہے۔ اسلام درحقیقت فرزند زہراء سلام اللہ علیہا ہے، قرآن درحقیقت آغوشِ زہراء سلام اللہ علیہا میں پلا ہے۔ آپ نے وہ تعارف سنا ہے جو امامِ زین العابدین علیہ السلام نے شام کے دربار میں یزیدیوں کے سامنے کہا کہ اے یزیدیوں! تم جانتے ہو میں کون ہوں؟

أَنَا ابْنُ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَى۔۔أَنَا ابْنُ عَلِيٍّ الْمُرْتَضَى أَنَا ابْنُ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ أَنَا ابْنُ خَدِيجَةَ الْكُبْرَى أَنَا ابْنُ الْمَقْتُولِ ظُلْما

"اے لوگو! جانتے ہو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند علی مرتضیٰ علیہ السلام کا فرزند، خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا فرزند اور فاطمۃ زہراء سلام اللہ علیہا کا فرزند ہوں۔

امامؑ نے فرمایا:

أَنَا ابْنُ مَكَّةَ وَ مِنًى أَنَا ابْنُ مَرْوَةَ وَ الصَّفَا (۱)

میں مکہ و منیٰ کا فرزند ہوں، میں مروہ و صفا کا فرزند ہوں۔

میں صفا اور مروہ کا فرزند ہوں، میں کعبہ کا فرزند ہوں، میں زمزم کا فرزند ہوں، میں منیٰ اور عرفہ کا فرزند ہوں۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ وہ چیزیں ہیں جو میرے آباو اجداد نے قائم کی ہیں، یہ ابرہیم علیہ السلام نے قائم کی ہیں اور میں فرزندِ ابراہیمؑ ہوں۔ ان کو بنانے والا بھی ہماری نسل سے ہے ان کو بچانے والا بھی ہماری نسل سے ہے۔

اپنی آغوش میں پروان چڑھانے والی امت کی حقیقی ماں ہماری نسل سے ہیں۔ اس لئے وہ دن یوم مادر کہلانے کے قابل ہے جس دن حقیقی ماں، پاکیزہ ماں اور اصلی ماں وجود میں آئی۔ قرآنِ کریم میں ذکر کیا

(۱) مناقب آل أبي طالب (لابن شهرآشوب) ج ۴، ص ۱۶۸

گیا ہے کہ فاطمۃ زہراء سلام اللہ علیہا امّ الکتاب ہیں۔ ابن شہر آشوب نے روایت نقل کی ہے کہ فاطمۃ زہراء سلام اللہ علیہا امُ الکتاب ہیں۔ امّ الکتاب یعنی کتاب کی ماں البتہ تفصیلی مطالب دوسرے حصّے میں عرض کروں گا حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کا دن اس قابل ہے کہ روزِ عظمتِ خواتین قرار پائے خواتین اپنے سرمائے کی طرف متوجہ ہوں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے ایامِ شہادت و ایامِ ولادت میں عظیم باشکوہ مجالس برپا کریں۔ فاطمۃ زہراء سلام اللہ علیہا کی شخصیت کا تعارف پوری دنیا کو کروائیں اور حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کا پیغام گھر گھر پہنچائیں۔ خواتین سفیرانِ اور پیروانِ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا بن جائیں جو پیغام حضرت زہراء سلام اللہ علیہا دروازے کھٹکھٹا کے دینا چاہتی تھیں لیکن لوگوں نے در نہیں کھولے وہ پیغام لے کر آپ شہروں میں پہنچ جائیں۔ پیغامِ زہراء سلام اللہ علیہا دنیا کو جگانے والا پیغام ہے جبکہ ہم نے غفلت کی ہے ہم نے انسانیت کی حقیقی ماں نہیں پہچانی، حقیقی ماں کا تعارف نہیں کروایا جھوٹی مائیں بنا کر دنیا کے سامنے پیش کی ہیں جیسے مدر ٹریسا، جو ماں کی حیثیت نہیں رکھتی اگرچہ دنیا کے لئے خدمت کی ہے اس نے بشریت کی خدمت کی ہے لیکن انسانیت کی ماں بننے کے لئے ایک اسکول بنا دینا کافی نہیں ہے اسی طرح مونٹیسوری بھی انسانیت اور بشریت کی ماں نہیں بن سکتی۔ اگرچہ اس نے انسانیت کے لیے تعلیمی سسٹم بنایا ہے خدمت کی ہے اچھا کام کیا ہے ہم سراہتے ہیں، ہم انکار نہیں کرتے لیکن یہ انسانیت کی ماں نہیں بن سکتی، کیونکہ اس مونٹیسوری میں بشریت کی ماں بننے کی صلاحیت نہیں ہے، مدر ٹریسا میں مدر بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ وہ ماں نہیں بن سکتی جو کسی کے زخموں پر فقط مرحم رکھ دیں یا

جو کسی ضرورتمند کی ضرورت پوری کر دیں بلکہ حقیقی ماں وہ ہوتی ہے کہ جس کی آغوش میں اس کی شخصیت کمال تک پہنچتی ہے یعنی ماں اس کو کہتے ہے جو بچّے کی شخصیت کو خدا تک پہنچا دے۔ جس طرح علی علیہ السلام کا فرمانا تھا کہ میں اس امّت کا باپ ہوں۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس امّت کو خدا تک پہنچانے والا ہوں، زمین سے زیادہ آسمانوں کہ راستے جانتا ہوں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا وہ ماں ہیں جس نے تمام بشریت کو خدا تک پہنچایا ہے، آج ہماری غفلت و کوتاہی کی وجہ سے اور ہماری بیداری نہ ہونے کی وجہ سے جھوٹی مائیں میڈیا کی وجہ سے دنیا میں متعارف کروادی گئی ہیں۔

احیائے ایامِ فاطمیہ سے پاکستان کی نجات

جمادی الثانی کا پورا مہینہ فاطمی مہینہ ہے بلکہ ۳ جمادی الاوّل سے لے کر ۲۰ جمادی الثانی تک ایامِ فاطمیہ ہیں۔ ان ایامِ فاطمیہ میں خواتین و دختران فاطمی اور مادرانِ اسلامی کا کام ہے کہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی شخصیت کو اجاگر اور نمایاں کریں گھر گھر باشکوہ مجالس و محافل برپا کریں۔ تاکہ دنیا کو حقیقی ماں نصیب ہو جائے۔ یہ ذہن میں رکھیں کہ جس دن پاکستانی قوم کو حقیقی ماں مل گئی اس دن اس کو نجات کا راستہ بھی مل جائے گا در حقیقت اس قوم کو ماں کی ضرورت ہے اور وہ فاطمی ماں ہے آج فاطمی ماں کے کردار کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض افراد کے ذھن میں یہ سوال آتا ہوگا کہ یہ نورانی اور پاکیزہ محفل ایک سیاسی جلسہ ہو لیکن ام الکتاب کسی پارٹی کا نام نہیں ہے اور یہ مجلس سیاست یا سیاسی مظاہرہ نہیں ہے بلکہ درحقیقت یہ اس ہستی کی پیروکار خواتین کا اجتماع ہے جس کا درد یہ تھا کہ لوگ دینِ خدا، راہِ رسول اللہ اور، راہِ ولایت و امامت کو سمجھ نہیں سکے۔ آج درحقیقت یہ اجتماعِ لبیک ہے۔

ابن زہراء سلام اللہ علیہا نے کربلا میں هل من ناصرٍ ینصرنا۔ هل من ذابٍ یذب عن حرمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدا بلند کی تھی جبکہ ایک ھل من کی صدا حضرت زہراء سلام اللہ علیہا نے مدینے میں بلند کی تھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد بی بی نے ھل من شاھد؟ آیا کوئی گواہ ہے کی صدا بلند کی کہ آیا کوئی ہے جو رسول اللہ کی غدیر کے امامت و ولایت کے اعلان کی گواہی دے اور اس دن حضرت زہراء سلام اللہ علیہا سارے مدینے کو للکارتی رہیں لیکن اس مدینے سے کوئی گواہی دینے کے لئے نہیں آیا تھا۔ میں یہ عرض کروں گا اے بی بی! اے سیدہ! اے مظلومہ! اس دن ایک بھی نہیں نکلا تھا اور آج آپ مشاہدہ فرمائیں آپؑ کی پیروکار، پاکیزہ، باعزّت، اور ایمانی خواتین کا ایک جمِ غفیر اس امّ الکتاب میں آیا ہے۔ اے بی بی! اس لئے امّ الکتاب میں آیا ہے تاکہ وہ لبیک کی تشنہ آواز جو مدینے میں دب کے رہ گئی تھی اور اس پر کسی نے لبیک نہیں کہا آج یہاں بیٹھ کر پورے وجود سے کہیں اے زہرا! لبیک، ہم تیرے نظامِ ولایت کے پیروکار آ گئے ہیں۔ آپ نے اپنے وجود سے اور زبان سے لبیک کہنا ہے تو یہ ذہن میں رکھیں بی بی نے کس لہجے میں صدا بلند کی۔ اھل من شاھد کوئی گواہی دینے والا ہے؟ زہراء سلام اللہ علیہا فریادیں کر کے رو رو کے اور سسک سسک کے کہہ رہی تھیں، جب زہراء سلام اللہ علیہا کو

کوئی شاھد نہیں ملا تو رو کر گھر میں آ کر بیٹھ گئیں اور گھر سے باہر آنا چھوڑ دیا۔کہا: اے لوگو! اب میں ناراض جا رہی ہوں بی بی نے جس طرح کہا تھا ھل من شاھدٍ اسی آواز اور لہجے کے ساتھ کہو اے زہراء سلام اللہ علیہا ہم حاضر ہیں، اے بی بیؑ ہم حاضر ہیں، اے امّ ابیہاؑ ہم حاضر ہیں، اے امّ الکتابؑ ہم حاضر ہیں، اے ام المومنین! ہم حاضر ہیں، اے امّ المومنات! ہم حاضر ہیں، اے امّ الاسلام! ہم حاضر ہیں، اے امّ ہدایت! ہم حاضر ہیں، اے امّ الامامت! ہم حاضر ہیں، اے امّ الولایت! ہم حاضر ہیں، اے امّ الدین! ہم حاضر ہیں۔

آپ نے اپنے وجود سے لبیک کہہ دیا درحقیقت یہ مدینے کی تشنگی کو آپ بجھا رہی ہیں اور جناب زہراء سلام اللہ علیہا کو لبیک کہہ رہی ہیں، پاکستان کو اسی چیز کی ضرورت ہے۔نساءِ اسلام! خواتین فاطمی واسوہ ھای زینبی آپ کی عظیم ذمہ داری ہے آپ درحقیقت راہ روئے راہِ حضرت ہیں، آپ نے حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی تنہائی کو ختم کر کے دنیا کو بتانا ہے کہ جس آواز کو تم نے دبانا چاہا آج ہر گلی گلی سے نکلے گی، جس امامت کے مکتب کو تم نے مٹانا چاہا اور جس ولایت کے نظام کو تم نے دبانا چاہا آج وہ ہر زبان کا ورد بن جائے گا اور دل کی آواز بن جائے گا۔

سرچشمہ نجاتِ بشریت

قرآن نے ازواجِ رسول اللہ کو اُم المومنین اس وجہ سے کہا کیونکہ لوگ ان کا ماؤں جیسا احترام نہیں کرتے تھے۔آپکی آج کی مطبوعاتی زبان کے بقول ان کو ماؤں والا پروٹوکول نہیں دیتے تھے بلکہ انہیں معمولی خواتین کی طرح بلاتے تھے۔تعظیم کی خاطر کہا کہ یہ تمہاری مائیں ہیں لیکن ماؤں کو نہیں کہا کہ تم نے امت کیلئے کچھ کرنا ہے۔جب رسول اللہ کی شادی ہوئی تو ایک بار بھی آیت نازل نہیں ہوئی، رسول اللہ نے کئی بار شادیاں کیں، بہت بزرگوار اور اعلیٰ کردار والی خواتین سے شادی کی لیکن شادی پر قرآن نے نہیں کہا انا اعطینک الکوثر اے رسول یہ بیوی تیری کوثر ہے حتیٰ خدیجہ الکبریٰ کو بھی نہیں کہا کہ یہ کوثر ہیں لیکن بطن خدیجہ سے جب فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا وجود میں آئیں اس وقت قرآن نے یہ اعلان کیا۔جب یہ سورہ نازل ہوا حکم دیا گیا کہ اس کا فریم بناؤ جیسے آج کل آپ بناتے ہیں۔رسول اللہ کو حکم دیا کہ اس سورہ کو فقط پڑھنے پر اکتفا نہیں کرنا بلکہ اس کو لکھو اور

مکہ شہر کی سب سے نمایاں جگہ پر اس کو آویزاں کرو۔سب سے نمایاں مقام کعبہ تھا،فرمایا:

یارسول اللہ اس سورہ کو فریم کر کے یعنی کپڑے پر لکھ کر اور اس کو کعبہ کی دیوار کے ساتھ آویزاں کر دو کیونکہ یہ وہ آیات ہیں جسکے بدلے کی قرآن میں کوئی آیت نہیں ہے۔

رسول اللہ نے حکمِ خدا پر سورہ کوثر کا فریم بنایا اور چمڑے کے اوپر لکھ کر کعبے کی دیوار پر لٹکا کر یہ بتانا چاہا کہ خدانے بشریت کی نجات کا سرچشمہ بنا دیا ہے جس ہستی کی ولادت پہ اللہ تعالیٰ نے سورہ اُتارا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکا فریم بنا کر کعبے کی دیوار پر آویزاں کیا درحقیقت یہ اللہ کا حکم اور رسول اللہ کا عمل امت کیلئے تھا کہ زہراء سلام اللہ علیہا کی ولادت کو آپ اس طرح دنیا میں نمایاں کریں،اس کوثر کے چشمہ کو دنیا میں نمایاں کریں۔

مقامِ خاتون اسلام کی نگاہ میں

آج کتنا عجیب ہے کہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی پیروکار مدرٹریسا کو جانتی ہیں،ہماری بیٹیاں ،بچیاں مونٹیسوری کو تو جانتی ہیں چونکہ اس کی آغوش میں پڑھتی ہیں اس سسٹم کے دامن میں پڑھتی ہیں،کیا زہراء سلام اللہ علیہا کا نظامِ تعلیم نہیں ہے؟ قرآن کہہ رہا ہے کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی ازواج مقدس ومطہر ہیں۔ان کی تعظیم واجب ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی کوثر نہیں ہے۔احترام کے لائق بہت سارے ہوتے ہیں لیکن اطاعت کی خاطر خدانے اور ہستیاں بنائیں ہیں،کچھ کا احترام کرو اور کچھ کی اطاعت کرو۔فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا صرف احترام کیلئے نہیں ہیں بلکہ اطاعت اور پیروی کیلئے ہیں۔ہر ایک کے اوپر یہ فریضہ ہے کہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی اطاعت دنیا کو سکھانی ہیں یہ روزِ ولادت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کو یومِ مادر کے طور پر منائیں۔روزِ عظمتِ خواتین اور اسلام کے طور پر منائیں۔توجہ فرمائیں کہ!اس وقت حضرت کی شخصیت نے جس طرح اسلام کو بچایا لہٰذا ایک اہم کام جو احیاء فاطمہ سے ہوگا وہ یہ ہے کہ مقام خواتین کو زندہ کرنا ہے اور یہی پہلا فریضہ ہے،سب علماو مبلغین کا اور سب سے بڑھ کر خود خواتین کا کہ شخصیتِ خواتین پہنچائیں کیونکہ خواتین کی شخصیت پائمال ہوئی ہے اس میں کوئی مستثنیٰ نہیں ہے،سب نے مل کر ایک چیز کو پائمال وسرکوب کیا ہے عورتوں اور

مردوں نے بھی، مغربیوں اور مشرقیوں نے بھی، دینداروں اور بے دینوں نے بھی، سیاستدانوں نے بھی چیز جو پائمال کی ہے وہ مقامِ خاتون ہے۔ وہ مقام جو خدا نے عظیم اور ارجمند بنایا، اس کو سب نے مل کر پائمال کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مقامِ خاتون زندہ کرنا حضرت زہراء سلام اللہ علیہا سے شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مقامِ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کو کوثر کہا پھر اسکے بعد کہا کہ آپ یہ سورہ کعبے کے ساتھ لٹکا دیں، پھر اس کے بعد بچپن سے بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کی تعظیم و تکریم کی۔ یہ وہ بی بی تھیں کہ جب بچپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محفل میں آتیں تو صحابہ کے درمیان ہوتے ہوئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تعظیم کیلئے قیام فرماتے۔

حاشیہ نشینی اور مقامِ خاتون کی پائمالی

اگر ہم پوری تاریخ کا جائزہ لیں اور پوری دنیا میں دیکھیں تو کہیں بھی بیٹیوں کیلئے باپ اٹھ کر کھڑے نہیں ہو لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جناب زہراء سلام اللہ علیہا کیلئے اُٹھ کھڑے ہوتے تھے صرف بیٹی ہونے کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس لیئے کہ فاطمہ اُسوہ ہیں فاطمہ سلام اللہ علیہا مقامِ نساء کیلئے نمونہ ہیں۔ درحقیقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فقط فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کی تکریم نہیں کر رہے تھے بلکہ عظمتِ خواتین اور عورت کے مقام کی تعظیم کر رہے تھے، مقامِ خواتین لوگوں کو بتا رہے تھے کہ جسے تم نے پائمال کیا ہے وہ قابل تعظیم اور قابلِ تکریم ہے۔ مردوں، ظالم حکمرانو ل، سرمایہ داروں سارے ہوس بازوں نے خواتین پر ظلم کیا لیکن سب سے بڑا ظلم خواتین پر خود خواتین نے ہی کیا ہے۔ خواتین نے اپنی شخصیت، اپنی حقیقت اور اپنے مقام کو بھول کر اپنے بارے میں وہ ذہنیت بنالی جو ان کے شایانِ شان نہیں ہے یعنی کوثر نسل کوثر و پیروانِ کوثر کے لیئے وہ مقام نہیں جو آج ان کو حاصل ہے۔ آج خواتین کی حیثیت کیا بنادی گئی ہے؟ سب نے مل کر ان کو گھریلو خادمہ بنا دیا ہے یا ان کو تسکین ہوس کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے، ان کو متاعِ تجارت بنا دیا گیا ہے یا ان کو غضب وغصہ زائل کرنے کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے ہر وہ کام کیا گیا جو اسکے لائق وشایانِ شان نہیں تھا اور خود خواتین نے بھی یہ مقام اپنے لیئے قبول کرلیا ہے آج مغرب نے سب سے زیادہ مشرق نے، مذہبیوں نے اور غیر مذہبیوں نے کیا خواتین پر ظلم کیا لیکن سب سے بڑا ظلم یہ ہوا کہ خود خواتین

کو ان کا مقام نہیں معلوم ہوا، دوسروں نے انہیں معلوم ہونے ہی نہیں دیا، فراموشی کا شکار ہوئیں۔ انہیں اپنے میدان سے ہٹا کر زندگی کے میدان سے باہر کر دیا گیا۔ انہیں زندگی کے بارڈر اور حاشیہ میں لا کر چھوڑ دیا گیا۔ یہ اصطلاح جو میں استعمال کر رہا ہوں حاشیہ اسے سمجھیں۔

محترم خواتین! حاشیہ جیسے ابھی میں، مثال میں حل کرونگا، جس ہال میں آپ تشریف فرما ہیں یہ ہال ہے لیکن اسکے دیوار کے ساتھ ساتھ ایک ایک فٹ یر یا یہ حاشیہ (باونڈری) کہلاتا ہے، یہ ہال کا اصلی حصہ نہیں ہیں بلکہ اصلی حصہ مرکز میں ہے مہمانوں کو ہمیشہ مرکز و اصلی جگہ پر بٹھایا جاتا ہے اور ثانوی مہمان جن کی کوئی اہمیت نہ ہو جن کو ویسے ہی رکھ رکھاؤ میں بلا لیا گیا ہو یا جنہیں نہ نہیں کی جا سکتی ہو، پیچھے کرسیاں لگا دی جاتی ہیں ان کو سائیڈ پہ بٹھا دیا جاتا ہیں یہی کام اس تہذیب نے خواتین کے ساتھ کیا کہ ان کو حاشیے میں بٹھا دیا گیا، ان کا کام میدان نہیں بلکہ ان کا کام میدان چھوڑ کر حاشیے میں جا بیٹھنا ہے۔ جب بھی زندگی کا کوئی اہم کردار وجود میں آتا ہے وہاں پر عورت میدان میں نظر نہیں آتی بلکہ حاشیہ اور باونڈری پہ نظر آتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے پہلے خواتین سے مقام چھین لیا گیا پھر خواتین نے اپنا مقام فراموش کیا پھر میدانِ عمل چھوڑا اور حاشیہ میں بیٹھ گئیں مثلاً یہی گھر جس کا سارا نظام خواتین کے دوش پہ چلتا ہے اسی گھر میں اسکا مرکزی کردار نہیں ہوتا۔ یہ ملک جس میں ہر مناسب عمل خواتین کے ذریعہ انجام پاتا ہے اس مملکت کے اندر خواتین نے اپنا اصلی کردار ادا نہیں کیا۔ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا نے لوگوں کو یہ بتایا کہ خاتون کا کام حاشیوں میں رہنا نہیں بلکہ میدان کے اندر رہنا ہے خاتون کو خدا نے میدان کیلئے بنایا ہے البتہ ایک خاص نزاکت کے ساتھ، احترام، پاکیزگی، عفت اور حیاء کے ساتھ کہ خاتون کا مقام محفوظ ہو اور وہ متاثر نہ ہو۔ آج عورتوں کا سارا حکمِ دین سمٹ کر حجاب میں آ گیا ہے عورتوں کا جب نام آتا ہے تو ساتھ پردہ بھی ذہن میں آتا ہیں گویا پردے کے علاوہ خواتین کا اور کوئی وظیفہ نہیں خواہ پردہ کر کے جو مرضی ہے کرتی رہے پھر سارے خوش ہو جاتے ہیں پردے میں ہے۔ پردہ کر کے اگر نافہم ہو، غلط سوچتی ہو، اسلام کے خلاف چلتی ہو اور بے عفتی کر رہی ہو تب سارے راضی ہو جاتے ہیں۔

بلکہ امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ پردہ عورت کی حفاظت وتحفظ، عورت کے کردار کی حفاظت اور اس کی

شخصیت کی حفاظت کے لئے ہے۔ پردے کے اندر موجود شخصیت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ وہ شخصیت بنے اور پردہ اس کردار کو بچائے، اگر پردہ نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ شخصیت نہیں بنی۔ خواتین کا پہلا فریضہ شخصیت بنانا ہے۔ اس شخصیت کے لئے بہت ساری چیزوں کی ضرورت ہے۔ میں مختصر الفاظ میں عرض کروں کہ پہلا کام خواتین کی شخصیت و کردار بنانا ہے اور اس کے لئے تعلیم، تربیت، بیداری اور فکر کی ضرورت ہے یعنی وہی مقام تعلیم و تربیت اور بیداری جو مردوں کے لئے ہے اسی سے خواتین کی بھی شخصیت بننی ہے۔ آپ پاکستان کے اندر دیکھیں کہ مردوں کے لئے جو انتظام ہے وہ کیا ہے؟ اور عورتوں کے لئے کیا ہے؟

مثال کے طور پر مذہبی امور میں اگر مسجد، امام بارگاہ، یا مدرسہ بنے تو اس میں خواتین کے لئے کوئی انتظام نہیں ہوتا ہے۔ اگر خواتین کا مدرسہ بھی بنائیں گے تو وہ چند کمروں پر مشتمل ہوگا چونکہ ایک دو سال پڑھ کے گھریلو کام کرنے ہیں۔ گھریلو کام کرنے والوں کے لئے اتنی دین کی شناخت کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا انہیں توضیح المسائل پڑھا کر فارغ کر دیتے ہیں۔ کیوں؟

کیا خاتون انسان نہیں ہے کیا جو مقام مرد کیلئے خدا نے بنایا وہ عورتوں کیلئے نہیں بنایا؟ کیا جو شخصیت مرد کیلئے ہے وہ عورتوں کیلئے نہیں بلکہ جو کردار مرد کیلئے ہے وہ عورتوں کیلئے بھی ہے کیونکہ عورتوں کی ذمہ داری امت سازی کے اندر بہت اہم ہے یہ آگے بیان ہوگا کہ تعلیم و تربیت و فکر یہ اساسی و بنیادی عنصر ہے جس کے ذریعے سے مرد و عورت کی شخصیت بنتی ہے! کتاب کا فلسفہ وجودی یہ تھا کہ وہ مادران امت ساز وہ کردار ساز کو موقع دیا جائے میدان دیا جائے اور ان کے لئے وہ نظام تعلیم و تربیت مقرر کیا جائے جو ایک بہت جامع، گہرا و عمیق نظام ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی حسرت

فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی چودہ سو سال کی حسرت پوری کریں۔ آج ہمیں منبروں سے یہ بتایا گیا ہے کہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی حسرت کربلا کے بعد شروع ہوئی ہے۔ یہ لوگ جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے آشنا نہیں ہیں جنہیں فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کربلا کے بعد نظر آتی ہیں کہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی حسرت یہ ہے کہ میرے شہید بیٹے کو رو

نے والا کوئی نہیں ہے دراصل انہوں نے فاطمہ سلام اللہ علیہا کو پہچانا ہی نہیں ہے۔فاطمہ سلام اللہ علیہا، حسین علیہ السلام کیلئے بعد میں روئی ہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے پہلے روئی ہیں اور فاطمہ سید الشہدا کیلئے بعد میں روئیں، علی علیہ السلام کیلئے پہلے روئی ہیں، فاطمہ کربلا کیلئے بعد میں روئیں، امامت وولایت کیلئے پہلے روئی ہیں۔فاطمہ سلام اللہ علیہا مدینہ میں وفاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کیوں ناراض ہو کر گھر بیٹھ گئیں؟ کیونکہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی آرزو کو لوگوں نے پورا نہیں کیا، فاطمہ سلام اللہ علیہا کی آرزو یہ نہیں تھی کہ میرے بابا کی وفات کے بعد بابا کے مزار پر آؤ اور سارے مل کر میرے ساتھ رو بلکہ فاطمہ عورتوں سے یہ چاہ رہی تھیں کہ تم اپنے مردوں کے ساتھ میدان میں آؤ اور اللہ کا نظام امامت وولایت کو اپناؤ کہ جسکو امت چھوڑ کر کسی اور نظام کی طرف، پارٹیوں اور تنظیموں کی طرف جارہی ہے۔اس نظام امامت و ولایت کی طرف امت کا آنا یہ فاطمہ کی آرزو تھی۔اور یہ آرزو فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی چودہ سو سال سے باقی ہے۔جس دن یہ آرزو پوری ہوگی اس دن فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا ہم سے راضی ہوں گی، رضائے فاطمہ رضائے خدا ہے۔

جس سے فاطمہ راضی ہو جائے اس سے اللہ راضی ہو جاتا ہے اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کو راضی کرنے کے لئے صرف یہ کافی نہیں کے ہم وہ کام کریں جس میں مشقت کم ہے بلکہ وہ کام کریں کہ جس کی خاطر پہلو بھی زخمی کروانا پڑتا ہے اور میدان میں بھی آنا پڑتا ہے، یہی فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کہ جنکہ در پر ایک دن ایک نابینا مانگنے کیلئے آیا بی بی نے دیکھا کہ مرد ہے تو فوراً پردے کے پیچھے ہوگئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ رہے تھے، فرمایا کہ بیٹی یہ تو نابینا ہے یہ آپ کو نہیں دیکھ سکتا آپ اس سے پردہ کر رہی ہیں، فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا بابا اس کی آنکھیں نہیں ہیں لیکن میری آنکھیں تو ہیں میں تو اس کو دیکھ رہی ہوں لیکن یہی بی بی جو نابینا نامحرم مرد کے سامنے آنے کے لیئے تیار نہیں تھیں ایک دن چادر اوڑھی اور اپنے گھر سے نکلیں مسجد نبوی میں گئیں اور مردانہ مجلس میں جا کر خطبہ پڑھ کر فریادیں کر کے روئیں اور ان کو پیغام دیا۔کوئی پوچھ سکتا تھا کہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا آپ تو نابینا سے بھی پردہ کر رہی تھیں تو آج گھر کیوں چھوڑ دیا؟ اور آنکھوں والوں کے سامنے کیوں آ کر بیٹھ گئیں؟ آج بھری مجلس میں آ کر اپنی آواز ان کو کیوں سنا رہی ہیں تو فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کیا فرماتیں؟ کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے، اسوقت نظام رسالت تھا، اسوقت حکومت اللہ کی تھی، اس وقت فاطمہ کا کام اپنے آپکو گھر میں بٹھانا تھا چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

نظام قائم تھا لیکن رسول اللہ کی آنکھ بند ہوگئی اور امت گھر میں جا بیٹھی اور نظام خدا معطل ہوگیا۔ امامت اور ولا یت متروک ہوگئی اب زہراء سلام اللہ علیہا کا فریضہ گھر میں بیٹھنا نہیں بلکہ اب زہراء سلام اللہ علیہا نے گھر چھوڑ کر مسجد میں آنا ہے اور خطبے دینے ہیں جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے مردوں کے سامنے خطبہ دیا ان کو اسلام سمجھایا لیکن جب مردوں کا رویہ دیکھا تو روتی ہوئی گھر واپس آئیں، جب گئیں تو اور انداز سے گئیں لیکن جب لوٹیں تو اور انداز سے لوٹیں، جب گئیں تو پردہ کیا چادر اوڑھی لمبی چادر جو پاوں کے نیچے اٹک رہی تھی، اور تیزی کے ساتھ چلتی ہوئی اپنے گھر کے اندرونی دروازہ سے مسجد میں نہیں گئیں بلکہ گھر سے باہر والے دروازے سے گئیں جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جایا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح شان سے چل کر گئیں، اتنی تیزی سے چلتی ہوئی گئیں کہ باقی چند خواتین جو ساتھ تھیں ان کا بھی بی بی کے قدم کے ساتھ قدم ملانا مشکل ہوگیا لیکن جب واپس آئیں اٹھارہ سال کی زہراء سلام اللہ علیہا تو کئی دفعہ راستہ میں بیٹھیں، کئی دفعہ اٹھیں ہیں اور کہا جاتا بی بی بار بار بیٹھتی کیوں ہیں اور پھر اٹھتی کیوں ہیں؟ تو کہنے لگیں میری ٹانگوں میں طاقت ختم ہوگئی، میری طاقت ختم ہوگئی، میں اٹھ نہیں سکتی جب پوچھا گیا کیوں نہیں اٹھ سکتیں؟

تو کہنے لگیں اس لئے کہ میری متاع اور سرمایہ لٹ رہا ہے۔ میرے بابا کی میراث نظام امامت و ولایت چھوڑا جا رہا ہے اب میں کیسے اٹھوں میری طاقت ختم ہوگئی، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو بھوک نے نہیں گرایا، پانچ سال کی زہراء سلام اللہ علیہا مکہ کی وادی شعیب ابی طالب میں تین سال بھوکی بیٹھیں رہیں، حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا جب اپنی پانچ سالہ بیٹی کو بھوک کی حالت میں دیکھا تو کھانے کی تلاش میں نکلیں کہ کوئی کھانا مل جائے، ایک مرتبہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نکلیں کہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے لئے کوئی کھانا مل جائے، دیکھا ایک صحابی کے پاس حیوان کا خشک چمڑا اور اس سے کہا کہ یہ مجھے دیں، اسنے پوچھا کس کے لئے؟ کہا میری بیٹی بھوکی ہے، خشک چمڑا پہلے جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا نے منہ سے چوس کے صاف کیا اور صاف کر کے اپنی بیٹی کے منہ میں ڈالا کہ بیٹی فاطمہ تھوڑی دیر کے لئے یہ جانور کا خشک چمڑا زبان کے نیچے رکھو شاید بھوک مٹ جائے،، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا شعیب ابی طالب میں بھوک میں بھی توانا رہیں، بے طاقت نہیں ہوئیں لیکن آج بے طاقت ہوگئیں، آج کبھی بیٹھتیں اور کبھی اٹھتیں ہیں۔

فاطمی توقع اور امت کی ستم ظریفی

اے خواتین اسلام درد فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا وآرزو فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کو سمجھیں، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا گھر میں واپس آئیں علی علیہ السلام دروازے کے پیچھے فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے منتظر تھے جونہی گھر کے اندر داخل ہوئیں تو زمین پر بیٹھ گئیں اور فریادیں کر کے رونا شروع کر دیا اور ایک ایسا جملہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے کہا کہ علی علیہ السلام کو رلا دیا، علیؑ شیر خدا کو رلا دیا کہا اے علی! کاش میں مرگئی ہوتی اور یہ دن نہ دیکھتی۔ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا نے کیوں موت کی آرزو کی؟ یالَیتَنِي مِتُّ قَبلَ هذا اے کاش میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی، اے کاش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی مرگئی ہوتی، اے کاش بابا سے پہلے ہی مرگئی ہوتی علی علیہ السلام کو تنہا نہ دیکھتی، میراث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لٹتے نہ دیکھتی یہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی رونے کی وجہ تھی۔ یہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا جس نے علی علیہ السلام کو رلا دیا یہ انکی آرزو تھی۔

اگر آپ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی آرزو کو پورا کرنا چاہتی ہیں تو یہ دیکھیں کہ وقت کس چیز کا ہے؟ خواتین اسلام، اگر آپ کا دین برقرار ہے اگر اللہ کا نظام قائم ہے تو نابینا سے بھی اپنے آپکو چھپا کے رکھو فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا یہ پیغام ہے کہ نابینا سے بھی اپنے آپکو بچاؤ اسلئے کہ نابینا کی آنکھیں نہیں مگر تمھاری تو ہیں لیکن جب دیکھو اللہ کا نظام برپا نہیں ہو رہا، اللہ کا نظام قائم نہیں ہے تو فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں، پردہ اوڑھ لو، برقعے اوڑھ لو اور پھر آمیدان میں آجاؤ اگر کوئی تمھارے خطبے نہیں سنتا تو تمھاری فریادیں تو سنے گا، اگر کوئی تمھاری تقریر نہیں تو سنتا تو تمھارے آنسو تو دیکھے گا، اگر آج نہیں دیکھا تو تاریخ تو دیکھے گی۔ اگر اس وقت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی فریادوں نے مدینے کو نہیں ہلا یا لیکن آج پاکستان ولبنان وایران کو ہلا دیا ہے، آج پوری دنیا کو فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا نے ہلا دیا ہے، آپ کو معلوم ہیں یہ سب فرزندان فاطمہ الزہرا واولاد فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں جو آج پرچم ولایت تھامے دشمن کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

نزولِ کوثر، ناصرہ دین خدا کی بشارت

فاطمہ سلام اللہ علیہا فقط آپ سے رسومات کا مطالبہ نہیں کرتی ہیں، بلکہ بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا آپ سے بڑی چیز مانگتی ہیں وہ چیز جس کی خاطر فدا ہو گئیں، حتٰی کہ اپنی جان تک قربان کر دی۔ کیوں رسول للہ کو حکم ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ سورہ فریم کرا کے کعبہ میں لٹکا دو:

اِنّا اعطینٰک الکوثر فصلّ لربّکَ و انحر

اے رسول! یہ کوثر ہے اور کوثر کے بعد آپ خدا کی بارگاہ میں بندگی کرو، نماز قائم کرو اور قربانی دو۔

اِنّا شانئکَ ھو الابتر

کہ تمہارا دشمن ابتر رہے گا۔

یعنی کوثر آجانے کے بعد دشمن کی شکست و ابتری کا وقت آگیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وعدہ دیا جارہا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ دشمنوں سے نہ گھبرائو کیونکہ فاطمہ سلام اللہ علیہا پیدا ہوگئیں ہیں اب کوئی دشمن آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اے رسول تیرا دشمن آج بے دست و پا ہوگیا ہے چونکہ خدا نے تجھے فاطمہؑ عطا کردی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے اسطرح وعدہ دیا اور کہا فریم کرا کے لگا دو!

فصل لربک و انحر چونکہ قربانی اولاد فاطمہؑ میں خداوند تبارک وتعالیٰ نے مقرر کروادی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قربانی شروع ہوئی آل زہراء سلام اللہ علیہا تک یہ قربانی جاری ہے۔ خواتین اسلام، اب فقط رسومات پر اکتفاء نہ کریں آپ نے زہراء سلام اللہ علیہا کی آرزو پوری کرنی ہے۔ دل فاطمہؑ کو خوش کرنا ہے۔ اور دشمن رسول للہ کو مایوس کرنا ہے، دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میدان لینے کیلئے فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی سیرت مقرر ہوئی ہے۔

حوزہ علمیہ ام الکتاب باصدقہ کوثر

الحمدللہ آج جو نعمت عظمیٰ ہمیں نصیب ہوئی ہے، کوثر کے توسط، فیض و برکت سے یعنی یہ مدرسہ ام الکتاب خواتین کیلئے کیوں اس حوزے کی ضرورت پڑی؟ تاکہ سب سے پہلے خواتین کی شخصیت بنے، خواتین کا فاطمی کردار بنانے کیلئے، اور امت سازی کے لئے ایک ایسے مرکزی حوزہ علمیہ کی ضرورت تھی، تاکہ اس امامت و ولایت کے مرکز میں اسوہ فاطمیؑ کی پرورش ہو الحمد اللہ شروع ہوا ہے آج اسکے پہلے حصے کا باقاعدہ طور پر آغاز ہوگیا ہے۔ دوسرا اہم کام، خواتین کو میدانِ عمل فراہم کرنا تاکہ حاشیوں سے نکال کرانکو دین کے گراونڈ اور میدان میں

لانا تاکہ وہ اپنی شخصیت بنائیں، اپنا پاکیزہ وعظیم مقام حاصل کریں اور اس مقام کے ساتھ اپنا کردار اس ملک کے اندر اس مملکت کے اندر ادا کریں۔

امت سازی

امت سازی ایک اہم موضوع ہے کہ جب تک امت وجود میں نہیں آتی امامت گوشہ نشین رہے گی۔ یہ نکتہ آپ ذہن میں رکھیں کہ امت کا ہونا امامت کے نظام کے لئے ضروری ہے۔ آئمہ موجود تھے اولاد فاطمہ نسل کوثر سے بارہ امام گزرے ہیں لیکن بارہ اماموں کی امامت قائم نہیں ہوئی نظامِ امامت قائم نہیں ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ امامت کے لئے امام موجود ہے لیکن امت شاہوں اور ظالموں کے درباروں میں تھی، سرکاروں، حکومتوں اور جمہوریتوں کے در پر تھی۔ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کہیں اور منتظر ہیں جبکہ امت کسی الیکشن میں شامل ہے اور فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا درِ ولایت پہ امت کی منتظر ہیں، علی علیہ السلام تنہا ہو جاتے ہیں، اور علی علیہ السلام کی موجودگی میں الیکشن ہوتے ہیں اور لوگ الیکشن کر کے مطمئن اور آسودہ ہیں اور ادھر سے نظامِ ولایت و امامت متروک ہو جاتا ہے۔ علی تنہا ہوتے ہیں اور صرف فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا موجود ہیں۔ فاطمۃ زہراء سلام اللہ علیہا اپنے وجود کے اور اپنی ذات کے اندر ایک امت ہے۔ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا نے پوری امت کا کردار ادا کیا، جب امت میدان سے غائب ہو جائے، الیکشن میں لگ جائے جب بنو امیہ اور بنو عباس کے پہ چلی جائے، جب امت مغربی نظام کے پیچھے چلی جائے، اور جمہوریت کے چکر میں پڑ جائے۔ اس وقت ولایت کو فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی ضرورت ہے اگرچہ ایک فاطمہ سلام اللہ علیہا امامت کی حکومت قائم نہ کرسکے کم از کم امامت کے نظام کو دنیا تک ضرور پہنچا سکتی ہے اسی لیے ایک فاطمہ کی ضرورت ہے۔

کردار فاطمی

کردار فاطمی ممکن ہے مرد اپنالے یا کوئی عورت اپنالے خواتین کے لیے پورے ملک کے اندر تمام

نسل اسلام کی تربیت کے لئے تعلیمی، تربیتی، فکری وتبلیغی عمل کی ضرورت ہے۔ پورے پاکستان کے اندر نسل جدید کی تربیت کے لئے معلم بنو، حوزہ علمیہ میں ام الکتاب میں مبلغہ بنانا، اسلام ناب کی تربیت کرنے والی خواتین کی پرورش کرنا، اورسب سے بڑھ کر وہ جو اصلی فریضہ ہے جس کی صلاحیت جو خداوند تبارک وتعالیٰ نے خواتین کو دی ہے اس کی ادائیگی کے لیے موجودہ نسل کو تیار کرنا تاکہ خواتین زندگی کے حاشیے سے نکل کر میدان عمل میں آئیں اور ہر شعبے کے لئے اپنا فریضہ احسن طریقہ سے انجام دیں۔

آج مغربی نظام تعلیم سارا خواتین کے ذریعہ کامیاب ہے آپ کو کوئی ایسا پبلک، ماڈل اور انگلش اسکول نہیں ملے گا جہاں مرد پڑھا رہا ہو، کیونکہ مغرب نے خواتین کو اپنا سپاہی بنالیا ہے خواتین کتنی حقیرانہ تنخواہ پر اپنی ساری عمر مونٹیسوری کا تجربہ اپنی اولاد کو سکھانے میں مشغول ہیں اور فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا کردار بتانے سے گریز کرتی ہیں آج ڈھائی ہزار کی خاطر جھوٹی ماں کی تعلیم دی جارہی ہے لیکن عاقبت کی خاطر حقیقی ماں کا مکتب نہیں سکھایا جارہا ہے۔ اگر مکتب اسلام کو پھیلنا ہے، تعلیمی نظام نے کامیاب ہونا ہے، مغربی مہلک نظام کے مقابلے میں نجات بخش ونجات دھندہ نظام کامیاب ہونا ہے تو وہ خواتین کے ذریعہ ہی کامیاب ہوگا، وہ نہیں جو مونٹیسوری کے سسٹم میں پڑھی ہو بلکہ ایک ایسا کارخانہ ہو جہاں پر کردار فاطمی وہ مقام فاطمی بنتے ہوں۔ ام لکتاب کا کام ام لکتاب بنانا اور محکم دین بنانا ہے کیونکہ ام لکتاب کو قرآن نے محکم دین سے تعبیر کیا ہے سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے کہ ہم نے قرآن کے اندر دو طرح کی آیتیں نازل کیں ہیں ایک آیات متشابہات اور دوسری محکمات اور محکمات کو فرمایا" ھن ام لکتاب ” (۱) یہ محکم آیات ام لکتاب ہے۔ ام لکتاب یعنی محکم، مضبوط اور استوار دین، اور پھر یہ فرمایا بعض ھدایت کے لئے محکمات کی طرف آتے ہیں یعنی ام لکتاب کی طرف آتے ہے جبکہ جن کے دلوں میں کھوٹ اور ہے زیغ ہے وہ متشابہات کی طرف جاتے ہے ان کو توڑ مروڑ اور ہیر پھیر کر کے اور ان میں تاویل وتحریف کر کے لوگوں کو دھوکا وفریب دیتے ہیں۔

---

(۱)سورۃ آل عمران، آیت:۰۷

ام لکتاب محکم سیرت اور کردار بنانے کا منبع

ام لکتاب محکم دین ہے، یعنی ام الکتاب قرآن بتاتا ہے کہ مضبوط کردار بنانے کا نام ام الکتاب ہے، محکم سیرت بنانے کا نام ام الکتاب ہے، محکم ارادے بنانے کا نام ام الکتاب ہے، باعزم کردار بنانے کا نام ام الکتاب ہے، پختہ عزم والی خواتین کی تربیت کا نام ام الکتاب ہے۔ ''وھن ام الکتاب''

یہ محکمات ام الکتاب ہے۔ام الکتاب کی فارغ التحصیل محکم ارادوں کی مالک فاطمی کردار کی حامل خواتین اس مہلک تعلیمی نظام سے پاکستان کو نجات دے سکتی ہیں، یہ خواتین کے ذریعے ہی ہوسکتا ہے۔امام خمینیؒ فرماتے ہیں! کہ خواتین کے بغیر کبھی بھی نہ انبیا کی نہضت چلی نہ موسیٰ کامیاب ہوئے اور نہ ابراھیم کامیاب ہوئے۔ابراھیم کو ھاجر کی ضرورت تھی، اور موسیٰ کو ام موسیٰ کی ضرورت تھی، خواہرِ موسیٰ اور آسیہ کی ضرورت تھی آسیہ زوجہ فرعون، جو فرعون کے گھر میں تھی، آج بھی بہت ساری خواتین فاطمی کردار اور اپنا حقیقی کردار ادا کرنے میں رکاوٹ کیا سمجھتی ہیں کہ اس کا شوہر فرعون ہے، ماں باپ کی غلطی کی وجہ سے فرعونوں کی بیویاں بن گئی ہیں۔قرآن نے فرعونوں کی بیویوں کے لئے بھی راستہ کھول رکھا ہے کہ فرعون کی بیوی ہو کر بھی ولیٔ خدا کی نصرت کرسکتی ہو فرعون کے گھر میں بیٹھ کر بھی نظام ولایت کی مدد کی جا سکتی ہے، اس لئے موسیٰ خواتین کی مدد سے کامیاب ہوئے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو امّ موسیٰ کو پہلے وحی ہوئی:

اے امّ موسیٰ میں تجھے بچہ دوں گا، اس بچے کو آغوش میں لیکر نہ بیٹھ جانا، اگر آغوش میں لیکر بیٹھ گئی تو یہ تہذیب اس کو قتل کردے گی، ذبح کردے گی آج بھی وہی کام ہو رہا ہے جو مائیں اپنے بچّوں کو گود میں لیکر بیٹھی ہوئی ہیں میڈیا انکے بچّوں کو ذبح کر رہا ہے۔یہ مغربی تعلیم ان کو ذبح کر رہی ہے۔کیا کرو امّ موسیٰ؟ اے امّ موسیٰ گود میں مت بٹھاؤ بلکہ اس بچّے کو حکمِ خدا سے دریا میں ڈال دو، اپنے دل کو سہارا دو اور پریشان مت ہونا کیونکہ خدا اسے ہلاک نہیں کرے گا بلکہ امام بنا کر اسے پلٹائے گا امّ موسیٰ نے اپنا بیٹا دریا میں ڈال دیا، خدا ایسے بچّوں کو امام بنا کر لوٹاتا ہے جب خدا نے موسیٰ کو لوٹایا اس دن موسیٰ امام بن چکا تھا اور قومِ بنی اسرائیل کو نجات دینے والا بن چکا تھا۔اگر موسیٰ کی ماں موسیٰ کو گلے لگا کر بیٹھ جاتی تو موسیٰ فرعون کا لیبر ہوتا یا پھر فرعون کے کسی آفس کا

سکیڑی ہوتا، فرعون کے نظام میں مدد کر رہا ہوتا لیکن فرعون کا تختہ نہ الٹتا۔

فرعون سے امتوں کو نجات کون دے گا؟ وہ مائیں جو اپنے بچوں کو راہِ خدا میں ڈال دیتی ہیں اور پھر اپنے دلوں کو سہارا دیتی ہیں اور انکے امام بننے تک صبر اور انتظار کرتی ہیں تب خدا بچوں کو امام بنا کر ان کی ماوں سے ملا دیتا ہے پھر وہ بچے اپنی قوم کو غلامی سے نجات دیتے ہیں۔

راہِ امّ الکتاب

ام الکتاب کا راستہ، فاطمی راستہ ہے جو درحقیقت ماوں کے ذریعہ طے ہونے والا راستہ ہے۔ اس معاشرے کے اندر ہر قباحت فساد و فاحشہ اور خرافات سب خواتین کے ذریعہ پھیلتا ہے، ہر غلط کام میں پہلا ہدف اور ٹارگٹ خواتین ہوتی ہیں، آج کوئی موبائل کمپنی اپنا کوئی کاروبار چلانا چاہتی ہے تو سب سے پہلے خواتین کے لیے پیکیج نکالتی ہے کہ دن یا رات بھر آپ فری میں بات کریں یا کم پیسوں میں اتنے زیادہ منٹ گفتگو کریں، ہر تجارتی کمپنی پہلا ہدف خواتین کو اس لئے بناتی ہے کیونکہ ان کی صلاحیتوں سے آشنا ہے کہ اگر کسی گھر کے اندر خواتین معتقد ہو جائیں اور سمجھ لیں کہ یہ چیز گھر کے لیئے ضروری تو ہے مرد وہ کام کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے خواتین بے روزگار مرد سے گاڑیاں بھی خرید والیتی ہیں، مقروض مرد سے گھر بھی بنوالیتی ہے اور اس سے سیر سپاٹا بھی کروالیتی ہے، اسے پتہ بھی ہے کہ یہ بد بخت بے روزگار ہے قرضے میں ڈوبا ہوا ہے اسکے پاس کھانے کے لیئے کچھ نہیں لیکن جب خاتون ڈٹ جاتی ہے تو مرد تسلیم ہو جاتا ہے، یہ صلاحیت جو کاروباری لوگوں اور سرمایاداری نظام نے خواتین کو پرکھ کر اور اس سے فائدہ اٹھا کر اپنا سرمایہ بڑھایا ہے، اپنی فیکٹری کی ہر چیز خواتین کے ذریعے پُرکشش بناتے ہیں۔

یہ کام دین کے لیے کیوں نہ ہو اگر خواتین میں اتنی طاقت ہے کہ تو مردوں کے اوپر دباؤ ڈال کہ ان سے ہر چیز منواتی ہیں تو پھر ہر مرد کو حسینی اور کربلائی بنا دو، ہر مرد کو راہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا میں لے آؤ، خواتین خرافات پھیلانے کے بجائے اقدار پھیلائیں، اسلامِ ناب اور حقیقی اسلام پھیلائیں کیونکہ خواتین کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے۔

اهدافِ حوزه علمیه ام الکتاب

کردار سازی:

خواہران گرامی، مادرانِ عزیز، ونساء اسلام، توجہ فرمائیں! حوزہ علمیہ جامعہ ام الکتاب کا مقصد کردار سازی ہے جو معاشرے کے اندر اسلام ناب پھیلا سکے۔

نجات دهنده تهذیب:

امّ الکتاب کا ایک مقصد مغربی تہذیب سے نجات دینا اور نجات دہندہ تہذیب کو لاگو کرنا ہے کیونکہ یہ خواتین کے بغیر ناممکن ہے۔آج خواتین مسلمان ہوں یا غیر مسلمان، گاؤں میں ہو یا شہر میں انتہائی پست کام میں مصروف ہوگئیں ہیں۔

آج خواتین کا سب سے زیادہ وقت، پیسہ، انرجی اور ذھنی طاقت کس چیز میں خرچ ہو رہا ہے؟ اپنے آپ کو نامحرموں کے لئے پرکشش بنانے میں، خواہ شیعہ ہو یا سنی، وھابی ہو یا، بریلوی، مشرقی ہو یا مغربی الغرض ہر گھرانے کے اندر اس گھر کی خواتین کی کوشش یہ ہے کہ جتنا زیادہ ہو سکے خود کو نامحرموں کے لئے پرکشش اور جذاب بنائیں، لباس ایسا پہنیں کہ نامحرم دیکھتا ہی رہ جائے حلیہ ایسا بنائیں کہ نامحرم کی توجہ کا مرکز بن جائیں۔ یہ پست ترین کام ہے جو مغربی تہذیب نے گھر گھر میں رائج کیا ہے اور ہر ایک خاتون اس آلودگی میں مبتلا ہے۔

مدافع حرمِ خدا

ام الکتاب کا کیا کام ہے؟ ام الکتاب نے اسوہ فاطمی بنانا ہے اسوہ فاطمی کا کام اپنے آپ کو نامحرموں کے لئے پرکشش بنانا نہیں بلکہ حرم خدا اور، دین خدا کو اور عوام کو دین خدا کے لئے پرکشش بنانا ہے، حرم خدا کو آباد کرنا ہے، حرمتوں کی پاسداری کرنا ہے فاطمی کردار خرافات کے حامی نہیں ہیں بلکہ حرمتوں کے پاسبان ہیں۔ سید الشہداء علیہ السلام نے ندا دی تھی کہ

هَلْ مِنْ ذَابٍ یَذُبُ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آیا کوئی ہے حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرنیوالا؟(۱)

آج خواتین میدان میں نکلیں اور سید الشہدا کی اس ندا پہ لبیک کہیں اور مادرِ حسنؑ و مادرِ حسینؑ کو، ابن زہراء سلام اللہ علیہا کو آواز دیں کہ آپ نے جو آوازیں اٹھائیں ان پر ہم لبیک کہہ رہے ہیں۔ آپ نے کہا تھا کون ہے حرم کی حفاظت کرنیوالا؟ ہم نامحرموں کیلئے پرکشش بننے والی نہیں ہیں بلکہ حرم کیلئے جان دینے والی اور حرمِ خدا کو بچانے والی ہیں۔ اس لئے ام الکتاب کا ایک فلسفہ حرم خدا کو بچانا ہے۔

احساسِ ذمہ داری

ام الکتاب کی اس لئے ضرورت پڑی کہ خواتین میں گوشہ نشینی ختم کرکے احساسِ ذمہ داری پیدا کی جائے اور انہیں متن دین میں لایا جائے تاکہ ایک پاکیزہ امت وجود میں آئے۔

نظام الٰہی کا قیام

امت سازی کا مظہر خواتین ہیں کیونکہ خدا نے امت سازی کی ٹیکنیک، ٹیکنالوجی، صلاحیت اور یہ حکمت خواتین کو عطا کی ہے۔ خواتین صاحبِ عفت وحیاء ہوں۔ تاکہ خواتین وہ الہی، دینی اور قرآنی نظام کو گہرائی تک سمجھیں اور اس نظام کو قائم کریں۔

نصابِ ام الکتاب

امّ الکتاب کیلئے جو نصاب بنایا گیا ہے وہ مردوں سے بالکل فرق نہیں رکھتا ہے۔ ہو بہو وہی ہے جو ہم نے مردوں کیلئے ترتیب دیا ہے بارہ سال کا کورس ہے جبکہ گھریلو خواتین کیلئے دین القیّم کا فاصلاتی نظام بنایا گیا ہے اور جو خواتین چاہتی ہیں کہ ریگولر پڑھیں ان کیلئے ام الکتاب ہے۔ ام الکتاب میں پہلے ایک سسٹم تھا ان خواتین کے لئے جو ہاسٹل میں رہتی ہیں۔ اب ان شاء اللہ کچھ عرصہ کے بعد ہم ان خواتین کیلئے بھی تعلیمی نظام شروع

(۱) اللهوف، ص 116

کریں گے جو مشکلات کی وجہ سے ہاسٹل میں باقاعدہ نہیں رہ سکتیں یہ روزانہ آجا سکتی ہیں اپنے گھر میں کچھ وقت گزاریں، اور کچھ وقت آ کر حوزے میں گزاریں پڑھ کے دوبارہ اپنے گھروں میں چلی جائیں۔ان کے لئے دین قیِّم انٹرنیٹ پر ہے وہ انٹرنیٹ کے ذریعے سے انشاءاللہ حوزوی تعلیم کے فیوضات و کردار فاطمیؑ سے استفادہ کرسکتی ہیں۔گزشتہ سال خداوند تعالیٰ سے یہ دعا مانگی تھی اور آپ سب نے آمین کہی تھی اور لگتا ہے کہ آپ میں سے ایسے پاکیزہ کردار اس مجلس میں تھے جن کی آمین سے خدا نے یہ مبارک دن دکھایا اور وہ یہ تھا کہ خدایا! ہمیں توفیق دے کہ اگلے سال جشنِ میلادِ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا ام الکتاب میں برپا کریں۔الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق دے دی اور آپ کی دعا قبول ہوئی ہے اور ایسا ہی ہے جب بھی پاکیزہ کردار، فاطمی کردار، زہرائی کردار پاکیزہ زبان سے آمین کہیں تو خداوند تبارک و تعالیٰ اس دعا کو قبول کرتا ہے۔

کوثر سے
فصل سوم:
تکاثر تک

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (۱)

تمام مادرانِ گرامی، سب کی سب قابل احترام وتعظیم ہیں اور آج کا دن اُن کا دن ہے اور اسی طرح سے آج کی ایک اور مناسبت حوزہ علمیہ جامعہ ام الکتاب جو خداوند تعالیٰ حضرت صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے وجودِ مبارک کی برکت سے ملتِ پاکستان کو ایک ہدیہ کے طور پر عطا کیا ہے، جس کا یومِ تاسیس ہے اور اس عمارت میں گزشتہ سال اسی دن آپ خواہرانِ گرامی کی موجودگی میں آپ ہی نے افتتاح کیا اس کا اور آپ کی شرکت سے یہ عظیم مھدِ علمی پاکستان کے اندر اس نے شروع کیا تربیت وتعلیم کا کام اور ایک سال مکمل ہوا ہے، آپ کو اور خصوصاً طالباتِ جامعہ ام الکتاب کو یہ روز مبارکباد عرض ہے اور خداوند تعالیٰ کی بارگاہ سے دعا ہے کہ نعمتِ الٰہی ان شاء اللہ اس ملت کے شامل حال رہے اور یہ مھدِ علم وتربیت ام الکتاب واقعاً ام الکتاب ہے، ام الکتاب ام الامۃ بھی ہے، ام الکتاب امّ نظام بھی ہے، ام الکتاب امّ تعلیم بھی ہے، امّ الکتاب امّ النساء بھی ہے، امّ الکتاب امّ الرجال بھی ہے اور امّ الکتاب درحقیقت پاکستان کی تقدیر بدلنے کا ایک آغاز ہے ان شاء اللہ اور یہ نعمت خداوند تعالیٰ کی، اس کی قدردانی کریں، شکر بجالائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو جائے کہ

لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (۲)

اگر تم شکر گزاری کرو گے تو اور زیادہ دوں گا۔

اگر تم شکر کرو میری نعمتوں پر میں تمہیں مزید نعمتیں عطا کروں گا۔ ساتھ ہی ایک افسوسناک مسئلہ بھی آج کل دنیائے اسلام میں جاری ہے اور وہ مشرقِ وسطیٰ میں جو بحران ہے امتِ اسلامیہ خصوصاً یمن کے اندر، یمن کے مستضعف عوام کے اوپر آلِ سعود اور صہیونسٹ اور امریکہ اور مغربی شیطانوں کی یلغار ہے جس میں ایک بڑی

---

(۱) سورہ کوثر (۲) سورہ ابراھیم، آیت ۰۷

تعداد خواتین کی، بچوں کی اور ماؤں کی درجہ شہادت پا چکے ہیں، آج اس روزِ مادر ہم اُن ماؤں کو بھی یاد کرتے ہیں جو آلِ سعود کی وحشیانہ بربریت کا نشانہ بنی ہیں اور انھوں نے درجہ شہادت پایا ہے، یہ شجرۂ خبیثہ آلِ سعود، یہ خاندانِ فتنہ اور شجرۂ فتنہ ملت کے اندر جس نے تمام دنیائے اسلام میں تفرقے کی اور نفرت کی آگ بھڑکائی ہے، اب شیطانی عمل اپنا اُس سے آگے بڑھا کر اُن غریب نہتے لوگوں کے اوپر بارود و بم برسا رہے ہیں، ان شاء اللہ خداوند تعالیٰ ان مظلوموں کے اس خون کے طفیل اور ان کی شہادتوں کے طفیل خداوند تعالیٰ اس شجرۂ خبیثہ کو زمین سے محو فرمائے گا ان شاء اللہ۔ اور ہماری دعا ہے کہ پروردگار، ان مظلوموں کو اس ظلم و ستم سے حضرت صدیقۂ دو عالم سلام اللہ علیہا کے واسطے نجات عطا فرمائے ان شاء اللہ۔

آج بہت عظیم دن ہے حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کا روزِ ولادت و روزِ میلاد جو روزِ خواتین بھی ہے، روزِ مادر بھی ہے اور مقامِ خواتین کو احیاء کرنے کا اہم ترین دن و مناسبت ہے۔ خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کو کوثر کے نام سے یاد کیا ہے:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ

اے رسولؐ! ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے۔

صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کا قرآنی نام کوثر ہے۔

کوثر اور کثیر میں فرق

کوثر، کثرت سے ہے، یہ زیادہ کے معنی میں ہے لیکن کوثر اور کثیر میں فرق یہ ہے کہ کوثر خیر کثیر یعنی جہاں پر بہت زیادہ خیر ہو، اُس کے منبع و چشمہ کو کوثر کہتے ہیں، جہاں سے کثیر مقدار میں خیر پھوٹتی ہے اور وہ خیر جو پوری دنیا کے شامل حال ہو جائے اس منبع کو عربی زبان میں کوثر کہتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ہستی عطا فرمائی، یہ بیٹی عطا فرمائی اور ساتھ مبارکباد کے طور پر عنوان رکھا:

اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ

اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے آپ کو خیر کا وہ منبع عطا کر دیا ہے جس کی خیر ختم ہونے والی نہیں ہے، اختتام ناپذیر خیر ہے خداوند تعالیٰ نے آپ کو خیر کا منبع عطا کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو خیر عطا کی ہے، خیر ہم اپنی زبان میں بہت استعمال کرتے ہیں، عربی میں بھی خیر کا لفظ ہے، قرآن مجید میں اور روایات میں خیر کا لفظ بہت زیادہ استعمال ہوا ہے اسی طرح ہر زبان میں ہم خیر کا لفظ زیادہ استعمال کرتے ہیں۔

خیر، شر اور وبال کی تعریف

ہم عام طور پر ہر اچھی چیز کو خیر کہہ دیتے ہیں اور ہر بھلائی کو بھی خیر ہی کہتے ہیں۔ جبکہ قرآن کریم نے خیر اُن امور کیلئے ذکر کیا ہے کہ جن کی انسان کو سخت ضرورت ہے اور جن کی انسان کے اندر طلب بھی موجود ہے، وہ انسان کی بنیادی ضرورت، فطرت وخلقت کی ضرورت ہے جس کی انسان کو اشد ضرورت ہے اور اُس ضرورت کی انسان کے اندر طلب بھی موجود ہے، انسان کیلئے اس کو خیر کہتے ہیں کہ یہ شئی خیر ہے لیکن اگر ضرورت نہ ہو تو وہ خیر کے زمرے میں شمار نہیں ہوتی، وہ اشیاء اور وہ نعمتیں جو ہمارے پاس موجود ہیں، اگر ہماری ضرورت نہیں ہیں تو ہم اُن کو خیر نہیں کہہ سکتے چونکہ خیر وہ ہے جو انسان کی خلقت کی ضرورت ہو اور انسان کیلئے مطلوب ہو، انسان اُس کا خواہاں ہو اور انسان اُس کے بغیر نامکمل رہ جاتا ہو۔

کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر نہ ہوں تو بھی ہمارا کام چلتا ہے، ہماری زندگی گزر رہی ہے، اُن کے بغیر نہ ہمارا وجود نامکمل ہے اور نہ ہی ہماری زندگی کا کوئی اور پہلو نامکمل ہے چونکہ یہ وہ امور ہیں جن کے بغیر بھی انسان کی زندگی گزر جاتی ہے اور اس کے بغیر کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی، پس انہی چیزوں کو وبال کہتے ہیں، جن کا ہونا انسان کیلئے کسی کمی کو دور نہ کرتا ہو یا جن کا ہونا انسان کیلئے کمال نہ سمجھا جاتا ہو، ان کو وبال کہتے ہیں، وبالِ زندگی، زندگی کا بوجھ ہے اور بوجھ اٹھانے والا انسان نہیں ہوتا بلکہ خدا نے حیوان پیدا کئے ہیں جن کا کام بوجھ اٹھانا ہے!

کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنی زندگیوں میں وبال اکٹھا کر لیتے ہیں، ایسی چیزیں زیادہ جمع کر لیتے ہیں کہ

جن کے آنے سے اُن کی زندگی میں کوئی کمال پیدا نہیں ہوتا، اُن کے وجود کے اندر کسی چیز کی تکمیل نہیں ہوتی، فقط کسی ہوس کی تسکین ہوتی ہے، ایسی چیزوں کو وبال کہتے ہیں جبکہ وہ چیزیں جو انسان کے پاس ہوں اور وہ انسان کو نقصان پہنچائیں، اور کمی کا سبب بنے، ان کو شر کہتے ہیں، پس آپ کے گھروں میں تین طرح کی چیزیں موجود ہیں۔ خیر، شر اور وبال۔

ہم سب اپنے اپنے گھر کا جائزہ لیں کہ ہمارے گھر میں خیر کیا ہے؟ وبال کیا ہے؟ اور ہمارے گھر کے اندر شر کیا ہے؟ شر وہ ہے جو انسان کے اندر کسی چیز کی کمی کا سبب بنے جیسے حیاء کو کم کر دے، انسان کی عقل کو کم کر دے، انسان کے شعور کو کم کر دے، انسان کی عفت کو کم کر دے، انسان کے حسنِ ظن کو کم کر دے، انسان کی عبادت و ریاضت کو کم کر دے، احترام کو کم کر دے، ہر وہ چیز جو کمی کا باعث بن رہی ہے یہ "شر" ہے اور یہ سارے امور شر ہیں، اگر ہم نے گھر میں کوئی وسیلہ رکھا ہوا ہے جیسے کمپیوٹر اگر اُس کی وجہ سے آپ کی عبادت میں کمی آگئی، اُس کی وجہ سے آپ کے پڑھنے میں کمی آگئی، اس کی وجہ سے آپ کی ذہنیت میں کمی آگئی، تو یہ کمپیوٹر شر ہے لیکن اگر کمی بھی نہیں ہوئی ہے اور اُس شے کی وجہ سے ہمارے اندر کوئی کمال بھی پیدا نہیں ہوا، یعنی خلقت کی کوئی ضرورت بھی پوری نہیں ہوتی، تو یہ وبال ہے۔ پس ایک شے پڑی ہوئی ہے جو نہ نقصان دے رہی ہے اور نہ فائدہ، یہ وبال ہے اور ہمارے گھر کا اکثر سامان وبال ہے۔ پس ضرورت سے زیادہ سامان بھی وبال ہے۔

وہ چیز خیر ہے جس کے ذریعے سے روز بروز ہم ایک قدم آگے جا رہے ہیں، اپنے مقصدِ خلقت کے قریب ہو رہے ہیں وہ آپ کیلئے خیر ہے، وہ جو آپ کو خدا کے قریب کرے، جو آپ کو مقصدِ خلقت کے قریب کرے، یہ چیز آپ کیلئے خیر ہے۔ پس خیر، وبال اور شر یہ وہ چیزیں ہیں جن میں ہم گھرے ہوئے ہیں، جن کا ہمارے ارد گرد ڈھیر لگا ہوا ہے جبکہ ہم ہر چیز کو خیر کہہ دیتے ہیں حالانکہ وہ خیر نہیں ہے! وہ وبال ہے، خیر جس کے ذریعے سے آپ آگے بڑھیں، جس کے ذریعے سے آپ اپنا مقصد حاصل کریں، آپ کے وجود کے اندر کمال پیدا ہو جائے، آپ کا مرتبہ بڑھ جائے، وہ خیر ہے۔

فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا منبع خیر

خداوند تعالیٰ نے بہت سے لوگوں کو یہ خیر دیا ہے لیکن بانٹ بانٹ کر دیا ہے، خیر کا ایک حصہ ایک امت کو دیا، خیر کا ایک حصہ دوسری امت کو دیا، خیر کا کچھ حصہ کسی اور امت کو دیا لیکن جب امتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باری آئی اور رسولِ خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے، خداوند تعالیٰ نے جہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور بہت ساری نعمتیں عطا کیں، کتابِ خاتم عطا کی، نبوتِ خاتمہ عطا کی، ختم الرسل بنایا و ختم المرسلین بنایا ان سب کے ساتھ ایک بہت عظیم اعزاز اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ عطا فرمایا کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! باقی امتوں کو ہم نے خیر عطا کی ہے لیکن آپ کو خیر کا منبع عطا کیا ہے، آپ کو خیر کا مأخذ و معدن عطا کر دیا ہے، ایسا خیر کا منبع دیا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا اور وہ خیر کا منبع اُس معاشرے کے اندر جہاں عورت کا پیدا ہونا شرمندگی و ندامت سمجھا جاتا تھا، خداوند تعالیٰ نے اسی وجود کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خیر کا عظیم منبع عطا کیا۔

خواتین کی منبع خیر کے ساتھ مناسبت

اللہ تعالیٰ نے ہم سب پر بہت عظیم احسان کیا ہے کہ ہمیں خیرِ عظیم منبع عطا کیا ہے یہ کوثر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے ہمیں عطا ہوئی ہے اور مردوں کی نسبت خواتین پر زیادہ احسان ہے۔ اس کثیر منبع سے خیر نکلے گا اور امت تک پہنچے گا جبکہ اس کا ذریعہ خواتین ہیں چونکہ خواتین منبعِ خیر کے قریب ہیں، منبعِ خیر کے ساتھ خواتین سنخیت رکھتی ہیں خواتین کی منبعِ خیر کے ساتھ مناسبت بنتی ہے، یعنی خواتین کو اجازت دی گئی ہے کہ اس خیر کے منبع اور اس خیر کے چشمے پر آئیں اور یہاں سے خیر لے کر امت کے اندر تقسیم کریں خداوند تعالیٰ کے منبعِ خیر اور امت کا خواتین وسیلہ و واسطہ ہیں۔

خیر کا آبائی معنی

آج خصوصاً ملتِ پاکستان سب سے زیادہ خیر کی محتاج ہے، اب بعض علاقوں میں، خیر گدا کو کہتے ہیں،

اگر کوئی فقیر اور گدا آجائے تو کہتے ہیں کہ خیر مانگنے والا آیا ہے، اس کو خیر دے دو، یا خیرات دے دو، ہمارے آبائی کلچر میں فقیروں کو جو چیز دی جاتی ہے اس کو خیر کہتے ہیں۔نہیں! ایسے نہیں ہے، خیر قرآن کی اصطلاح ہے، نہ کہ یہ آباء کی اصطلاح ہو بلکہ خداوند تعالیٰ نے کتابِ الٰہی میں انسان کی خلقت کی ضرورت کا نام خیر رکھا ہے۔ ہدایت و راہنمائی کا نام خیر ہے، علم ومعرفت کا نام خیر ہے، دین الٰہی کا نام خیر ہے، یہ سب خیر ہے جبکہ اس خیر کا منبع جناب فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا ہیں اور ہمارا تعلق منبعِ خیر سے ہے اور امت اس خیر کی محتاج ہے ہمیں یہ خیر منبع سے لینا ہے اور منبع سے لے کر اُمت کے اندر اس کو تقسیم کرنا ہے، ہم اس منبعِ خیر کیلئے واسطہ ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ اعزاز عطا کیا ہے لیکن یہاں پر ایک بہت ہی افسوسناک پہلو موجود ہے کہ جس کی طرف اشارہ لازمی و ضروری ہے تا کہ ہم یہ ہمیں یہ سمجھ آئے کہ اس امت کے ساتھ کیا ظلم وستم ہوا ہے؟

آج کی امت کا درد!

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسول! ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے، خیر کا منبع عطا کیا ہے اور امت کو اس منبعِ خیر کی طرف دعوت دی کہ اس سرچشمۂ خیر اور اس معدنِ خیر سے تم خیر لو؟ اپنی ضرورتِ خلقت یہاں سے لو، اپنی ہدایت یہاں سے لو لیکن آج اگر امت کی حالت دیکھیں کہ امت کس درد اور کس بیماری میں مبتلاء ہوگئی ہے، اُس بیماری کا نام قرآن کریم نے تکاثر رکھا ہے، یہ بھی قرآن مجید کی اصطلاح ہے، یہ دونوں اصطلاحیں تیسویں پارے کی ہیں اور دو چھوٹی سورتوں کے اندر ہیں، ایک کوثر اور ایک تکاثر خداوند تعالیٰ نے بشر کو کوثر عطا فرمائی لیکن ملت تکاثر میں مبتلاء ہوگئی، سورۂ تکاثر میں خدا کا فرمان ہے:

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ (۱)

اے لوگو! تمہیں تکاثر نے مشغول کرلیا ہے۔

(۱) سورہ التکاثر آیت: ۰۱

تمہیں کوثر کی طرف توجہ کرنا چاہئے تھا تمہیں کوثر کو اپنا قبلہ و راہنماء ماننا چاہئے تھا، تمہارا رخ کوثر کی طرف ہونا چاہئے تھا لیکن تم کوثر کو چھوڑ کر تکاثر کی بیماری میں پڑ گئے ہو!

''الھا'' قرآن کریم کی وہ اصطلاح ہے، وہ عنوان ہے جسے سمجھنا بہت ضروری ہے، خصوصاً خواتین کیلئے، اس لفظ سے ایک اور لفظ نکلتا ہے جو قرآن کریم نے کثرت سے استعمال کیا ہے اور وہ ہے ''لھو' اس کے ساتھ ایک اور لفظ ملایا ہے لعب ۔ لھو و لعب! لہو سے الھا نکلا ہے ۔

لھوولعب کا نا مناسب ورائج ترجمہ

الھا، اسی لفظِ لھو سے نکلا ہے، لھو اور لعب، یہ دو لفظ قرآن کریم میں کثرت سے استعمال ہوئے ہیں لھو اور لعب کا نام رکھا ہے کہ یہ حیاتِ دنیا ہیں یعنی یہ تمہاری زندگی ہے، بعض لوگوں کی زندگی لھو اور لعب ہے ۔قرآن کریم کے جتنی اردو ترجمے اور تفسیریں ہوئی ہیں، اُن میں اس لفظ کو نامناسب انداز سے ترجمہ کیا گیا ہے اور وہ بڑا خطرہ جس سے قرآن مجید امت اور انسانوں کو بچانا چاہتا تھا ۔غلط ترجموں کی وجہ سے امت اس خطرے میں جا پڑی ہے، اگر ہمارے گھر میں کوئی خطرناک چیز ہے جیسے آج کل مکھیاں اور مچھر کے دن ہیں، ہم نے اگر کوئی ایسی زہریلی سپرے مکھیاں مچھر مارنے کی گھر میں رکھی ہوئی ہے جو انسان کیلئے خطرناک ہے، اگر انسان سونگھ لے یا انسان کے اوپر اس کو سپرے کر دیا جائے تو انسان مر جاتا ہے، گھر میں رکھ کر پھر ہم بچوں کو بتاتے ہیں کہ بچے خبردار! اس کو ہاتھ نہ لگانا یہ زہر ہے، موت و ہلاکت ہے، اگر آپ نے اتنی تاکید و سختی کے ساتھ اور اتنی وضاحت کے ساتھ بچے کو خطرے سے آگاہ کر دیا تو یہ بچہ کبھی بھی اس کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔

لیکن اگر ہم نے سُستی کی اور ہم نے یہ کہا کہ بیٹے اس کو ہاتھ نہیں لگانا، یہ تیرے کام کی چیز نہیں ہے، تو بچہ اسے ضرور ہاتھ لگائے گا، لہٰذا خطرے کی چیزوں سے کس طرح سے لوگوں کو آگاہ کریں؟ انہیں اتنی معرفت ہو جائے کہ خطرے کے قریب بھی نہ جائیں، اس سے محفوظ ہو جائیں، علم انسان کو محفوظ اور معرفت انسان کو معصوم بناتی ہے، ائمہ علیہم السلام کیوں محفوظ ہیں؟ چونکہ معصوم ہیں! گناہوں و آلودگیوں سے، ناپاکیوں اور معصیتوں سے بچے

ہوئے ہیں۔اس لئے کہ ان سارے امور کی حقیقت کی معرفت رکھتے ہیں،علم رکھتے ہیں اور جب انھیں حقیقت کا علم ہو جاتا ہے کہ اس میں کتنی تباہی اور ہلاکت ہے پھر اس کے قریب تک نہیں جاتے،اگر ہم نے بچے کو کسی خطرے کی چیز سے بچانا ہے تو اُس خطرے سے پورے طور پر آگاہ کرنا ہوگا!

لہوولعب،دو بڑے خطرے ہیں جن میں انسان کی ہلاکت ہے،اس لئے قرآن کریم میں یہ مطلب بہت زیادہ تکرار ہوا ہے،ہم قرآن پڑھ کر دیکھیں کہ لھواور لعب کا خطرہ کتنا بڑھا چڑھا کر قرآن مجید نے پیش کیا ہے لیکن جب یہ مترجمین کے ہاتھ چڑھا،مفسرین کے ہاتھ آیا واہلِ منبر اور خطابت کے پاس آیا،انھوں نے اس کے خطرے کا درجہ بہت کم کر دیا،کہا نہیں!اتنا بھی خطرہ نہیں ہے جتنا قرآن کہہ رہا ہے،یا جتنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ رہے ہیں اتنا بھی خطرہ نہیں ہے جبکہ یہ بہت بڑا خطرہ ہے۔لھوولعب سب سے بڑا خطرہ ہے،اس کا نام قرآن نے حیاتِ دنیا رکھا ہے۔

اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَھْوٌ (۱)

اے لوگو!دنیاوی زندگی لھواور لعب کو کہتے ہیں،اگر ترجمہ میں دیکھیں تو لھواور لعب کا ترجمہ کھیل کو دکیا ہے۔ہم جہاں بھی دیکھیں اس کا ترجمہ کھیل کود ہے جبکہ یہ نامناسب ترجمہ ہے،اگر یہ کہا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ یہ اصلاً غلط ترجمہ ہے،لھوولعب کا ترجمہ کھیل کود نہیں ہے بلکہ لھواور لعب کا مطلب انسانی زندگی کے سامنے دو کھائیاں ہیں،دو خطرے ہیں،دو ہلاکتیں اور تباہیاں ہیں،ایک لھو کے نام پر اور ایک لعب کے نام پر۔

لعب کے معنی و مفہوم

ہمارے ذہن میں اگر پہلے سے اس کا ترجمہ کھیل کود ہے تو اُسے ایک طرف کر دیں،لعب بے مقصد کام کو کہتے ہیں،ایسا کام کرنا جس میں کوئی مقصد نہ ہو،کونسا مقصد؟انسان کی زندگی کا مقصد اگر اس کام کے اندر موجود نہ ہو،جس مقصد کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے،میرے اس کام کے اندر وہ مقصد نہ ہو،جیسے میں یہاں

(۱)سورہ محمد:۳۶

آپ کی خدمت میں گفتگو کر رہا ہوں، اس گفتگو کا مقصد وہ نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے زندگی کیلئے مقرر کیا ہے، جس کے لئے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اگر کوئی آپ کے ساتھ گفتگو کرے اور اس گفتگو کا مقصد، مقصدِ زندگی نہ ہو، مقصدِ خلقت نہ ہو تو یہ گفتگو کتنی ہی علمی کیوں نہ ہو، یہ لعب ہے، کھیل کود نہیں ہے بلکہ یہ گفتگو لعب ہے، اگر مقصدِ حیات اور مقصدِ خلقت اس گفتگو کے ذریعے سے حاصل نہ ہوتا ہو۔

لھو کا معنی و مفہوم

لھو، سرگرمی کو کہتے ہیں، ایسی مصروفیت جو انسان کو مقصد سے دور کر دے، مقصد بھلا دے اور فراموش کروا دے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا، خلقت دی، مقصد بھی دیا کہ اے لوگو! اے عورت، اے مرد! تجھے ایک مقصد کیلئے پیدا کیا ہے، خداوند تعالیٰ نے کسی کو اُس مقصد کے بغیر نہیں بنایا، نہ عورت کو نہ مرد کو، عورت اور مرد کی خلقت کا ایک مقصد رکھا ہے، پھر عورت اور مرد کو زندگی دی، میدان دیا اور فرمایا کہ تم کام کرو، عمل کرو، عمل کرنے کیلئے خداوند تعالیٰ نے ہمیں طاقت دی، صلاحیت دی، اعضاء و جوارح دیے، عقل دی اور کہا کہ اس زندگی میں جا کر عمل کرو؟ لیکن تم جو بھی عمل کرو، اس عمل کا مقصد وہی ہونا چاہئے جو تمہاری خلقت کا مقصد ہے، جو تمہاری پیدائش و زندگی کا مقصد ہے، وہی مقصد تمہارے کام کے اندر بھی ہو، تم کھاؤ، پیو یہ تمہارے کام ہیں لیکن کھانے کا مقصد وہی ہو جو خلقت کا مقصد ہے، پینے کا مقصد وہی ہو جو خلقت کا مقصد ہے، تم اٹھو، بیٹھو، سوؤ، جاگو لیکن تمام کاموں کا مقصد ہونا چاہئے اور مقصد وہی ہو جو تمہاری خلقت کیلئے اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے، اگر تمہارے کاموں کا وہی مقصد ہے تو تم عبادت میں مصروف ہو، یہ تمہارا عمل صالح ہے، اگر تم نے بڑے سنجیدہ کام کئے وسیریس کام کئے لیکن اُن کے اندر مقصد نہیں اور یہ کام تمہیں مقصد سے دور کر رہے ہیں تو یقین کر لو کہ یہ لھو ہے۔

لھو کی گھریلو مثال

وہ فعالیت و سرگرمی، جو انسان کو اپنی طرف مصروف و مشغول کر لے اور انسان کو اصل مقصد سے دور کر

دے،ان کاموں کولھو کہتے ہیں، دیہاتوں میں یہ عام رواج ہے اور شہروں میں بھی رشتہ داروں اور برادریوں میں یہ ممکن ہے ہوتا ہو کہ خاتون گھر میں کوئی کام کرنا چاہتی ہے جیسے سلائی کرنا چاہتی ہے اور اس کے پاس دھاگہ نہیں ہے، سوئی نہیں ہے، بٹن نہیں ہے، کھانا بنانا چاہتی ہے، اس کے پاس کھانے کی کوئی چیز کم پڑ گئی، عین وقت پر پتہ چلا کہ گھی نہیں ہے، نمک نہیں ہے، مرچ نہیں ہے، پڑوس میں چلی جاتی ہے، پڑوس والے گھر سے یہ زندگی کا تبادلہ رہتا ہے، لین دین کی چیزیں آپس میں ایک دوسرے کو دیتے لیتے رہتے ہیں۔ اُس گھر کے اندر فرض کریں ٹی وی لگا ہوا ہے، ڈرامہ لگا ہوا ہے یا کوئی مہمان آیا ہوا ہے یا کوئی اور مناسبت ہے، یہ خاتون گئی یہاں سے مرچ یا آٹا لینے کیلئے، اُن کے گھر میں کوئی اور بات چل رہی ہے، کوئی ٹی وی لگا ہوا ہے، جا کر یہ بھی اُن کے اندر شامل ہوگئی، ڈرامہ دیکھتی رہی، اُن کی باتوں میں لگ گئی، وہ جھگڑ رہے تھے، یہ بھی جھگڑے میں پڑ گئی، وہ ہنس رہے تھے یہ بھی لطیفے سننے لگ گئی، وہ کوئی اپنی زندگی کی باتیں کر رہے تھے، مہمان آئے ہوئے تھے یہ بھی اُن سے گھل مل گئی اور اس کو پتہ ہی نہیں چلا کہ میں یہاں پر آئی کیوں تھی؟ میں تو یہاں آئی تھی آٹا یا مرچ لینے کیلئے لیکن ان کے گھر کے اندر ہنگامہ دیکھ کر یہ بھی اُس کے اندر اتنی الجھ گئی، اتنی ملوث ہوگئی کہ اپنا آنے کا مقصد بھول گئی، اس کا یہ کام جو اس نے پڑوس کے گھر میں آ کر کیا ہے، اس کو لھو کہتے ہیں۔ چونکہ اس کام نے اس سے مقصد بھلا دیا، مقصد کچھ اور لے کر آئی تھی، آ کر کرنے کچھ اور لگی ہے، یہ لھو ہے۔

قرآن کریم نے انسانوں کو بتایا کہ تمہاری زندگی کا سب سے بڑا خطرہ لھو ولعب ہے۔ بے مقصد کام کرنا اور ایسے کام کرنا جو تمہیں مقصدِ حقیقی سے ہٹا دے گا، یہ معنی اس لئے کیا ہے تاکہ لھو کا مطلب سمجھ میں آجائے اور تکاثر سمجھ میں آجائے کہ قرآن مجید کیا کہنا چاہتا ہے؟ تم کوثر کو چھوڑ کر تکاثر تک کیسے چلے گئے؟ کیسے پست ہو گئے؟ اس دلدل میں تم کیسے پھنس گئے، صاحبانِ کوثر وارثان و حاملانِ کوثر، آج جائزہ لیں کہ ہم کس کام میں پڑ گئے ہیں! قرآن مجید فرماتا ہے کہ أَلْهَىٰكُمُ تمہیں مصروف کر دیا تمہیں مشغول وسرگرم کر دیا کس نے؟ تکاثر نے! مالِ دنیا زیادہ بنانے کی دوڑ کو تکاثر کہتے ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ رکھنا، کہ ہم نے مالِ دنیا اتنا بنایا ہے، دوسرے نے مالِ دنیا اتنا بنایا ہے، ہمارا مالِ دنیا اس سے زیادہ ہو! فرض کریں دو بہنیں ہیں، دو گھروں میں

اُن کی شادیاں ہوئی ہیں اور دونوں اپنے اپنے گھروں میں جا کر ایک دوڑ میں لگی ہوئی ہیں، ہر روز، ہر ہفتے ایک دوسرے کے گھر جائزہ لینے کیلئے آتی ہیں کہ اس نے گھر میں کیا نئی چیز خریدی ہے، یہ واپس اپنے گھر میں جا کر اپنے شوہر کو گھر والوں کو مجبور کرتی ہے کہ اُس نے یہ جوڑا لیا ہے، مجھے اُس سے مہنگا جوڑا لینا ہے، اُس نے دو جوڑے لئے ہیں، مجھے تین جوڑے لینے ہیں، اُس نے یہ صوفہ لیا ہے مجھے بھی یہ صوفہ لینا ہے، اُس نے اس طرح کے پردے لئے ہیں، مجھے بھی اِس طرح کے پردے لینے ہیں، اُس نے یہ جوتا لیا ہے مجھے بھی جوتا لینا ہے، اُس نے اپنی بیٹی کیلئے یہ جہیز خریدا ہے، مجھے بھی یہ خریدنا ہے، اُن کے گھر میں یہ ہے، اب میرے گھر میں اُس سے زیادہ ہونا چاہئے اور جواباً پھر وہ آتی ہے اِس کے گھر کا جائزہ لے کر اور پھر اپنے گھر میں جا کر اُس سے زیادہ کی خواہش کرنا شروع کر دیتی ہے، اس کو قرآن تکاثر کہتا ہے۔

تکاثر کا معنی اور مفہوم

تکاثر یعنی ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرنا، دو فریق بننا اور کثرتِ دنیا، کثرتِ مال، کثرتِ حبّ مال کی دوڑ لگانا اور ایک دوسرے سے آگے نکلنا، اس کو قرآن مجید کہتا ہے کہ یہ تکاثر ہے، تکاثر نے تمہیں مصروف کر دیا، مشغول کر دیا، غرق کر دیا اور تم سے مقصدِ خلقت بھلوا دیا، فراموش کروا دیا۔

آج اگر ہم اپنے معاشرے پر نگاہ کریں، اپنی زندگیوں اور اپنے گھروں میں نگاہ کریں کہ خداوند تعالیٰ نے ہمیں کیا دیا تھا اور ہم آج مصروف کس میں ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ذریعے کوثر عطا کیا۔

ھدیہ خدا سے امت کی دوری

خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو جو کچھ دیا وہ امت کی ہدایت و اصلاح کیلئے دیا۔ یہ دخترِ گرامی جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا، یہ امت کی اصلاح کا ہدیہ تھا جو خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو عطا کیا، جس طرح سے قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کو دیا جو رسول اللہ ﷺ کی ذاتی ضرورت کے تحت نہیں دیا بلکہ امت کی ہدایت کی خاطر دیا اور

جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا، ہدیہ خدا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا تو امت کی ہدایت کیلئے دیا اور اس کا نام کوثر رکھا، خیرِ کثیر کا منبع، نہ ختم ہونے والا منبع لیکن امت نے کوثر سے دوری اختیار کی اور تکاثر اختیار کر لیا، لھو و سرگرمی اور کثرتِ مال کی دوڑ میں انسان غرق ہو گیا جبکہ خواتین نے اُس میں دوسروں پر سبقت لینا شروع کر دی۔

کوثر کی عظمت سے تکاثر کی دلدل تک

آج ہم جس آبائی و کلچرل معاشرے میں رہ رہے ہیں، اس کے اوپر مغربی تہذیب کا اثر ہے جس نے سب کو تکاثر کی دوڑ میں لگا دیا ہے، کثرت سے مال بٹورنا، کثرت سے گھر بنانا، کثرت سے دنیا جمع کرنا، کثرت سے فلاں کام کرنا، جبکہ کوثر سے ہاتھ چھوٹ گیا، ہم کوثر کو بھول ہی گئے، کوثر کو فراموش کر دیا، امت کوثر سے تکاثر تک گر گئی، آج کے زمانے کی سب سے بڑی ضرورت تکاثر کی دلدل میں گری ہوئی امت کو نکالنا اور اس کو کوثر کی عظمت کی چوٹی تک پہنچانا یہ آج کی خواتین کی ذمہ داری ہے، یہ پیروانِ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی ذمہ داری ہے۔

آپ غور کریں جن لوگوں نے کوثر سے امت کو دور کیا اور تکاثر میں ڈالا، انھوں نے کیا حربے استعمال کیئے اور کیا جتن کیئے؟ جس سے مومن خواتین اور مومن گھرانے اور اسلامی و کلمہ گو امت، کوثر چھوڑ کر تکاثر میں آپڑی، انھوں نے کیا کیا؟ کن چیزوں سے استفادہ کیا؟

آج کے دور کا اہم فریضہ

ام الکتاب اصل میں قرآن اور سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کا عنوان ہے۔ آج ہمارا کیا فریضہ ہے؟ اس وقت ہماری کیا ذمہ داری ہے؟ اس وقت ہمارے دوش پر اہم ذمہ داریاں کیا ہیں؟ قرآن کی زبان میں اگر بیان کیا جائے تو تکاثر میں غرق قوم کو نکال کر کوثر کی عظمت تک پہنچانا، ذلتِ تکاثر سے نکال کر عزتِ کوثر تک پہنچانا، حقارتِ تکاثر سے نکال کر سرفرازیِ کوثر تک پہنچانا۔ یہ کام کیسے ہوگا؟ یہ جو الٹ کام ہوا ہے یعنی امت کو کوثر سے دور کر کے تکاثر میں ڈالا گیا، بیت المال جمع کرو! آپ مال و دولت و ثروت جمع کرو! آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دو،

علی علیہ السلام کو چھوڑ دو، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا در چھوڑ دو اور اس کے بجائے آپ مالِ غنیمت اکٹھا کرو! آج یہ کام شدت سے ہو رہا ہے، اس کام کیلئے انھوں نے ایک خاص روش سے استفادہ کیا اور وہ روش وطریقہ یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے ایسے نمونے بنا کر پیش کئے جنھیں دیکھا دیکھی دوسروں نے اپنا رنگ بدلا جیسے کوئی عورت، کوئی مرد، کوئی خاندان تکاثر کی حالت اپنا کر تکاثر کی دلدل میں ڈوب کر سامنے آیا، گلی کوچے میں آیا، میڈیا میں آیا، ٹی وی میں آیا، سکرین پر آیا، فلم، ڈرامے میں آیا اور اُس کو مومنین ومومنات نے مشاہدہ کیا، مشاہدہ کر کے اس کی تقلید و پیروی کی، اس جیسا بننا چاہا اور اس جیسا بننے کی کوشش کی!

مرد وعوت کا تقلیدی لباس

اگر ہم ایک نگاہ اپنے آپ پر ڈالیں، اپنی طرف دیکھیں، تمام مرد وخواتین اپنی طرف دیکھیں کہ ہم جو اپنے آپ کو پیروئے اسلام و پیروکارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآلِ رسول ؑ سمجھتے ہیں، اپنی زندگیوں میں غور کریں! اپنے جسم پر، اپنے وجود پر، اپنے لباس پر غور کریں کہ ہمارا لباس، یہ کس چیز کی حکایت کرتا ہے؟ یہ جو ہم نے تقلیدی لباس پہنا ہوا ہے، تقلید کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو دیکھ کر آپ نے یہ لباس بنایا ہے، دیکھا دیکھی بنایا ہے، ہمارے اپنے ذہن کی اختراع نہیں ہے بلکہ کہیں سے ہم نے دیکھا ہے! یہ لباس یہ ڈیزائن کس کو دیکھ کر یہ اتارا اور بنایا، جس نے جو لباس پہنا ہوا ہے، ہمیں یہ پتہ چل جائے گا کہ ہم کس کے پیروکار ہیں؟ ہمارے لباس کا ڈیزائن، ہمارے لباس کا ماڈل، ہمارے لباس کا طرز جس سے ملتا ہے ہم اُسی کی پیروکار ہیں، ہمیں محبت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے ہے لیکن تقلید کسی اور کی کر رہے ہیں، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے جشن میں یا فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی مجلس میں جب آئیں تو کم از کم لباس میں تو فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی تقلید کریں، پس سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا کی لباس کی تقلید کر کے زہراء سلام اللہ علیہا کی مجلس میں آئیں۔

تاریخ نے سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا کا لباس لکھا ہے کہ کس طرح سے بی بی لباس پہنتی تھیں، جب خطبہ دینے گئیں، اُس خطبے میں راویوں نے لکھا ہے کہ بی بی کس طرح کا لباس پہن کر خطبہ دینے کیلئے گئیں، سیدہ سلام اللہ علیہا

کا لباس پہننا اور سیدہ سلام اللہ علیہا کا جانا، سیدہ سلام اللہ علیہا کی گفتگو اور سیدہ سلام اللہ علیہا کا قیام، سیدہ سلام اللہ علیہا کا مبارزہ، یہ سب وہ چیزیں ہیں جو ایک اسلامی خاتون کیلئے نمونہ عمل ہیں، جنھوں نے اس معاشرے کو تکاثر میں ڈالا ہے، یعنی ہر چیز کثیر ہونی چاہیئے!

آپ کے پہننے کے سو جوڑے ہونے چاہئیں، جوتے پچاس جوڑے ہونے چاہئیں، آپ کے پاس دو سو دوپٹے ہونے چاہئیں، آپ کے گھر میں اتنی چیزیں آپ کیلئے ہونی چاہئیں۔ یہ تکاثر ہماری زندگیوں میں کہاں سے آیا؟ انہوں نے کچھ نمونے اور رول ماڈلز بنائے، یہ اصطلاح ہے، اگرچہ خصوصاً لغت کے لحاظ سے اچھی اصطلاح نہیں ہے، کوئی حرج نہیں ہے لیکن پاکستان اور دنیا کے اندر یہ اصطلاح استعمال ہوتی ہے، تھوڑی سی نامناسب معانی میں استعمال ہوتی ہے لیکن مطلب سمجھانے کیلئے بیان کی جا رہی ہے اور وہ ماڈلنگ کی اصطلاح ہے۔

فاسد لباس کی ترویج کا طریقہ کار

ماڈلنگ ایک اصطلاح ہے کہ جو لوگ لباس بناتے ہیں، الٹا سیدھا، بے حیائی کا، اس بے حیائی کے لباس کو لوگوں کے اندر متعارف کرواتے ہیں کہ سارے لوگ اسی طرح کا لباس پہنیں! یہ کس طرح سے متعارف کرواتے ہیں، اسے بناتا کوئی فیکٹری کا مالک ہے، کوئی سرمایہ دار و کوئی شیطانی ذہن ہے اس لباس کے پیچھے، اُس نے لباس کا ماڈل تیار کیا، ڈیزائن تیار کیا لیکن ابھی اس کو دنیا کو بتانا ہے، خواتین کو بتانا ہے کہ اس قسم کا لباس بھی بن گیا ہے۔ ہر سال نیا لباس بنتا ہے، اس فاسد لباس کو متعارف کرانے کیلئے ایک فاسد عورت یا فاسد عورتوں کا ایک گروہ جن کا پیشہ ہی یہی ہے، اپنے وجود کی نمائش کرنا، ان نمائشی خواتین (جو ان کا خاتون ہونا، خواتین کیلئے ننگ ہیں، خواتین کیلئے شرمندگی کا باعث ہے، ان کا پیشہ ہی نمائش ہے) ان کو وہ لباس پہناتے ہیں اور لوگوں کے سامنے، مجمع عام میں یا کیمروں کے سامنے لا کر انھیں پیش کرتے ہیں پھر ان کی تصویریں عام کرتے ہیں، یہ تصویریں جگہ جگہ شہروں میں، بورڈوں پر، اِدھر اُدھر لگی ہوئی ہیں کہ اُس نے لباس پہنا ہوا ہے، ایک فاسد عورت نے فاسد طرز و فاسد ڈیزائن کا لباس، فاسد اسٹائل کا لباس پہنا ہوا ہے۔ اس فساد کی

ترویج کیلئے انھوں نے اس کا انتخاب کیا پھر اس کا نام ماڈل رکھا ہے ۔اور فاسد عورت کا فاسد لباس پہن کر نمائش کرنا،تصویریں بنوانا،اُن تصویروں کا عام ہونا اُس کو ماڈلنگ کہا گیا ہے،یہ وہ چیزیں ہیں جن کو ہم دیکھتیں ہیں !

یہ صرف لباس کی مثال دی تھی،خواتین کے بارے میں ساری بحث حجاب اور لباس میں منحصر نہیں ہوتی،یہ گفتگو بھی لباس اور حجاب کے بارے میں نہیں ہے بلکہ گفتگو کسی اور حقیقت کے بارے میں ہے یعنی ہمارے وجود کے بارے میں،انسانیت اور ہدایت کے بارے میں ہے اور معاشرے و نظامِ دین کے بارے میں ہے،یہاں صرف لباس کی اور فاسد لباس کی ترویج کے طریقہ کار کی جو پاکستان کے اندر اور ساری دنیا کے اندر رائج ہے اس کی صرف مثال بتانے کے لئے لی گئی ہے۔

فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا الٰہی اسوہ

ہدایت کیلئے جس عمل کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا اسوہ ہیں،قرآن کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسوہ قرار دیا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات میں تمہارے لئے اسوہ ہے اور ائمہ طہار علیہم السلام کا فرمانا ہے کہ سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا،معصومین علیہم السلام کیلئے بھی اسوہ ہیں،ائمہ ھدیٰ علیہم السلام کیلئے بھی اسوہ ہیں،یہ امام علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ہم پوری امت کیلئے اسوہ ونمونہ ہیں جبکہ سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا ہم ائمہ ومعصومین علیہم السلام کیلئے بھی اسوہ ہیں۔

پس ہمارا فریضہ بنتا ہے امت کو تکاثر کی ذلت،پستی و دلدل سے نکالنے کے لیے اور اُن کو کوثر کی عظمت پر پہنچائے ۔اس کیلئے وسیلے اور واسطے کی ضرورت ہے،وہ واسطہ جو کوثر کا نمونہ بن کر میدانِ عمل میں آئیں،اس کوثر کی تقلید کریں،کوثر کا اسوہ اپنائیں،فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا نمونہ اپنائیں اور آ کر میدانِ عمل میں داخل

(۱)الاحزاب:۲۱

ہوں۔لوگوں کے درمیان آکر زندگی بسر کریں، ہماری زندگی،کوثر کو متعارف کروانے،اسوۂ زہراء سلام اللہ علیہا متعارف کروانے اور اسوۂ فاطمیہ متعارف کروانے کیلئے نمونہ ہوگی۔

خواتین، معاشرے کی اصلاح کی ضامن

خواتین کو تمام مطلب کا سمجھنا ضروری ہے اور اگر خواتین سمجھ گئیں تو مرد یقیناً سمجھ جائیں گے لیکن اگر مردوں کو سمجھا دیا جائے تو ضروری نہیں ہے کہ خواتین بھی سمجھیں، جیسا کہ امام علیہ السلام کی ایک حدیث ہے کہ امام علیہ السلام نے ایک شخص کو فرمایا کہ لوگ اگر اچھے ہوں تو اچھا ہے لیکن اگر تم اچھے ہو تو بہت ہی اچھا ہے اور اگر عام لوگ غلط ہیں تو غلط ہیں لیکن اگر تم غلط ہوئے تو بہت ہی غلط ہے، کیوں؟ فرمایا،اس لئے کہ تو ہم سے منسوب ہے، یعنی اگر مرد ہدایت پا جائیں تو اچھا ہے لیکن خواتین ہدایت پا جائیں تو بہت ہی اچھا ہے، خواتین اگر یہ پیغام دین لے لیں بہت ہی اچھا ہے چونکہ مرد کے سمجھنے سے مرد کی اصلاح ہوجائے گی لیکن خواتین کے سمجھنے سے پورا معاشرہ اور امت کی اصلاح ہوجائے گی،اس لئے خواتین کیلئے یہ دین سمجھنا مردوں سے کہیں زیادہ ضروری و اہم ہے۔

شر کے سائے میں خیر کا ناممکن ہونا!

ہمارے معاشرے میں یا دنیا میں دو تعلیمی نظام رائج ہیں، ایک تعلیمی نظام جو اولاد کو، بچوں کو اسوۂ کوثر بناتا ہے اور کوثر کی راہ پر چلاتا ہے اور ایک تعلیمی نظام وہ ہے جو انسان کو تکاثر کی طرف لے کر جاتا ہے، پس تکاثر بڑی ڈگری، بڑی جاب، بڑی تنخواہ، بڑا بزنس، بڑی کمائی، یہ ایک تعلیمی نظام ہے کہ جس نے فکرِ معاش انسان کیلئے مقصدِ زندگی قرار دیا ہے، بچوں کو کس کیلئے پڑھاتے ہیں؟ تکاثر کیلئے، اگر آپ کہیں کہ یہ بچے اولادِ کوثر و ذریتِ کوثر ہیں، یعنی یہ وہ بچے ہیں جنھوں نے دنیا منبعِ خیر سے خیر لے کر دنیا میں اس کی ترویج کرنی ہے، نظامِ خیر بنانا ہے، حکومتِ خیر بنانی ہے، مملکتِ خیر تشکیل دینی ہے، امتِ خیر بنانی ہے، جس طرح سے قرآن مجید کا فرمانا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ (۱)

تم خیر الامت ہو۔

یہ خیر الامت اس طبقے کو بنانی ہے جس کا منبعِ خیر کے ساتھ تعلق ہوگا، منبعِ خیر کے ساتھ اُن کا رابطہ ہوگا، جو معدنِ خیر، علی و فاطمہؑ سے لیں گے اور لے کر لوگوں کو اس خیر تک پہنچائیں گے، لوگ خیر کو قبول کریں گے اور پوری دنیا میں ایک نظامِ خیر حاکم ہو جائے گا جبکہ اس وقت نظامِ شر ہے، یہ ذہن میں رہے، آج نظامِ شر پوری دنیا کے اوپر حاکم ہے، پوری دنیا میں نظام شر ہے صرف ایک ایسی مملکت ہے جس میں نظامِ خیر ہے جہاں پر فاطمی وعلوی نظام ہے اور جہاں پر نظامِ ولایت ہے، اس کے علاوہ باقی شر کا نظام ہے، شر کے زیرِ سایہ کبھی سفرِ خیر نہیں ہوسکتا!

شر کے مقابلے میں احتجاجِ فاطمی

جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کیوں گھر سے نکلیں اور آ کر مسجد میں فریادیں کیں؟ کیوں مسجد میں آ کر احتجاج کیا؟ کیوں مسجد میں آ کر خطاب کیا؟ کیوں مسجد میں آ کر روئیں؟ کیوں مسجد میں آ کر اتنا شدید ردِ عمل دکھایا اور تمام موجود لوگوں اور حکمرانوں سے ناراض ہوئیں اور انھیں کہا کہ اب تم مجھے منہ نہ لگانا، میرے طرف نہیں آنا، میں تم سے ناراض ہو کر اس دنیا سے جا رہی ہوں۔ یہ کام اس لئے کیا تھا کہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا جو منبعِ خیر اور معدنِ خیر ہیں، کو یہ نظر آ رہا تھا کہ یہ اقدام امت کو شر کی طرف لے جائے گا اور امت کو شر سے بچانا ضروری ہے، اس شر سے بچانے کیلئے بی بی سلام اللہ علیہا میدان میں آئیں اور یہ اقدام کیا، اس کا ردِ عمل دکھایا، ایک تحریک شروع کی، احتجاج شروع کیا اور وہ احتجاجِ فاطمی لوگوں کے سامنے ایک مثال بن گیا۔

---

(۱) آل عمران: ۱۱۰

شر کا ھتھیار

آج پوری دنیا کے او پر شر کا نظام حکم فرما ہے، شر کا ہتھیار تکاثر ہے۔ اس وقت اپنی اولاد، امتِ اسلامیہ کی اولاد کو ہم کیا بنانا چاہتے ہیں؟ ہم کیا پڑھانا چاہتے ہیں؟ یہ پڑھانا چاہتے ہیں کہ اسی نظامِ شر کے اندر کثرتِ مال لینے کیلئے کسی تعلیم کا ان کو موقع مل جائے! تعلیمی ڈگری مل جائے، تعلیمی ڈگری لے کر ایک مناسب حصولِ معاش کا ذریعہ مل جائے جس میں کثرت سے مال جمع کر سکیں لہٰذا اپنی اولاد، اپنے لختِ جگر، اپنے پارۂ تن کو اٹھا کر ہم اس نظامِ شر کے سپرد کرتے ہیں تا کہ تکاثر کی دوڑ میں ہماری اولاد کسی سے پیچھے نہ رہ جائے، اور پھر یہ کہتے ہیں کہ اے بی بی! ہماری اور ہماری اولاد کی شفاعت کرنا، اے کوثر! ہم نے تیری طرف پشت کر دی اور تکاثر کی طرف منہ کر لیا ہے اور تکاثر میں کامیابی تیری وجہ سے ہوگی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ منبعِ خیر تکاثر کی ذلت کے اندر، تکاثر کی ہلاکت کے اندر، شفاعت کا وسیلہ بنے، کوثر آ کر ہماری مدد کرے! کوثر آ کر یہ کہے کہ اے امّت تم پرواہ مت کرو! آپ نے اولاد کو تکاثر کے میدان میں ڈالا ہے تو میں اِن کی کامیابی کی ضامن ہوں، میں انھیں کامیاب بناؤں گی! یہ ہرگز ایسا نہیں ہوگا، یہ ہمارا توہّم ہے۔

کوثر کا راستہ، امت کی نجات کا ذریعہ

زہرا سلام اللہ علیہا تکاثر نہیں کوثر ہیں، جو عموماً ہمارے ذہنوں میں تعلیم بیٹھی ہوئی ہے کہ ہم اتنا سیکھ لیں کہ اپنے واجبات وفرائض سمجھ لیں، اپنے گھر سنبھال لیں، اپنے بچوں کو سنبھال لیں، اتنا کافی نہیں ہے! اپنے بچوں کو سنبھالنا اتنی تعلیم کافی نہیں، اس کام سے کوئی مشکل حل نہیں ہوتی بلکہ وہ تعلیم جس سے پوری امت نجات پائے، جس سے پورا معاشرہ نجات پائے، جس سے یہ مملکت نجات پائے اور جس سے پوری امتِ اسلامیہ نجات پائے وہ تکاثر کا راستہ نہیں بلکہ کوثر کا راستہ ہے، وہ سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا کا راستہ ہے، اس تعلیم کا راستہ جو امت کو نجات کی طرف لے کر جائے۔

راہِ کوثر مھجوریت کا شکار

اب ہمیں فیصلہ کرنا ہے! کہ کیا کوثر سے متمسک ہیں؟ جبکہ تکاثر کے نمائندوں نے اپنا حق ادا کیا ہے، تکاثر کی ترویج کرنے والے افراد شہروں میں، گلی کوچوں میں، بازاروں میں آج ریوڑ کی طرح نظر آتے ہیں، تکاثر کی تعلیم یعنی مالی دوڑ، دنیا کی دوڑ، نمائش کی دوڑ، ہوس کی دوڑ، اس دوڑ میں غرق افراد کا ریوڑ دنیا میں نظر آرہا ہیں، آپ ٹی وی آن کریں، اینکر پرسن، تکاثر کی نمائندہ بیٹھی ہوئی ہے، روز بے حیائی کا نیا لباس پہن کر دیکھنے والی امّت کو پیغام دے رہے ہیں کہ لباس اس طرح پہنا کرو! ڈراموں کے اندر، فلموں کے اندر، مارکیٹوں اور بازاروں کے اندر، محفلوں ومجلسوں کے اندر، ہر جگہ پر تکاثر کے مکتب و تکاثر کی نمائندہ خواتین بغیر جھجک کے، بغیر شرم وحیاء کے تکاثر کے مکتب کی ترویج کر رہی ہیں لیکن مکتبِ کوثر، راہِ کوثر، راہِ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا واس مکتب کی ترویج کون کرے گا؟ اس کو دنیا کے سامنے کون عملی کر کے پیش کرے گا؟ تکاثر کے نمائندے اپنا کام کر رہے ہیں، تعلیمی ادارے اعلیٰ سطح کے بنا لئے ہیں، اعلیٰ تعلیمی ڈگریاں بانٹ رہے ہیں اور تکاثر کے میدان لوگوں کے سامنے کھلے ہیں، مومن اور غیر مومن اس دوڑ کے اندر شریک ہیں لیکن کوثر، راہِ کوثر ومکتبِ کوثر مھجور ومتروک ہے۔ اس کو زندہ کرنے کیلئے متحرک نمونے اور اسوے کی ضرورت ہے۔

تکاثر کی فضا میں راہِ کوثر کا انتخاب

ہمیں جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا سے اسوہ وتقلید حاصل کرنا ہے، اسوہ ونمونہ بننا ہے، ہدایت کے نظام کا نمونہ بن کر میدانِ عمل میں، میدانِ زندگی میں، اس حیات میں اسوۂ کوثری بن کر اور اسوۂ الٰہی بن کر اترنا ہے، اسوہ بننے تک کے لئے انسان کو تھوڑی زحمت ومحنت کی ضرورت ہے، آسانی سے انسان اسوۂ کوثر نہیں بن سکتا، اس پر وقت دینا پڑتا ہے، محنت وکوشش کرنی پڑتی ہے، ارادہ وعزم کرنا پڑتا ہے، یہ کام اس لئے مشکل ہے کہ جس فضا میں ہم رہتے ہیں، جس ماحول میں ہم رہتے ہیں، تکاثر کے ماحول میں کوثر بننا، تکاثر کے محیط وفضاء میں کوثر کا راستہ انتخاب کرنا، جہاں پر تکاثر کے شدید حملے ہیں، تکاثر کی فوج وتکاثر کا لشکر موجود ہے،

تکاثر کی یلغار ہے جبکہ کوثر تنہا ہے،کوثری نمونہ تنہا ہے،گھر کے اندر ایک بی بی پیدا ہوتی ہے،جس کے ذہن میں خیال آتا ہے کہ میں راہِ کوثر طے کروں، راہِ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا طے کروں، ماں بھی تکاثر کی نمائندہ، بہنیں اور نند بھی تکاثر کی نمائندہ، خالہ و پھوپھی بھی تکاثر کی نمائندہ، پڑوسی عورتیں بھی تکاثر کی نمائندہ، کلاس فیلوز بھی تکاثر کی نمائندہ،اس تکاثر کے لشکر میں کوثر تنہا ہے! جس طرح سے فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا تکاثر کی امت میں تنہا مسجد میں کھڑی ہوئی تھی۔

تکاثر کے مقابلے میں جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کا اقدام

جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا نے جو اقدام کیا،سب کے مقابلے میں تنہا کیا،تمام نمایندگانِ تکاثر کے مقابلے میں کیا،انھیں خطاب کیا کہ

فَاَیْنَ تَذْهَبُوْن (۱)

تم کہاں جا رہے ہو؟

یہ تو تمہاری راہ نہیں تھی؟ خداوند تعالیٰ نے تمہارے لئے کوئی اور نمونہ مقرّر کیا تھا جبکہ تمہارا رخ کسی اور طرف ہوگیا ہے! کچھ خاموش تھے تو کچھ گفتگو کر رہے تھے، کچھ تکاثر کی دوڑ میں تھے تو کوئی اقتدار پر قبضے کی طرف دوڑ رہا تھا،کوئی مال پر قبضے کی طرف دوڑ رہا تھا تو کوئی جائیداد پر قبضے کی طرف دوڑ رہا تھا، ہر ایک کچھ بڑھانے جا رہا تھا،ایک ہستی پوری کائنات کے اندر اٹھی اور محافظت کی، راہِ خدا کی حفاظت کی، یہ اسوۂ کوثری ہے، یہ نمونہ کوثر ہے، چونکہ تکاثر کثرت کا راستہ ہے،کثرتِ عوام وکثرتِ ناس ہے۔قرآن مجید نے اکثر کی کہانی بڑی دلچسپ بیان کی ہے، اکثریت کدھر جائیں گے؟ قرآن مجید نہیں فرماتا کہ اکثریت راہِ کوثر پر جائیں گے،قرآن مجید نہیں فرماتا کہ اکثریت راہِ نجات پر جائیں گے!

(۱)التکویر:۲۶

اکثریت، تکاثر کے پیچھے

قرآن مجید بتا رہا ہے کہ اکثریت کہاں جا رہی ہے؟ اکثر مرد اور اکثر عورتیں کہاں جا رہی ہیں؟ اکثریت کوثر کے پیچھے نہیں ہے بلکہ اکثریت تکاثر کے پیچھے ہے، قرآن مجید کا فرمانا ہے:

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْن (۱)

اکثریت بے ایمان ہوتی ہے۔

وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْن (۲)

اکثر فاسق و فاجر ہوتے ہیں۔

وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْن (۳)

اکثر احمق و بیوقوف ہے۔

وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُون (۴)

اکثر نادان ہیں، کچھ بھی نہیں جانتے۔

اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْن (۵)

اکثر جہلاء ہیں۔

وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْن (۶)

اے رسول! آپ اکثر کو شاکر نہیں پاؤ گے، اکثر شکر گزار نہیں ہوتے۔

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْد (۷)

---

(۱) سورہ بقرہ، آیت ۱۰۰ (۲) سورہ آل عمران آیت ۱۱۰ (۳) سورہ مائدہ آیت ۱۰۳

(۴) سورہ انعام آیت ۳۷ (۵) سورہ انعام آیت ۱۱۱ (۶) سورہ اعراف آیت ۱۷

(۷) سورہ اعراف آیت ۱۰۲

ہم اکثر کو عہد کا پابند نہیں پاتے، اکثر عہد شکن ہوتے ہیں۔پس اکثر نادان و بے خبر ہوتے ہیں، اکثر نہیں جانتے، اکثریت فاسق ہیں، اکثر بے ایمان ہوتے ہیں۔اکثریت عہد شکن و ناشکر ہوتی ہے۔

جمہوریت، اکثریت کا نظام

جمہوریت اکثریت کے نظام کو کہتے ہیں، اکثریت جو ایک طرف ہو جائے یہ جمہوری نظام ہے اور قرآن مجید اکثریت بتا رہا ہے کہ اکثریت کہاں ہوتی ہے؟ اس طرح کی سینکڑوں آیات ہیں جس میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ اکثریت کدھر جاتی ہے؟ اکثریت کا رخ کدھر ہوتا ہے؟ اکثریت فاسق، فاجر، بیوقوف، احمق، نادان اور یہی وہ ساری شرائط ہیں جو انسان کو تکاثر کی دنیا میں لے جاتی ہیں، اکثریت تکاثر کی دوڑ میں لگی ہوتی ہے، کثرت بٹورنے کی دوڑ میں لگی ہوئی ہے، ایسے میں جب اکثریت اس طرف بھاگ رہی ہوتی ہے وہاں ایک اقلیت اور اقلیت کا ایک نمائندہ، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا تنہا میدان میں نکل کر فریاد یں کرتی ہے!

اَیْنَ تَذْهَبُوْن؟

اے اکثریت! اے نمائندگانِ تکاثر! اے گمراہ، جاہل و نادان لوگو! تم کہاں جا رہے ہو؟ تمہاری نجات کا راستہ، خیر کا منبع، خیرِ کثیر کا منبع خداوند تعالیٰ نے تمہارے لئے کچھ اور بنایا ہے۔

آج ہمیں راہ کوثر انتخاب کرنا ہے، بچوں کو کوثر کی تعلیم دینی ہے، کوثر کے واسطے سے بچہ مانگ کر، دنیائے تکاثر کے حوالے نہیں کرنا، جیسا کہ آج تک سب نے مل کر کیا ہے۔میراثِ کوثر، کوثر کے حوالے کرنا ہے، سرمایۂ کوثر، کوثر کے حوالے کرنا ہے!

پوری اسلامی سلطنت کا فدک ہونا

امامِ ہفتم علیہ السلام، فرزندِ زہراء سلام اللہ علیہا جس نے میراثِ فاطمہ کے حصول کیلئے چودہ سال زندان میں گذارے، وہ فرزندِ فاطمہ سلام اللہ علیہا جو زندان میں ہی شہید ہو گئے، وہ فرزندِ فاطمہ علیہ السلام کہ جس کا جنازہ اہلِ تکاثر نے

نہیں اٹھایا بلکہ جس کا جنازہ مزدوروں نے اٹھایا، بغداد کے پل پر رکھ دیا گیا اور اعلان کر دیا گیا کہ موسی ابن جعفر علیہ السلام اس دنیا سے چلے گئے ہیں۔ اے لوگو! تم گواہی دینا کہ ان ظالموں اور حکومت نے نہیں مارا یہ اپنی طبیعی موت سے اس دنیا سے گئے ہیں، اس کے لئے امامؑ کا جنازہ پل دجلہ پر رکھ دیا گیا کہ لوگ آ کر یہ گواہی دیں۔

ہارون الرشید ایک ظالم عباسی بادشاہ ہے جو نمائندہ دنیائے تکاثر ہے، نظام تکاثر کا نمائندہ، اس نے اعلان کیا کہ پچھلی حکومتوں میں جن لوگوں کا نقصان ہوا، مال لٹا، وہ آ کر نام لکھوائیں، رجسٹریشن کروائیں، ہم اُن کو اُن کا لٹا ہوا مال واپس کریں گے یا انہیں حق ادا کریں گے، جیسے سیلاب آتا ہے، حکومت چیک بانٹنا شروع کر دیتی ہے، اس ہارون الرشید نے اعلان کر دیا کہ بنوامیہ کی حکومت میں جس کا جو نقصان ہوا، وہ آئے، نام لکھوائے، اس حوالے سے حکومت تمہیں چیک دے گی، ظاہر ہے کہ ایسے موقعوں پر سارے چلے جاتے ہیں، یہاں مذہبی اختلاف ختم ہو جاتا ہے، سارے چیک لینے چلے جاتے ہیں، لوگ آ رہے ہیں اور کسی نے کہا کہ میری بھینس چوری ہو گئی، کسی نے کہا کہ میری گائے چوری ہو گئی، کسی نے کہا کہ میرے زیورات چوری ہوئے، کسی نے کہا کہ ہمارا فلاں مال چوری ہوا، ہارون الرشید اپنا حامی بنانے کیلئے مال و دولت دے رہا ہے، لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کیلئے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کھڑے ہوئے یہ منظر دیکھ رہے ہیں، امام علیہ السلام نے اسے کہا کہ ہارون! تو سب کو لٹا ہوا مال دے رہا ہے، ہمارا لٹا ہوا مال ہمیں کیوں نہیں دیتا؟ ہم اہلبیت کا لٹا ہوا مال ہمیں کیوں نہیں لوٹاتا! وہ سمجھ گیا، ہارون کہنے لگا کہ آپ کی مراد فدک ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں میری مراد فدک ہے۔ کہنے لگا کہ صحیح ہے آپ زمین کی نشاندہی کریں کہ یہ باغ کتنا ہے؟ اس کا طول و عرض بتائیں، میں ابھی حکم کرتا ہوں کہ فدک آپ کو لوٹا دیا جائے!

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ابھی بتا دیتا ہوں، کہا کہ بتائیے! امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے اُس باغ و ہماری اس میراث کی ایک سرحد بحرِ احمر سے ملتی ہے، دوسری سرحد افریقہ سے ملتی ہے جبکہ تیسری سرحد ہندوستان سے ملتی ہے، یہ ہمارا فدک ہے! یعنی پوری اسلامی سلطنت ہمارا فدک ہے، کہنے لگا کہ میں سمجھ گیا ہوں، اگر یہ فدک آپ کو لوٹا دوں تو میرے لئے تو کچھ بھی نہیں بچتا!

پوری اسلامی سلطنت کا فدک ہونا

فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی فریاد!

فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا فدک فقط کھجوروں کا باغ نہیں ہے بلکہ ہر وہ چیز جو کوثر کی راہ پر ہونا چاہیئے تھی، اگر کوثر کی راہ سے ہٹ گئی ہے اور تکاثر والوں نے اس کو غصب کرلیا ہے تو اُن سب کے مقابلے میں فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی فریاد ہے، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا مسجد النبیؐ میں فریاد کر رہی ہے کہ اے لوگو! یہ فدک میرے بابا نے مجھے دیا تھا تمہیں حق نہیں بنتا کہ یہ واپس لے لو اور فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا اگر آج کھڑے ہو کر فریاد کرے تو کیا کریں گی؟ اے مومنوں! اے خواتین! اے مردو! یہ تمہارے بچے ذریّتِ کوثر ہیں، اس کوثر کو نظامِ تکاثر کے حوالے مت کرو؟ ایسے نہیں ہوتا کہ جب کھجوروں کے درخت زہراء سلام اللہ علیہا کو ملیں گے تو زہراء سلام اللہ علیہا خوش ہو جائیں گی بلکہ جب تک پوری میراث، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی درِکوثر پر نہیں آتی فاطمہ سلام اللہ علیہا راضی نہیں ہوں گی، ہر چیز جب تک نظام الٰہی کے مطابق نہیں ہوتی، جب تک تعلیم الٰہی نہیں ہوتی، جب تک آپ کا ملک و مملکت الٰہی نہیں ہوتا، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا راضی نہیں ہے، یوں نہیں کہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو چند کھجوروں کا غم تھا! آپ خطبہ پڑھ کر دیکھئے جنابِ زہراء سلام اللہ علیہا کا خطبہ بتاتا ہے، امت کو بتا رہی ہیں کہ تم کدھر جا رہے ہو؟ تم نے عبادتیں چھوڑ دی، تم نے امامت چھوڑ دی، تم نے ولایت چھوڑ دی، پیرویٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم نے چھوڑ دی، اہل بیتؑ کو تم نے چھوڑ دیا جبکہ تم تکاثر کے نظام کے پیچھے جا رہے ہو، خطبہ زہراء سلام اللہ علیہا یہ حقیقت بتاتا ہے۔

فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا مطالبہ!

ہماری کیا ذمہ داری بنتی ہے؟ ہماری ذمہ داری فقط مجلس رکھنا اور برخواست کرنا نہیں! یہ جو ہم نے خود سے فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا پر احسان شروع کر دیا کہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا پر ہم احسان کر رہے ہیں کہ بی بی نے فرمایا جو میرے بچے کو روئے گا مجھ پر بڑا عظیم احسان کر رہا ہے، نہیں! فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا صرف یہ مطالبہ نہیں رکھتی کہ میرے بچے کو روئیں! فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا یہ مطالبہ رکھتی ہیں کہ میرا بچہ جس مقصد کیلئے شہید ہوا ہے اس مقصد کو جا کر بچاؤ؟ اس مقصد کو حل کرو؟ جب تک وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا، آپ کی فریاد جاری ہے، اگر بی بی کسی مومن گھرانے

فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی فریاد!

کا ایک بچہ بھی راہِ تکاثر پہ دیکھے تو آپ کا اُس گھرانے کے خلاف احتجاج جاری ہے۔ ہمارا کام اسوہ فاطمی بننا، اسوہ زہراء سلام اللہ علیہا بننا، نظامِ کوثر ومکتبِ کوثر کا مجسم نمونہ بننا ہے اور میدانِ عمل میں اترنا ہے، میدانِ عمل میں کردار کی زبان سے، حکمت کی زبان سے، موعظۂ حسنہ کی زبان سے اس دنیا کو اسوۂ کوثر اور راہِ کوثر سے آشنا کرنا ہے، اس گمراہی کو سرزمین پاکستان سے ختم کرنا ہے، اہلِ تکاثر سے یہ مملکت لینا ہے، اہلِ تکاثر سے یہ ملت لینی ہے، اہلِ تکاثر سے یہ نسل لینا ہے، اہلِ تکاثر سے یہ نظام لینا اور کوثر کے قدموں میں آ کر رکھنا ہے، یہ اس عصر کے اندر ہمارا فریضہ ہے۔ اپنے لئے کوئی آسان وسادہ سا راستہ نہیں انتخاب کرنا۔

خواتین اور گوشہ نشینی

خواتین کو جہالت ونادانی اور نافہمی کی وجہ سے، کونے وگوشے میں اور حاشیے میں دھکیل دیا گیا ہے جبکہ خواتین نے بھی سمجھا کہ یہ عافیت کا نقطہ ہے، چونکہ عموماً جہاں کوئی ہنگامہ و بلوا ہو تو کوشش کرتے ہیں کہ خواتین کو کسی امن کی جگہ کسی کونے میں جا کر محفوظ جگہ پر بٹھا دیں، خواتین بھی سمجھتی ہیں کہ ہم یہاں بہتر ہیں لیکن حضرت زہراء سلام اللہ علیہا گھر میں بیٹھی ہوئی تھیں، دروازے پر دستک ہوئی جبکہ مرد موجود تھے۔ عموماً جب دروازوں پہ دستک ہوتی ہے تو مرد باہر آتے ہیں، کنج نشین زہراء سلام اللہ علیہا نے گھر میں رہنا پسند نہیں کیا بلکہ باہر آ گئیں، اسی طرح مسجد النبی میں گئیں، یہ خطبہ علی علیہ السلام بھی دے سکتے تھے لیکن جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا نے یہ خطبہ دیا، یہ بتانے کیلئے کہ جب دین محفوظ ہو، نظامِ خدا قائم ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت ہو، الٰہی نظام برپا ہو تو وہاں عورت کا مقام چادر و چاردیواری ہے، کیونکہ میدانِ عمل استوار ہے اور خواتین کے اپنے فرائض ہیں جو وہ انجام دیں لیکن جب زہراء سلام اللہ علیہا دیکھتی ہیں کہ میراثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لٹ رہی ہے، کوثر کا نظام لٹ رہا ہے اور سب دور ہو رہے ہیں، یہاں پر کوثر کی جگہ گھر کا گوشہ نہیں، گھر کا زاویہ نہیں، گھر میں رہنا نہیں بلکہ یہاں زہراء سلام اللہ علیہا کا میدان، مسجد و امت ہے، خطبہ اور خطاب ہے، ردِ عمل اور عمل ہے اور پیغام و بیداری ہے، یہاں للکارنا ہے، یہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا پیغام ہے، یہ کوثر ہے۔

نظامِ تکاثر پر کوثر کا غلبہ

خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو فرمایا کہ اے نبی! ہم نے آپ کو خیرِ کثیر عطا کیا ہے جبکہ سورہ تکاثر میں ہے کہ

اَلْهٰاكُمُ التَّكَاثُرُ (۱)

اکثریت تکاثر میں ڈوبے ہوئے ہیں لیکن یہ توازن برپا ہو جائے گا کہ ایک کوثر تمام لشکرِ تکاثر کے مقابلے میں کافی ہے، ایک کوثر حاوی ہے، ایک کوثر کا پوری امتِ تکاثر کے اوپر غلبہ ہے اور یہ قانون ہمیشہ ہے لیکن ایک کوثر تو ہو، کوثر کی کوئی راہرو تو ہو، کوثر کے پیچھے چلنے والا تو کوئی ہو، ورنہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایک کوثر میں نے پیدا کی، ایک سے زیادہ نہیں! ایک کوثر ہی پورے نظامِ تکاثر کے اوپر غلبہ پا لیتی ہے۔

لبیک یا زہراء سلام اللہ علیہا کا مفہوم

لبیک کا مطلب یہ ہے کہ آج ہم اسوۂ کوثر بننے کیلئے تیار و آمادہ ہیں، آج کے نظامِ تکاثر سے مقابلے کیلئے ہم میدان میں حاضر ہیں، آج کے اس نظامِ تکاثر و طبقۂ تکاثر کے خلاف اٹھنے کیلئے تیار ہیں، یہ نعرہ صرف رسمی نعرہ نہیں ہے، یہ مجلسی نعرہ نہیں ہے، خطیب کیلئے نہیں ہے، فقط داد کے طور پر نہیں ہے بلکہ یہ عہد کا نعرہ ہے نہ داد کا نعرہ! فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی اکیلی فریاد چودہ سو سال سے دھیمی نہیں ہوئی، آج فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی آواز ہر کان کے اندر پڑی ہوئی ہے۔ آج ہم سب کی فریاد اتنی تو ہو کہ کم از کم یہاں موجود پاکستان کے اندر نظامِ تکاثر کے کانوں تک پہنچ جائے کہ میدانِ کوثر آج بھی خالی نہیں ہے! آج بھی میدانِ کوثر تنہا نہیں ہے!

(۱) سورہ التکاثر آیت: ۰۱

فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی سادگی

خداوند تعالیٰ نے جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کو جو کچھ عطا کیا وہ سب بی بی نے راہِ خدا میں پیش کیا، ہر چیز خدا کی راہ میں دے دی حتیٰ خواتین کے اندر ایک خصلت وخصوصیت ہوتی ہے کہ وہ جلد ناراض ہوجاتی ہیں اور یہ خصوصیت جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا میں بھی تھی، سیدہ سلام اللہ علیہا بھی رنجیدہ ہوتی تھیں، سیدہ سلام اللہ علیہا بھی ناراض ہوتی تھیں، یہ ایک فطری چیز ہے، غلط نہیں ہے، یہ مردوں میں بھی ہے، عورتوں میں بھی ہے، فوراً رنجیدہ ہوجانا لیکن ہم یہ دیکھیں کہ تکاثر کی راہ پر چلتی ہوئی خواتین کس سے رنجیدہ ہوتی ہیں، جوتا نہیں ہے! دوپٹہ نہیں ہے! کلپ نہیں ہے، انگوٹھی نہیں ہے، پیزا نہیں ہے، برگر نہیں ہے، ٹکٹ نہیں ہے، بیلنس نہیں ہے، موبائل نہیں ہے، کمپیوٹر نہیں ہے، یہ وہ چیزیں ہیں جو دنیائے تکاثر کی رنجیدگی کا باعث بنتی ہیں لیکن فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا لباس کی کمی پر رنجیدہ نہیں ہوتیں، انگوٹھی کے نہ ہونے پر رنجیدہ نہیں ہوتیں، جوتے کے پھٹنے پر، دوپٹہ نہ ہونے پر رنجیدہ نہیں ہوتیں بلکہ یہ وہ بی بی ہے کہ جس کو شادی کا جوڑا دیا جاتا ہے، ایک اچھا جوڑا، معمول کے لباس سے تھوڑا بہتر اور ازدواج کی شب ہی یہ جوڑا اٹھا کر فقیر کو صدقے میں دے دیتی ہے اور پھر یہ بی بی سلام اللہ علیہا معمولی لباس پہن لیتی ہے، اس کا مطالبہ یہ نہیں کہ میرے گھر میں صوفہ ہو! میرے گھر میں پلنگ ہو! میرے گھر میں یہ ہو، وہ ہو، گھر اتنے بیڈ روم کا ہو، گھر میں یہ یہ سہولتیں موجود ہوں جبکہ اس بی بی سلام اللہ علیہا کا پورا گھر کیسا تھا؟ ابھی بھی بعض جگہوں کے آپ نام رکھتے ہیں جیسے قصرِ زہراء، قصرِ فاطمہ، فاطمہ کا محل، کبھی بھی مرمر کے گھر کے اوپر قصرِ زہراء سلام اللہ علیہا مت لکھو! کبھی بھی ٹائلوں کے گھر کے اوپر قصرِ زہراء سلام اللہ علیہا نہ لکھو! چونکہ قصرِ زہراء سلام اللہ علیہا مٹی کا ایک چھوٹا سا کمرہ ہے، چھوٹا سا ایک جھونپڑا قصرِ زہراء سلام اللہ علیہا جو مٹی اور کھجور کے پتوں کا بنا ہوا ہو، نہ کہ مرمر کی سلوں کا بنا ہوا ہو، زہراء سلام اللہ علیہا نے مرمر کی سلوں سے اپنا گھر نہیں بنایا!

حجرۂ فاطمہِ زہراء سلام اللہ علیہا

قصرِ حضرتِ زہراء سلام اللہ علیہا، وہ حجرہ ہے جس میں عام آدمی کی لئے شاید شب بسر کرنا بھی مشکل ہوجائے،

آج کی خاتون جو تکاثر کے ماحول کی پلی ہوئی ہے، دنیائے تکاثر کی پروردہ خاتون کا غم کیا ہے؟ کہ میرے گھر میں یہ سامان ہو، وہ سامان ہو! پلنگ ہو، میٹرس ہو، آپ کو پتہ ہے کہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے سونے کا میٹرس کیا تھا؟ بھیڑ کی خشک کھال، بھیڑ کے اوپر اون ہوتی ہے یہ ایک طرف اون ہوتی ہے، ایک طرف سے چمڑا، ابھی بھی شاید بعض علاقوں میں لوگ استعمال کرتے ہوں گے۔ کچھ عرصہ پہلے تک معمول تھا، حلال جانور کی جانماز بناتے تھے، خصوصاً بھیڑوں کی، سردیوں میں بعض جگہ اسکا لباس بناتے ہیں، جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کے سونے کے تخت پر پڑی ہوئی میٹرس وہ یہ بھیڑ کی کھال تھی اور تاریخوں میں لکھا ہوا ہے کہ یہ کھال کئی مقاصد کے لئے استعمال ہوتی تھی، رات کو سونے کیلئے استعمال ہوتی تھی اور دن کو اس کے اوپر دوسرے کام ہوتے تھے۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے پاس ایک اونٹنی تھی اور امیر المومنین علیہ السلام اُس اونٹنی کو چارا ڈالتے تھے، اس کھال کو الٹا کر کے اسی کے اوپر چارا ڈالتے تھے، کیوں؟ چونکہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا تکاثر کے نظام کی پروردہ نہیں ہے، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کوثر ہے، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا دسترخوان تکاثر کا نہیں ہے، بلکہ کوثر ہے جبکہ وہ خاتون جو تکاثر کے گھرانے کی پلی ہوئی ہے، جس کا پورا ہم وغم کثرت سے مالِ دنیا جمع کرنا اور اس پر اترانا ہے!

فاطمہِ زہراء سلام اللہ علیہا کی ناراضگی

جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا نے ان چیزوں پر کبھی فخر نہیں کیا جبکہ اپنا شادی کا جوڑا فقیر کو دے دیا۔ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا نے کبھی بھی امیر المومنین علیہ السلام سے مطالبہ نہیں کیا، آخری وقت جب جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا اس دنیا سے جارہی تھیں تو ایک جملہ ایسا بیان فرمایا جس سے امیر المومنین علیہ السلام کے آنسو نکل آئے، جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا نے امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا کہ اے علی! میں نے آپ کے ساتھ زندگی بسر کی، کوشش کی کہ آپ کو ناراض نہ کروں! اے علی! کہیں ایسا تو نہیں کہ میرے کسی عمل کی وجہ سے آپ مجھ سے ناراض ہوں؟ کہیں یوں تو نہیں کہ میں اپنے ولی کو ناراض کر کے دنیا سے جارہی ہوں؟ علی علیہ السلام اگر ہے تو مجھے بتادو، اس وقت امیر المومنین علیہ السلام رو پڑے، آپ نے گریہ کیا چونکہ جس ماحول میں جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے زندگی بسر کی، کائنات کی سب سے

باعظمت خاتون نے نظامِ الٰہی کے اندر سب سے بڑی مخدرہ نے جس ماحول کے اندر زندگی بسر کی، علی علیہ السلام نے فرمایا کہ زہراء سلام اللہ علیہا! میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ آپ کیلئے جو سہولت چاہئے تھی فراہم نہیں ہوسکی کہیں آپ اس دنیا سے ناراض تو نہیں جارہی ہیں، فرمایا کہ اے علی! آپ سے ناراض نہیں ہوں۔ نہ علی علیہ السلام، زہراء سلام اللہ علیہا سے ناراض اور نہ زہراء سلام اللہ علیہا، علی علیہ السلام سے ناراض لیکن تکاثر کے نمائندوں سے علی علیہ السلام بھی ناراض اور زہراء سلام اللہ علیہا بھی ناراض!

فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی وصیّت

جناب زِہراء سلام اللہ علیہا کی زندگی میں اور بعد از شہادت کیا خواہشات تھیں؟ وصیت کیا ہے؟ یہ کہ مجھے رات کو دفنانا، رات کو غسل دینا، میرا تشییع جنازہ میں کوئی شامل نہ ہو! میری قبر کا نشان مٹادینا، کیوں؟ اس لئے کہ میں کوثر ہوں اور پسند نہیں کرتی کہ امتِ تکاثر میری قبر پر آئے اور میری مزار پر آکر ریاکاری کرے، کوثر کے مزار پر تکاثر والے نہ آئیں! کوثر کا مزار بہتر ہے کہ مخفی و پوشیدہ ہی رہے، اہلِ تکاثر کی نگاہوں سے پنہاں ہی رہے اور یہ آج تک راز ومعمہ ہے کہ مخدراتِ دین حضرت زہراء سلام اللہ علیہا نے اپنا مزار بھی چھپایا، وصیت کر کے گئیں، آج جو قبر، قبرِ فاطمہ کے نام سے مشہور ہے وہ فاطمہ بنتِ اسد کی قبر ہے، وہ امیرالمومنین- کی والدہ مکرمہ کی قبر ہے، وہ جنابِ زہراء سلام اللہ علیہا کی قبر نہیں ہے، جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کی قبر کسی کو معلوم نہیں! سوائے امام زمانہ (عج) کے و اولادِ فاطمہ کو پتہ ہے کہ کہاں ہے، کوثر کی قبر نسلِ کوثر کو پتہ ہے، راہروانِ کوثر کو پتہ ہے!

آلِ سعود کے مظالم

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے زندگی بھر تکاثر کا مطالبہ نہیں کیا، چونکہ کوثر اور تکاثر ایک راہ پر اکٹھے نہیں ہو سکتے، یہ زمانہ جو جارہا ہے یہ بہت اہم ہے، آپ اپنی ملت، اپنی قوم، اپنی مملکت کے حالات دیکھ رہے ہیں، طبقہ تکاثر نے اپنے مفادات کے لئے کہاں پہنچادیے ہیں۔ آج مظلوموں پر، عورتوں اور بچوں پر سعودی عرب و

آلِ سعود بم گراتے ہیں اور پاکستان میں، پارلیمنٹ میں بیٹھ کر سیاستدان بحث مباحثے اور مناظرے میں مصروف ہیں کہ ہم بھی آلِ سعود کی مدد کیلئے فوج بھیجیں! کیوں فوج بھیجیں؟ ایک بے شرمی کی بات یہ کرتے ہیں کہ حرمین کا دفاع کریں! جبکہ آلِ سعود نے یمن اور شام پر حملہ کیا ہے اور پاکستانی حرم کے دفاع کیلئے جارہے ہیں، حرم تو سعودی عرب کے اندر ہے، مکہ میں مدینہ میں ہے۔

حملہ آلِ سعود نے یمن پر کیا ہے اور پاکستانی احمق یہاں پر بیٹھ کر کہہ رہا ہے کہ حرم کا دفاع کرنا ہے! چونکہ حرم خطرے میں ہے، حرم خطرے میں نہیں ہے بلکہ تیرا شکم خطرے میں ہے، تیری کھوپڑی خطرے میں ہے، یہ تکاثر کی دنیا ہے کہ سعودی عرب کے پاس تیل کا پیسہ ہے، وہ ہر چیز خریدتا ہے اور پاکستان سے خریدتا ہے، پاکستان سعودی عرب کی منڈی ہے، کاریگر یہاں سے خریدتا ہے، بچے یہاں سے خریدتا ہے، تمام عرب، چھوٹے بچے جو اغواء ہو جاتے ہیں یا بعض اوقات ماں باپ خود بیچ دیتے ہیں، پنجاب اور سندھ کے بعض علاقوں سے، یہ بچے عرب ملکوں کے اندر اونٹ کی دوڑ میں استعمال ہوتے ہیں، اونٹ کی پشت پر بچے کو باندھتے ہیں، چھوٹے دو ڈھائی سال کے بچے کو پھر مست اونٹ کو دوڑاتے ہیں، یہ بچہ ڈر سے چیختا ہے، اس کی چیخ سے بوکھلاہٹ میں اونٹ اور زیادہ دوڑتا ہے اور اس طرح سے یہ مقابلہ جیت لیتے ہیں اور اکثر بچے اونٹ کی پشت پر ہی چیخ چیخ کر مرجاتے ہیں جبکہ یہ بچے پاکستان سے خریدے جاتے ہیں۔

آج پاکستانی ملت وہ بنادی گئی ہے کہ سعودی عرب اور عرب دنیا کے عیاش یہاں پر آئیں، بچے خریدیں، کاریگر خریدے، گھروں کے کاموں کیلئے اور عیاشی کیلئے یہاں سے (نعوذ باللہ) عورتیں خریدیں، مائیں بیٹیاں یہاں سے خریدیں اور آج آئے ہیں پاکستان کی فوج خریدنے کیلئے اور سب بیٹھ کر بحث کر رہے ہیں، یہ پارلیمنٹ کے اندر بیٹھ کر بحث نہیں کر رہے ہیں بلکہ یہ سب کے سب قیمت لگا رہے ہیں، قیمت یہ لگا رہے ہیں کہ ہم آپ کے تعاون کیلئے فوج بھیج سکتے ہیں، اسلحہ بھیج سکتے ہیں، سب کچھ بھیجیں گے اگر آپ ہمیں پیسے دو!

لشکرِ تکاثر کے مقابل میں نسلِ کوثر

تمہیں تکاثر نے اتنا ذلیل، پست اور رسوا کر دیا ہے کہ تم نے ان عربوں کے ہاتھوں ناموس بھی بیچ دی، ان عربوں کے ہاتھوں ملت بھی بھیج دی، ان عربوں کے ہاتھوں فوج بھی بیچ رہے ہو، مملکت وسیاست بیچ رہے ہو، تکاثر کی دنیا انسان کو اتنا پست کر دیتی ہے لیکن یوں نہ سمجھیں کہ مظلومین تنہا ہیں، وہ تنہا نہیں ہیں، کیوں تنہا نہیں ہے؟ اس لئے کہ اہلِ تکاثر کے پاس اگر پیسے ہیں اور وہ فوجیں خرید سکتے ہیں، وہ سیاسی جماعتیں خرید سکتے ہیں، وہ اس ملک کے حکمران خرید سکتے ہیں، وہ اس ملک کے سیاستدان خرید سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے مقابلے میں ایک سلسلۂ کوثر بھی بنایا ہے، خداوند تعالیٰ نے ایک لشکرِ کوثر بھی بنایا ہے، صرف تکاثر کا لشکر نہیں، کوثر کا لشکر بھی موجود ہے، اگر اہلِ تکاثر پیسے سے دنیا کو ہڑپ کر چکے ہوتے تو آج اولادِ فاطمہ کا کہیں نام نہ ہوتا، کربلا کے اندر لشکرِ تکاثر آیا، عبیداللہ ابن زیاد نے کوفی خریدے، کوفی خرید کر اولادِ فاطمہ کے قتل کیلئے بھیجے اور اُن کے جواب میں نسل کوثر آ گئی، اُس نسل کوثر میں جہاں فرزندِ فاطمہ ہیں وہاں دخترِ فاطمہ بھی موجود ہے، فرزندِ فاطمہ شہید ہو گئے لیکن دخترِ فاطمہ نے نسل کوثر کو بچایا۔

نسل کوثر رسیوں میں بندھ سکتے ہیں، بموں تلے زخمی ہو سکتے ہیں، تلواروں سے کٹ سکتے ہیں لیکن کبھی بھی ذلت قبول نہیں کرتے، تسلیم نہیں ہوتے، اگرچہ تھوڑے ہی کیوں نہ رہ جائیں، اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو جائیں، میدان کو ہرگز ترک نہیں کرتے اور یہ نسل کوثر کی برکت ہے کہ آج پوری دنیا کے اندر فقط اولادِ فاطمہ کا تذکرہ ہے، فقط ذریتِ زہرا سلام اللہ علیہا کا تذکرہ ہے۔

خداوند تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اے رسول! میں آپ کو خیر کا منبع عطا کروں گا اور جب تک زہراء سلام اللہ علیہا ہے اور نامِ زہراء سلام اللہ علیہا ہے اور جب تک زہراء سلام اللہ علیہا سے متمسک لوگ ہیں اور جب تک شخصیتِ زہراء سلام اللہ علیہا کے پیروکار لوگ موجود ہیں یہ لشکرِ تکاثر دین خدا مٹا نہیں سکتے!

لشکرِ تکاثر کے مقابل میں نسلِ کوثر

محافظِ راہِ کوثر

ہمارے سامنے دو راستے ہیں، ایک کوثر کا راستہ ہے اور ایک تکاثر کا راستہ ہے، ایسا نہ ہو کہ ہمارے لبوں پر کوثر کا نام ہو اور ہمارا عمل تکاثر والا ہو، اس کا نام قرآن مجید نے منافقت رکھا ہے، یہ منافقت ہے کہ لب پہ نامِ زہراء سلام اللہ علیہا ہو اور راستہ تکاثر کا ہو، اب آپ کو اپنی بصیرت سے کوثر اور تکاثر کے خطوں اور راستوں کو جدا کرنا ہے، ہر میدان میں، تعلیم کے میدان میں، سیاست کے میدان میں، تجارت کے میدان میں، گھریلو میدان میں، تربیت کے میدان میں، عائلی زندگی کے میدان میں، کوثر کے راستے کو تکاثر سے ملنے نہیں دینا، کوثر کے راستے کا امین و محافظ بننا ہے، کوثر کے راستے کا پاسبان بننا ہے۔

تکاثر کی ہوس کا نتیجہ!

کوفی وہ منافق طبقہ تھا جن کے لبوں پر تو نامِ کوثر تھا لیکن وہ لشکرِ تکاثر کا حصہ تھے۔ تکاثر کے لشکر میں تھے اور اگر انسان کو تکاثر کی بیماری لگ جائے، تکاثر کے فریب میں آ کر، کبھی اولاد کے فریب میں کوثر کو بھی ذبح کر دیتا ہے، کربلا میں ایسے لوگ تھے جنھیں تکاثر کی بیماری لگی ہوئی تھی اور تکاثر کی بیماری نے انھیں قاتل فرزندِ زہراء سلام اللہ علیہا بنایا، قاتل اولادِ زہراء سلام اللہ علیہا بنایا۔ تاریخ کا یہ شعبہ نہیں معلوم پاکستان میں کیوں بیان نہیں کیا جاتا کہ وہ قاتلین کربلا کیوں آئے؟ کون لوگ تھے؟ کیا شام سے آئے؟ نہیں! بلکہ کوفہ سے آئے تھے جبکہ کوفہ یزیدی شہر نہیں تھا، کوفہ اہل بیت ؑ کے ماننے والوں کا شہر تھا، اہلبیت ؑ کے ماننے والے شہر سے اتنا لشکر کیوں اٹھ کر آیا اور ان میں ایک بڑی تعداد وہ تھے جنھوں نے سید الشہدا- کو خط لکھے، نسل کوثر و فرزندِ کوثر کو خط لکھا کہ آپ آئیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں جبکہ بیعت کے بجائے تلوار لے کر قتل کرنے کیلئے آئے، یہ کیسے ہوا؟ تکاثر نے اپنا کام کیا! کوثر کا نام لبوں پر تھا لیکن تکاثر کی ہوس دل میں تھی اور جب تکاثر کی لالچ دی جائے اور عبیداللہ آ کر پیشکش کرے تو انسان جلدی بدل جاتا ہے۔

تکاثر کی راہ پر عزاداری کے آنسو

ہمیں اقدارِ فاطمیہ کو مجسم کر کے پیش کرنا ہے، ہمیں راہِ کوثر کا رول ماڈل بننا ہے، ہمیں اسوہ بننا ہے، اقدار سے مزین ہو کر، عمل کے میدان میں اتر کرامت کو بتانا ہے کہ تکاثر کے زمانے میں کوثر کا راستہ بھی طے کیا جا سکتا ہے، اس ملک و مملکت کی نجات اسی کے اندر ہے جو توہمات ہمارے ذہنوں میں ہیں کہ ہم راہِ تو تکاثر کی طے کریں جبکہ لبوں پر کوثر کا نام ہو اور اس سے ہم آخرت میں نجات پا جائیں گے، یہ ہرگز ممکن نہیں ہے! کچھ لوگ جنابِ زہراء سلام اللہ علیہا کے جنازے میں آ کر سوگواری و عزاداری کرنا چاہتے تھے، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا پر رونا چاہتے تھے، جنابِ زہراء سلام اللہ علیہا نے انھیں رونے نہیں دیا، جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا نے انھیں اپنے اوپر عزاداری نہیں کرنے دی، اپنے تشییع میں شرکت کرنے نہیں دی، کیوں؟ اس لئے کہ یہ راہِ تکاثر والے تھے، یہ تکاثر کی خاطر دین کو پشت کرنے والے تھے لہٰذا کوثر نے ان کو قبول نہیں کیا، ہم یہ گمان نہ کریں کہ تکاثر کی راہوں پر چل کر اور عزاداری کر کے آنسو بہا کے، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو خوش کر لیں گے، راہِ کوثر سخت و دشوار راستہ ہے اور فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی دخترِ گرامی، ثانیٔ زہراء سلام اللہ علیہا نے کوفہ میں یہی کام کیا، کچھ لوگ جو کوفہ میں رو رہے تھے، جناب زینب سلام اللہ علیہا کو اُن کا رونا بہت ناگوار گزرا اور فرمایا کہ کیا تم میرے بھائی کو رو رہے ہو؟

أَتَبْكُونَ أَخِي (١)

میرے بھائی کو رو رہے ہو؟ تم اس رونے سے مجھے فریب نہیں دے سکتے، کیوں کہ تم دنیائے تکاثر کے بندے ہو اور میں نسل کوثر ہوں، اگر تمہیں رونا ہے تو تمہیں کاروانِ کوثر میں بیٹھ کر رونا ہے نہ کاروان تکاثر میں بیٹھ کر رو لو اور پھر خوش ہو جاؤ کہ یہ چیزیں مجھے بچا لیں گی!

آج اس اسوۂ فاطمی کے احیاء کا علَم ہمیں اٹھانا ہے، اسوۂ زہراء سلام اللہ علیہا کا علَم ہمیں اٹھانا ہے، مکتب کوثر کا نمائندہ و ترجمان ہمیں بننا ہے، اور اس دنیائے تکاثر کے مقابلے میں قیام کرنا و کھڑے ہونا ہے جس طرح سے

(١) الإحتجاج على أهل اللجاج (للطبرسي) ج ١، ص ٣٠٤

زہراء سلام اللہ علیہا اُن کی پوری دنیا کے مقابلے میں کھڑی ہوگئیں۔

بی بی سلام اللہ علیہا کا انصار کی خواتین کو خطاب

بی بی نے ایک خطبہ مسجد میں بیان کیا، ایک خطبہ انصار کی خواتین کے سامنے بیان کیا، مدینہ کے اندر دو طرح کے لوگ تھے، مہاجر اور انصار، انصار اور مہاجر خواتین کو نہیں آنے دیا، اُن سے بی بی سلام اللہ علیہا آخر تک نالاں و ناراض رہیں، مہاجر مردوں سے ناراض رہیں، انصار کے مردوں سے بھی ناراض تھیں لیکن انصار کی خواتین نے بی بی سلام اللہ علیہا کی عیادت کیلئے اسرار کیا اور بی بی نے انھیں قبول کیا، ایک دن وہ حجرہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا میں آئیں اور جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا نے اُن کے سامنے خطبہ بیان کیا اور اس خطبے میں اُن خواتین کے مردوں کی بہت ملامت و سرزنش کی اور انھیں بتایا کہ تمہارے مردوں نے کتنی بڑی خیانت کی ہے، روایت میں ہے کہ انصار کی خواتین یہ خطبہ سن کر چیختی چلاتی ہوئی بی بی سلام اللہ علیہا کے حجرے سے باہر گئی اور جا کر اپنے مردوں پر لعنت کی، نفرین کی اور اُن سے یہ کہا کہ تم سے دخترِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہیں، اب اگر تم گھروں میں آؤ گے تو ہم گھروں میں نہیں رہیں گی، اس طرح سے ان بیبیوں نے احتجاج کیا۔

جنابِ زہراء سلام اللہ علیہا نے مردوں سے کوئی بات نہیں کی، کسی سے نہیں مل رہی تھیں لیکن انصار کی خواتین سے ملیں اور انھیں پیغام دیا کہ تمہارے مرد خائن ہیں، کم از کم تم وفا کرو، اُن خواتین نے جو کچھ اُن سے ہو سکتا تھا کیا، خائن مردوں سے اظہارِ لاتعلقی کیا اور جنابِ زہراء سلام اللہ علیہا کے ساتھ عہد کیا لیکن مردوں نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ آپ یوں سمجھیں کہ اگر آج جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا آ کر خطاب کریں، کس سے خطاب کریں گی؟ اُن تکاثر کے اماموں سے خطاب نہیں کریں گی، تکاثر کے میدان کے قہرمانوں سے خطاب نہیں کریں گی، تکاثر کے میدان میں جو چیمپئن بنے ہوئے ہیں اُن سے خطاب نہیں کریں گی، اگر خطاب کیا بھی تو کچھ خواتین انصارِ دین سے خطاب کریں گی چونکہ اُن سے امید رکھتی ہیں، ان سے بی بی توقع رکھتی ہیں۔

آرزوئے زہراء سلام اللہ علیہا

فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو ہم سے امید ہے کہ راہِ کوثر کی ترویج کریں، راہِ کوثر کے پھیلانے کیلئے ہمارے ہی ہاتھوں سے پاکستان کے اندر راہِ کوثر وراہِ بیداری گلی گلی، کوچہ کوچہ (ان شاء اللہ) زندہ ہوگی اور یہ پیغامِ زہراء سلام اللہ علیہا گلی گلی پہنچے گا اور اس ملک میں علی علیہ السلام کی تنہائی ختم ہو جائے گی اور صرف لبوں پر علی علیہ السلام و زہراء سلام اللہ علیہا نہیں ہوگا بلکہ عمل میں بھی علی علیہ السلام و زہراء سلام اللہ علیہا کا مکتب زندہ ہوگا، تکاثر سے منہ موڑ کر کوثر کی طرف رخ کرکے، اس مملکت کو بھی ایک دن اس نکتے تک پہنچائیں کہ ہم فخر کرکے کہہ سکیں کہ آج بھی نسل کوثر موجود ہے، ان شاء اللہ۔

فصل چہارم:

فاطمی باتیں

القابات حضرت زہراء سلام اللہ علیہا

ام ابیھا:

جو القابات ائمہ طاہرین علیہم السلام نے ہستی و شخصیت جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے لئے بیان فرمائے ہیں، ان میں سے پہلا لقب جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا وہ ام ابیھا ہے۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو یہ لقب بہت کمسنی اور کم عمری میں نصیب ہوا۔ تاریخ کے مطابق حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا تین یا پانچ سال کی تھیں کہ جب رسول خدا نے آپ کو اُمِّ اَبِیھا کا لقب دیا یعنی اے فاطمہ! آپ تو اپنے باپ کی بھی ماں ہیں، آپ میری بیٹی ہیں لیکن ماں کی طرح اپنے باپ کا خیال رکھ رہی ہیں۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ اسوہ طیبہ، یہ عطیۂ خدا اور یہ سرِ مستودع کس طرح اس مقام تک پہنچی ہیں؟ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا تین یا پانچ سال کی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلِ مکہ کو تبلیغِ دین کرتے و دعوتِ دین دیتے، تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم وستم ڈھاتے، پتھر برساتے اور کانٹے پھینکتے تھے، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہو جاتے، اور جب گھر تشریف لاتے بی بی سلام اللہ علیہا، بابا کے زخموں کو دیکھتیں، تو وہ کام جو پہلے جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا انجام دیتی تھیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخموں پر مرہم رکھتیں، تیمارداری کرتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتی تھیں، اب جناب سیدہ سلام اللہ علیہا تین یا پانچ سال کی ہوئی تو والدہ کا کام بی بی سلام اللہ علیہا نے لے لیا اور بابا کی تیمارداری اور زخموں پر مرہم رکھتیں۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی بدن کے ساتھ گھر واپس تشریف لائے بی بی نے جب اس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو زمین پر بیٹھ گئیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرِ اقدس اپنی گود میں رکھ کر خون صاف کرنے لگیں اور ساتھ ساتھ آنسو بھی بہا رہی تھیں لیکن اس طرح سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محسوس نہ ہو کہ بیٹی رو رہی ہے اس کو کہتے ہیں کہ ضبط کر کے رونا یعنی آواز نہیں نکل رہی لیکن گریہ ہے آنسو ہیں ایک آنسو بی بی کا ٹپک کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسارِ مبارک پر گرا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنسو کی گرمی محسوس کی تو بیٹی کے چہرے کی طرف دیکھا کہ آنسو کی لڑی بیٹی کے

رخساروں پر بہہ رہی ہے ۔اس وقت فرمایا کہ فاطمہ توام ابیھا ہے ۔

اُمُّ الائمة:

لقبِ دیگر بی بی کا اُم الائمہ سلام اللہ علیہا یعنی ائمہ علیہم السلام کی ماں، امامت کی ماں، جناب سیدہ سلام اللہ علیہا تمام ائمہ کیلئے حقیقی ماں کی حیثیت رکھتی ہیں سوائے امیر المومنین علیہ السلام کے لیکن دیگر تمام ائمہ علیہم السلام کیلئے مادر ہیں ام الائمہ سلام اللہ علیہا ہیں ۔

اُمُّ الاُمت:

مادر امت اسلام یعنی اسلام کی حقیقی ماں و اصلی ماں جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا ہیں کہ جنکے بارے میں ائمہ اطہار علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا مادر امت مسلمہ ہیں اُمّ المومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کالقب ہے تمام امتِ مسلمہ کو چاہیے کہ ادب کے ساتھ انکو اس لقب سے پکاریں، کیونکہ قران نے انہیں اُمَّهَاتُ المؤمِنِیْن کہا ہے یعنی انہیں ماں کی نگاہ سے دیکھو اور اگر ماں کی نگاہ سے نہیں دیکھا تو یہ بے ادبی کی ہے اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا جو سیدہ نسا العالمین ہیں تمام عالمین کی خواتین کی سرپرست، سربراہ ہیں، سیدہ ہیں، سب سے بالاتر ہیں اسوہ ہیں اور تمام امت و نسائے عالمین نے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی اقتداء کرنی ہے، اس لیے اُمّ النساء بھی ہیں اور اِمّ الامّۃ بھی ہیں، تمام مردوں اور عورتوں کیلئے جن کا اسلام و ایمان سے تعلق ہے ان کی ماں ہیں فاطمہؑ امّ الامّۃ ہیں ۔

امّ الکتاب:

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے القابات میں سے ایک لقب ام الکتاب ہے ۔خداوند تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم کے ایک اعلیٰ و عالی مرتبے کو ام الکتاب کہا ہے ۔قرآن مجید مقام لَدُنْ و مقام ملکوت میں ام الکتاب ہے اور زمین پر ام الکتاب کی تجلی جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا ہیں جس طرح روایات میں ہے اور قرآنِ کریم میں بھی حکم ہے کہ ''عروۃ الوثقیٰ سے تمسک کرو اور مضبوط سہارے کو تھام لو (۱)'' اور مصداقِ عروۃ الوثقیٰ کے بارے میں سب سے

(۱) فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى (سورۃ البقرۃ، آیت:۲۵۶)

زیادہ روایات جووارد ہوئی ہیں وہ امیر المومنین علیہ السلام کی ذاتِ گرامی ہے یعنی علی علیہ السلام عروۃ الوثقیٰ ہیں اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا ام الکتاب ہیں یعنی کتاب کی ماں، الکتاب یعنی اللہ کی کتاب، منشور ھدایت بشر، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی نسبت بھی یہی ہے کہ آپ سلام اللہ علیہا بھی ام الکتاب ہیں جناب سیدہ سلام اللہ علیہا ام الاسلام ہیں اسلام وشریعت کی ماں ہیں۔

اُمّ الفضائل:

تمام فضیلتیں ہستی جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے پھوٹتی ہیں آپ سلام اللہ علیہا فضائل کا چشمہ ہیں اللہ تعالی نے قرآن میں جولقب سیدہ سلام اللہ علیہا کے لئے ذکر فرمایا ہے، وہ کوثر ہے اور آپ سلام اللہ علیہا ہر پہلو سے کوثر ہیں از جملہ فضائل کیلئے بھی نہ ختم ہونے والا چشمہ ہیں۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی تمام فضیلتیں چشمہ الٰہی سے پھوٹی ہیں۔

اُمّ الولایۃ:

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا ولیہ ہیں مقام ولایت پر فائز ہیں اور ماد رولایت ہیں ام الولایت ہیں وہ علماء جو معرفت رکھتے ہیں انہوں نے ان معارف کا حق ادا کیا ہے ورنہ ممبروں پرولایت کا چرچہ تو سب کرتے ہیں لیکن ولایت کی معرفت بہت کم رکھتے ہیں نادر ونایاب طبقہ ہے کہ جو ولایت کی معرفت رکھتا ہے ان علماء کے مطابق جناب سیدہ سلام اللہ علیہا ام الولایت ہیں یعنی ولایت کے اس مرتبہ پر فائز ہیں جو ماد رولایت کیلئے مقرر ہے۔

اُمّ الاقدار:

تمام قدریں (ویلیوز) جو اللہ نے مقرر کی ہیں جن تک بشیریت نے پہنچنا ہے اور سفر کر کے ان اقدار کو حاصل کرنا ہے ان کی ماں اور ان کا منبع واساس اور ان کی اصل جناب سیدہ سلام اللہ علیہا ہیں۔

فاطمی باتیں

اپنی باتیں تو ہم فراوان کرتے ہیں ہر مناسبت سے کرتے ہیں اور ہر بہانے سے کرتے ہیں روز میلاد حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا ہم اپنی باتیں نہ کریں نہ خود سیدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق باتیں کریں نہ اپنے بارے میں باتیں کریں نہ کسی اور کے بارے میں باتیں کریں آج ہم سنیں جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی باتیں سنیں۔ فاطمی باتیں کیا

ہوتی ہیں؟ ان کا موضوع کیا ہوتا ہے؟ ان کا محور کیا ہوتا ہے؟ ان باتوں کا انداز کیا ہوتا ہے؟ ان کا طرزِ تخاطب کیا ہوتا ہے؟ ویسے تو ہم ہر ایک کی باتیں سنتے ہیں علامہ اقبال کے مطابق:

اَوروں کا ہے پیام اور، میرا پیام اور ہے
عشق کے دردمند کا طرزِ کلام اور ہے
طائر زیر دام کے نالے تو سن چکے ہو تم
یہ بھی سنو کہ نالۂ طائرِ بام اور ہے (۱)

علامہ اقبالؒ یہ فرماتے ہیں کہ بولتے تو سب ہی ہیں وہ بھی بولتے ہیں میں بھی بولتا ہوں ان کی باتوں کی طرز اور ہے میری باتوں کی طرز اور ہے، ان کا پیغام اور ہے میرا پیغام اور ہے تم پنجرے میں گرفتار پرندوں کی بولیاں تو سن چکے ہو تم یہ بھی سنو کہ نالہ طائر بام اور ہے یعنی آزاد پرندہ جو مکان کی چھت پر بیٹھ کر بولتا ہے، بالائے بام نہ زیر دام اس کی بھی ذرا آواز سنو وہ کیسے بولتا ہے، یعنی اسیروں کی باتیں تو سن چکے ہو اب آزاد پرندے کی بات سنو وہ کیسے بولتے ہیں ہم نے بہت باتیں سنی ہیں، اور ہر ایک کی سنی ہے صرف انہی کی سنیں جن کی سننا چاہیے۔

حضرتِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی سنیں وہ کیا فرماتی ہیں؟ وہ کیا کہتی ہیں؟ لیکن افسوس کہ امت اسلامی خطابِ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے مانوس نہیں ہے فاطمی باتوں سے ہماری انس و آشنائی نہیں ہے۔ فاطمی باتیں کیسی ہوتی ہیں؟ فاطمی باتوں کا موضوع کیا ہوتا ہے؟ آج اگر ہمارے سامنے کوئی گفتگو کی جائے یا چند جملے بیان کئے جائیں تو اس گفتگو سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ گھریلو خاتون کی گفتگو ہے یا ماڈرن خواتین کی گفتگو ہے، یہ تعلیم یافتہ خواتین کی گفتگو ہے یا غیر تعلیم یافتہ خواتین کی گفتگو ہے، یہ مومن خاتون کی گفتگو ہے یا غیر مومن کی گفتگو ہے۔ آئے دن پاکستان کے اخباروں میں بعض خواتین کی باتیں بھی چھپتی ہیں سیاسی چہرہ خواتین میڈیا پر آ کر بولتی ہیں اور مومن خواتین بڑی دلچسپی سے ان کی باتیں سنتی ہیں اس کے علاوہ اور خواتین کہ جن کا شاید ولادتِ سیدہ سلام اللہ علیہا کے دن تذکرہ بھی

---

(۱) علامہ اقبالؒ کتاب: بانگ درا

درست نہیں ہے وہ کثرت سے میڈیا پر آتی ہیں اور آ کر لوگوں سے مخاطب ہوتی ہیں اور تمام لوگ بڑی دلچسپی سے ان کی باتیں سنتے ہیں۔ماہِ رمضان وماہِ محرم کے پروگرامز جو فاسد خواتین آ کر میڈیا پر کرتی ہیں کہ شاید محرم کی اگر کوئی توہین کرنا چاہے تو اس سے بڑھ کر اس میں طاقت نہیں ہوگی جتنا یہ میڈیا ان فاسد خواتین سے کرواتا ہے جو فساد کی دنیا سے تعلق رکھتی ہیں اور بہت ہی فاسد ہیں مبلغ اور مروج فِساد و بانی فساد ہیں۔ یہ مقدسات کے اوپر آ کر گفتگو کرتی ہیں مومنین ومومنات سب سنتے ہیں اور بعض اوقات کہتے بھی ہیں کہ ہم ان کی گفتگو سے استفادہ کرتے ہیں۔

بہر کیف ہر طبقے کی باتیں ہم سنتے ہیں اکثر مجالس میں ہم سنتے ہیں خطباء و ذاکرین کہ جو دینی مضامین پڑھتے ہیں محرم و ایام عزاء جشن وخوشی کے دنوں میں آج سیدہ سلام اللہ علیہا کا روزِ میلاد ہے اور ملک بھر میں محفل ومجالس میلاد منعقد ہیں کہ جن میں بعض جگہ شاید مرد وخطاب کر رہے ہوں گے اور بعض جگہ خواتین، کہ جن کی گفتگو ہم اکثر سنتے ہیں اور ان سب کی باتوں سے ہم آشنا ہیں کہ کیسی باتیں کرتے ہیں؟

لیکن فاطمہ سلام اللہ علیہا کے روز میلاد اس ام الائمہ اور ام الامتہ کی باتیں سنیں۔ہم عموماً جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی بارگاہ میں اظہار عقیدت پر اکتفاء کر لیتے ہیں، اور ہمارے سامنے بیان بھی صرف عقیدت کی جاتی ہے، دل سرشار ہیں محبت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے سب کے دلوں کے اندر محبت جناب سیدہ سلام اللہ علیہا بھری ہوئی ہے اور یہ سچی محبت ہے قابل انکار نہیں ہے، لیکن اس محبت کے ساتھ ایک متضاد حالت بھی موجود ہے۔

دل میں محبت سیدہ سلام اللہ علیہا ہے لیکن زندگیاں سیرت سیدہ سلام اللہ علیہا کی گواہ نہیں ہیں اور یہ تضاد ہے جس دل میں محبت فاطمہ سلام اللہ علیہا موجود ہو اس کے طرز زندگی میں بھی فاطمہ سلام اللہ علیہا موجود ہو اس گھر میں بھی جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کا سایہ ہو۔ہمیں عموماً جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے دو چیزوں کی زیادہ توقع ہوتی ہے ایک شفاعت اور دوسرا دعائے فاطمہ سلام اللہ علیہا۔

(الف) شفاعت:

شفاعت یعنی بی بی سلام اللہ علیہا ہماری شفاعت کریں گی، کیوں کریں گی؟ اس لئے کہ ہم ان سے محبت رکھتے ہیں ان کی اولاد سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی اولاد کیلئے ہم گریہ کرتے ہیں اس لیے بی بی ہماری شفاعت کریں گی؟

(ب) دعائے فاطمہ:

اور یہ کہ بی بی سلام اللہ علیہا ہمارے لئے دعا کریں گی، کیوں دعا کریں گی؟ کیونکہ ہم بی بیؑ کی آرزو پوری کریں گے۔ بی بیؑ کی آرزو کیا تھی؟ بی بیؑ کی آرزو یہ تھی کہ جب سبط اصغر علیہ السلام پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور روئے یہ مستند روایت ہے تمام شیعہ سنی تاریخوں میں موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے جناب امام حسین علیہ السلام کو ہاتھوں پر لیا اور بوسہ لے کر روئے بی بیؑ نے اس گریہ کا سبب پوچھا؟ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اس بیٹے کو مظلومانہ طریقے سے شہید کر دیا جائے گا تو اس وقت بی بی بھی روئیں۔ یہاں تک کی روایت مستند ہے۔ یہاں سے آگے غریب نے محنت زیادہ کی ہے یہ جملہ آپ کو سنایا ہوا ہے "ایک ذاکر صاحب مجلس پڑھ رہے تھے ایک جملہ انہوں نے پڑھا کہ یہ بات روایت میں ہے اور پھر کہا کہ تاریخ میں بس اتنا ہی لکھا ہوا ہے اس سے آگے میں غریب کی اپنی محنت ہے۔ یعنی تاریخ میں اتنا لکھا ہوا ہے باقی سارا میں نے خود بنایا ہے باقی کا تاریخ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ہمیں وہی مضمون اچھا لگتا ہے کہ جو غریب نے خود بنایا ہے جو تاریخ میں لکھا ہوا ہے جو روایات میں ہے اس سے زیادہ دلچسپی نہیں ہوتی۔

سیدہ سلام اللہ علیہا کی دعا یا غریب کی محنت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے امام حسین علیہ السلام کو ہاتھوں پر لیا اور رونے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روتا دیکھ کر بی بی سلام اللہ علیہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رونے کا سبب پوچھا، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اس بیٹے کو بے دردی سے شہید کر دیا جائے گا اب یہاں ذاکرین جو بیان کرتے ہیں وہ یہ کہ جونہی بی بیؑ نے یہ سنا فوراً یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا آیا میرے بیٹے کو کوئی رونے والا بھی ہوگا یا نہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک قوم پیدا ہوگی اور وہ روئے گی تو بی بیؑ نے اس قوم کو دعا دی۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان، بی بیؑ کا فرمان اور غریب کی محنت تینوں ملکر یہ مکمل مضمون ہے جو ہم نے سنا

ہوا ہے۔ ہم اگر ادھر سوچیں کہ اتنی اہم خبر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بی بی سلام اللہ علیہا کو دے رہے ہیں کہ یہ بچہ جو پیدا ہوا ہے یہ مظلومانہ طور پر شہید کر دیا جائے گا تو بی بی کے ذہن میں صرف یہ سوال آیا کہ اس کو کوئی رونے والا ہو گا یا نہیں ہو گا؟ اگر آج کی کسی ماں کا بچہ پیدا ہوا اور اس کو کہا جائے کہ یہی بچہ بڑا ہو گا اور اس کو مار دیا جائے گا تو اس ماں کے ذہن میں پہلا سوال کیا اٹھتا ہے؟ وہ کیا پوچھے گی؟

پہلا سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیوں مار دیا جائے گا اس کا قصور کیا ہو گا؟ مارنے والا کون ہے؟ اپنے ہوں گے دوسرے ہوں گے؟ سب سے اہم سوال یہ کہ جب اس کو قتل کیا جائے گا اس کا ساتھ دینے والا کوئی ہو گا یا نہیں ہو گا؟ یہ سارے سوال نہیں اٹھائے جاتے صرف آخری سوال اٹھایا جاتا ہے یعنی بی بی سلام اللہ علیہا نے اور کوئی سوال نہیں کیا اس ماجرا کے بارے میں کہ دفن کون کرے گا؟ کفن کون دے گا؟ جنازہ کون پڑھے گا فقط یہ پوچھا کہ اس کو رونے والا کوئی ہو گا یا نہیں؟

فاطمہ سلام اللہ علیہا کے اندازِ گفتگو سے نا آشنائی

اسکا مطلب یہ ہے کہ فاطمی طرزِ گفتگو سے آشنائی نہیں ہے فاطمی اندازِ گفتگو معلوم نہیں ہے فاطمی سوال معلوم نہیں ہے کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کس طرح سوال اٹھاتی ہیں؟ فاطمہ سلام اللہ علیہا باتیں کس طرح کرتی ہیں جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی گفتگو کا معیار کیا ہے؟ اگر خدا توفیق دے کہ قابل ہو جائیں کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا ہماری شفاعت کریں فاطمہ سلام اللہ علیہا ہر ایک کو منہ نہیں لگاتیں اپنی عزاداری میں ہر ایک کی شرکت پسند نہیں کرتیں اپنی تشیع جنازہ و قبر پر ہر ایک کا آنا پسند نہیں کرتیں۔ بی بی سلام اللہ علیہا نے فرمایا: مجھے رات کو غسل و کفن دینا رات کو جنازہ اٹھانا، رات کو دفن کرنا اور قبر کا نشان مٹا دینا۔ وہ لوگ بہت سعادت مند ہیں کہ جو خود کو اس قابل بنالیں کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی سوگواری میں شریک ہو سکیں اور فاطمہ سلام اللہ علیہا ان سے خوش بھی ہوں۔ سیدہ سلام اللہ علیہا چاہیں بھی کہ یہ میری مجلس و محفل میں آئیں اور ان تمام متعلقہ امور میں آئیں جو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا چاہتی ہیں لیکن اس کیلئے اپنے آپ کو پہلے اس مقام تک پہنچانے کی ضرورت ہے تا کہ سیدہ راضی ہو جائیں آپ نے دیکھا سیدہ راضی نہیں تھیں؟ بڑے بڑوں سے راضی نہیں تھیں،

آپ کے ذہنوں میں صرف چند نام نہ گھومیں۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے اس وقت مدینہ میں رہنے والے تمام افراد کے اوپر پابندی لگا دی کہ کوئی نہیں آسکتا خواہ جس نے فدک چھینا وہ ہو یا نہ چھینا ہو جو ہمدردی نہیں رکھتا یا ہمدردی رکھتا ہے وہ بھی نہیں آسکتا کیونکہ اوروں کی باتیں اور ہیں فاطمہ سلام اللہ علیہا کی باتیں اور ہیں۔ ہم سیدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق زیادہ گفتگو کرتے ہیں شان سیدہ سلام اللہ علیہا، شخصیت وفضائل سیدہ بیان کرتے ہیں خود اپنی طرف سے اور خطباء کہتے بھی ہیں کہ سیدہ سلام اللہ علیہا مجلس میں آئی ہوئی ہیں۔ اگر سیدہ سلام اللہ علیہا مجلس میں آئی ہوئی ہیں کیا پھر مجھے حق بنتا ہے کہ میں بولوں؟ آپ کے گھر سیدہ سلام اللہ علیہا آئی ہوئی ہوں کیا پھر آپ کو حق بنتا ہے کہ آپ بولیں؟ اگر بولیں پھر تو یہ گستاخی اور بے ادبی ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ میرا ایمان ہے کہ سیدہ سلام اللہ علیہا مجلس میں آئی ہوئی ہیں پھر اس کے بعد سب کچھ بولتے ہیں انکا اگر ذرہ برابر ایمان ہوتا یہیں پر چپ ہو جاتے انکا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگ روئیں مجھے داد دیں وتحسین دیں لوگ واہ واہ کریں اور شاباش دیں یہ لوگوں سے کچھ وصول کرنے کیلئے یہ جملہ بولتے ہیں ورنہ اگر اسے ایمان ہے تو چپ ہو جاتے چونکہ قرآن یہی ادب بتاتا ہے کہ جب ولیٔ خدا یا ولیہ خدا گفتگو کریں چپ ہو جاؤ کوفی بے وفا تھے لیکن ثانی زہراء سلام اللہ علیہا نے خطبہ دیا چپ ہو گئے خاموش ہو گئے بازار والے چپ ہو گئے سناٹا چھا گیا سکوت اختیار کیا کہ سیدہ سلام اللہ علیہا کی بیٹی خطبہ دے رہی ہیں علی علیہ السلام کی بیٹی بول رہی ہیں۔

جناب سیدہ علیہا السلام کا کلام مفصل ہے لیکن دو خطبے معروف ہیں، ایک ایام فاطمیہ کا موضوع ہے جو خطبہ فدکیہ کے نام سے مشہور ہے چند سالوں سے مومنین کے سامنے اس کی تفسیر ایام فاطمیہ کے عنوان سے ہوتی ہے جبکہ ایک معروف خطبہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کا جو بستر علالت و بیماری پر آپ سلام اللہ علیہا نے بیان فرمایا پہلا خطبہ مسجد میں بیان فرمایا، حکمرانوں وسیاسی شخصیتوں کے سامنے اور دوسرا خطبہ انصار کی خواتین کے سامنے بستر بیماری پر بیان فرمایا۔ سنیں سیدہ سلام اللہ علیہا کیا فرماتی ہیں خواتین کی مجلس میں کیا فرماتی ہیں؟ اور کیسے خواتین کو خطاب کرتی ہیں؟

سیدہ سلام اللہ علیہا کی مہاجر عورتوں سے بیزاری کی وجہ

جب جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے مسجد میں جا کر مردوں کو خطبہ دیا تو مردوں کا رویہ دیکھ کر مایوس اور ناراحت و ناراض ہوئیں اور پھر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے لوگوں سے دوری اختیار کر لی گھر میں رہنے لگیں۔ اس سے پہلے گھر سے نکلی ہر دروازے پر گئیں ہر صحابی کو دعوت دی کہ جو کچھ میدان غدیر میں میرے بابا سے سنا تھا اس کی گواہی دیں لیکن مردوں نے مصلحت پسندی و مصلحت اندیشی کا ثبوت دیا کیونکہ مرد اکثر ایسے ہی سوچتے ہیں کہ ایسے موقعوں پر ہم اپنے مفادات کو کیوں خطرے میں ڈالیں اس کے بعد ان سب سے مہاجر و انصار سے مایوس ناراحت و ناراض ہو کر گھر کے اندر ہی رہیں اور اس کے بعد آپ سب جانتے ہیں کہ کیا ماجراء پیش آیا؟ کہ اے کاش! یہ ماجراء پیش نہ آیا ہوتا! اس ماجرہ میں سیدہ سلام اللہ علیہا زخمی ہوئیں اس زخم کو علی علیہ السلام سے پنہان رکھا، اس زخم کی شدت سے سیدہ سلام اللہ علیہا بیمار ہوئیں اور بستر بیماری پر رہیں باہر آنا جانا چھوڑ دیا ملاقاتیں بھی ممنوع قرار دی کہ کسی سے ملنا بھی نہیں کوئی خاتون کوئی مرد کوئی آشنا و اپنا کوئی بھی نہ آئے۔ صرف گھر کے افراد سے سیدہ سلام اللہ علیہا کا تعلق تھا اسی اثناء میں جب کثرت سے لوگوں کو معلوم ہوا کہ سیدہ سلام اللہ علیہا بیمار ہیں لوگ عیادت کیلئے آنا چاہتے تھے اصحاب و ازواج اصحاب مہاجر و انصار کی وہ تمام خواتین جو اس وقت مدینہ میں موجود تھیں، یہ سب چاہتی تھیں کہ سیدہ سلام اللہ علیہا کی احوال پرسی و تیمارداری کریں لیکن سیدہ سلام اللہ علیہا قبول نہیں فرماتیں تھیں اور انہیں واپس بھیج دیتیں۔

انصار کی خواتین بات کو سمجھتی تھیں کہ جب تک ہم مہاجر کی خواتین کے ساتھ ملکر سیدہ سلام اللہ علیہا کی بیمار پرسی کیلئے جائیں گی سیدہ سلام اللہ علیہا کبھی بھی قبول نہیں فرمائیں گی کیونکہ مہاجرین کی سرکردہ سیاسی پارٹی جو بنی تھی کہ جنہوں نے رحلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد فوراً سیاسی الیکشن کا فیصلہ کیا اور اس کے بعد حاکم چن لیا جبکہ اس فیصلے کا انکے پاس کوئی جواز نہیں تھا چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات سے دو ماہ دس دن پہلے اپنی زبان مبارک اور حکم خدا سے یہ کام انجام دے چکے تھے اور امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کا برملا طور پر اعلان ہو گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جب ابھی دفن بھی نہیں ہوئے اور ایک سیاسی جماعتیں بن گئیں ایک انصار کی سیاسی پارٹی تھی جو چند ارکان پر مشتمل تھی اور بہت سارے انصار اس میں شامل نہیں تھے اور دوسری مہاجرین کی جماعت تھی البتہ بہت

سیدہ سلام اللہ علیہا کی مہاجر عورتوں سے بیزاری کی وجہ

سارے مہاجرین بھی اس کے اندر شامل نہیں تھے بلکہ مہاجرین کے سرکردہ افراد تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن سے پہلے فوراً سیاسی میٹنگ کی وہاں انہوں نے مسلمانوں کے لئے حاکم اور خلیفہ چن لیا اس لئے مہاجرین کے اس عمل میں انصار بھی شامل ہو گئے مہاجرین کی خواتین بھی شامل تھی چونکہ سب نے اس فیصلے کو قبول کیا، خواتین اور مردوں نے منتخب حاکم کی بیعت کی۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے اس وقت سے ان سے ملنا چھوڑ دیا کہ میرا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں انصار کی خواتین کو معلوم تھا کہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا زیادہ مہاجرین کی خواتین سے ناراض ہیں۔

وہ سیاسی شخصیات جن کا تعلق مہاجرین سے تھا، سیدہ سلام اللہ علیہا انصار کی خواتین کی نسبت ان کی خواتین سے زیادہ نالاں تھیں، وہ خطبہ جو سیدہ سلام اللہ علیہا نے مسجد میں دیا اس میں انصار کو الگ خطاب کیا، سیدہ سلام اللہ علیہا نے انصار کے مردوں کو احساس دلایا کہ آپ تو میرے بابا کے انصار ہو، انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو ہر معرکے میں شریک رہے ہو، ہر جگہ قربانیاں دی ہیں، اب جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے چلے گئے ہیں تم کیوں دور ہوتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار سے شکوہ کیا یعنی جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے رویے میں دونوں گروہوں کے بارے میں فرق تھا، انصار کے بارے میں ظاہراً نرم گوشہ تھا اور انصار کی خواتین کو یہ احساس تھا کیونکہ انصار کی خواتین یہ سمجھتی تھیں کہ سیدہ سلام اللہ علیہا کے جتنے حق سے سیدہ کو محروم کر دیا ہے اس میں انصار شامل نہیں ہیں اور جو سیاسی فیصلہ ہوا ہے وہ بھی انصار کے حق میں نہیں ہوا اور انصار زیادہ اس میں شامل نہیں ہیں جبکہ مہاجرین نے دو اہم قدم اٹھائے:

(i) اعلان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوری

(ii) فدک کا غصب

انصار کی خواتین کے مطابق سیدہ سلام اللہ علیہا کو یہ درد و رنج پہنچانے میں مہاجرین پیش پیش تھے، اس لیے انصار کی خواتین الگ ہوئیں۔

قربِ سیدہ سلام اللہ علیہا نصرتِ دینِ حق

جب آپ سیدہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں جانا چاہتی ہیں، ان کا قرب و رضا حاصل کرنا چاہتی ہیں مگر آپ مخلوط ہیں اس طبقے کے ساتھ جو سیدہ سلام اللہ علیہا کو پسند نہیں ہے، وہ خواتین جو سیاسی جماعتوں کے رابطے میں ہیں ان کرداروں سے رابطے میں جو کردار سیدہ کو پسند نہیں تب تک سیدہ سلام اللہ علیہا نگاہ نہیں کریں گیں سے، در نہیں کھولیں گئی، شفاعت تو دور کی بات ہے لہذا انصار کی خواتین مہاجر خواتین سے الگ ہوئیں کہ آپ کی وجہ سے فاطمہ سلام اللہ علیہا کا غضب ہم پر بھی ہو رہا ہے۔ آپ سیاسی گروہ ہو جنھوں نے حقِ سیدہ سلام اللہ علیہا غصب کیا، اور ہم بھی تمھارے ساتھ ہونے کی وجہ سے فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ناراضگی کا شکار ہوگئی ہیں ان کو کہا دور ہو جاؤ۔ انہوں نے آ کر تقاضا بھیجا کہ صرف انصار کی خواتین کہ جو احترام بھی کرتی ہیں اور دل و جان سے سیدہ سلام اللہ علیہا کا خیال بھی رکھتی ہیں ملاقات کے لئے آئی ہیں۔ بی بی سلام اللہ علیہا نے پہلے انکار کیا لیکن جب انہوں نے نہیں چھوڑا یہ نہیں کہا کہ چلو در نہیں کھلتا تو چلی جاتی ہیں۔ انہیں مقام سیدہ سلام اللہ علیہا معلوم تھا لہذا انکار کے بعد بھی انکا اصرار رہا کہ ہم نے ملنا ہے معذرت و موافقت کرنی ہے۔ اس قدر اصرار کے بعد سیدہ نے اجازت دے دی کہ صرف انصار کی خواتین آئیں۔ انصار کی خواتین جو مدینے ہی کی رہائش پذیر تھیں ان کا تعلق اوس و خزرج سے تھا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام کیا اور تمام زندگی قربان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس لیے ان کو انصار کا لقب ملا لہذا سیدہ سلام اللہ علیہا نے کہا یہ خواتین آجائیں ان سے ملاقات کرتی ہوں۔

جب یہ خواتین بارگاہ سیدہ سلام اللہ علیہا میں حاضر ہوئیں سیدہ سلام اللہ علیہا بستر بیماری پر سیدہ نے ان کو خطاب کیا یہی سیدہ سلام اللہ علیہا کی آخری باتیں تھیں پھر سیدہ سلام اللہ علیہا نے خطبہ نہیں دیا گھر کے اندرونی ماحول میں باتیں کرتی رہیں لیکن امت کے کسی طبقے سے بات نہیں کی آخری باتیں خواتین سے کی انہوں نے یہ باتیں سنی اور یہ باتیں سننے کے بعد وہ خواتین آگاہ ہوئیں۔ مدینے کی ہر گلی کے اندر ایک کہرام برپا ہوگیا اور جب یہ خواتین گھروں میں لوٹ کر گئیں اپنے ہی مردوں سے اظہار برات کر رہی تھیں، ان پر لعن و نفرین کر رہی تھیں کہ تمہارا برا ہو تم نے سیدہ سلام اللہ علیہا کا دل توڑا ہے ان خواتین نے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے اثر قبول کیا۔

عقیدت سے حقیقت تک کا سفر

قدر، مخدرات اسلام، راہروان راہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا توجہ فرمائیں! جیسا میں نے اشارہ کیا کہ فقط ایک محفل میں شریک ہو کر کہ جیسے عموماً جشن ہوتے ہیں منقبتیں و رباعیاں پڑھی جاتی ہیں، صلواتیں پڑھی جاتی ہیں نعرے لگائے جاتے ہیں دم مست قلندر ہوتا ہے عورتوں اور مردوں کی محفل میں اس کے بعد ہم خوش ہوجاتے ہیں کہ ہم نے جشن اہلبیت علیہم السلام و جشن سیدہ سلام اللہ علیہا میں عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ روز شہادت و روز میلاد، اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ عہد کا دن ہے نہ کہ رسومات بجالانے اور فقط احساسات کے اظہار کا دن ہے، جس چیز کی اہلبیت علیہم السلام اپنے پیروکاروں سے تمنا رکھتے ہیں اسکو بغیر کسی بناوٹ کے انجام دیں چونکہ مجالس کے اندر مجمع متاثر کرنے کیلئے بناوٹ بہت زیادہ کی جاتی ہے، بناوٹی گفتگو کی جاتی ہے، بناوٹی احساسات بنائے جاتے ہیں، مجالس پڑھنے والے مرد و خواتین کو جب ٹریننگ دی جاتی ہے تو ان کو بتایا جاتا ہے کہ فضائل پڑھو تو اس طرح سے چہرہ بناؤ، اس طرح آواز نکالو، اس طرح حرکات کرو، جب مصائب پڑھو اس طرح چہرہ بناؤ، اس طرح آواز نکالو تاکہ مجمع آپ سے متاثر ہو خوب کرتے ہیں ظاہراً خطابت کا ایک جز ہے لیکن بناوٹ کی ضرورت نہیں بناوٹ جب آئے گی تو حقیقت چھپ جائے گی جبکہ ہمیں حقیقتِ سیدہ سلام اللہ علیہا تک پہنچنا ہے۔ آج آپکی خدمت میں کسی بناوٹ کے بغیر مطلب عرض ہو رہا ہے اسی طرح جیسے سیدہ سلام اللہ علیہا نے بیان فرمایا!

آپ صرف یہ نہ سمجھیں کہ جو میں عرض کر رہا ہوں، ایک طالبعلم کی حثیت سے عرض کر رہا ہوں صرف ایک مبلغ کی حثیت سے اپنا پیغام نہیں دینا، بلکہ سیدہ سلام اللہ علیہا کی باتیں آپ کو سنانی ہیں، آپ دیکھیں کہ خواتین سے سیدہ سلام اللہ علیہا کیا چاہتی ہیں؟ خواتین سے کیا توقع رکھتی ہیں؟ خواتین کو جس مقام و منزلت پر دیکھنا چاہتی ہیں آپ کے زمانے میں اس کی زیادہ ضرورت ہے، آج خواتین پوری دنیا میں اور خصوصاً مسلمان خواتین کچلی ہوئی ہیں، خواتین کو پائمال کیا گیا ہے، خواتین کے اوپر ہر طرف سے یلغار ہے۔

جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کا انصار کی خواتین سے خطاب (۱)

...أَصْبَحْتُ وَ اللهِ عَائِفَةً لِدُنْيَاكُنَّ قَالِيَةً لِرِ جَالِكُنَّ لَفَظْتُهم بَعْدَ أَنْ عَجَمْتُهُمْ وَ سَئِمْتُهُمْ بَعْدَ أَنْ سَبَرْتُهُم

میں نے ایسے عالم میں صبح کی ہے کہ مجھے تمہارے مردوں سے نفرت ہے۔اے عورتوں! تمہاری دنیا سے بیزاری کے ساتھ میں نے دن شروع کیا ہے۔ان خواتین کی ایک دنیا تھی اس دنیا سے زہراء سلام اللہ علیہا بےزاری کا اعلان کر رہی ہیں۔تمہاری دنیا سے تمہارے معمولات وتمہارے افکار اور تمہارے اطوار سے بےزار ہوں۔میں نے تمہارے مردوں کو آزمایا و دیکھا ہے اور پھر ان کو پھینک دیا ہے۔جس طرح کسی چیز کو چکھنے کے لئے منہ سے لگاتے ہیں اگر بے مزہ ہو تو پھینک دیتے ہیں، بی بی فرماتی ہیں کہ میں نے تمہارے مردوں کو آزمایا ہے اور پھینک دیا۔میں نے ان سے مایوسی اختیار کرلی ہے میرے اندر ملال و دکھ ہے تمہارے مردوں کی اس کیفیت کا میرے دل میں شدید ملال ہے۔جب میں نے ان کو آزمالیا ہے۔

پس سنو! میں تمہاری کس چیز سے نفرت کرتی ہوں؟ تمہارے چہروں، نسب، نام ورنگت اور قوم و قبیلے سے نہیں بلکہ تمہاری سستی سے مجھے نفرت ہے کیونکہ جس وقت میدان میں آنا تھا اسوقت نہیں آئے۔

...فَقُبْحاً لِفُلُولِ الْحَدِّ وَ اللَّعِبِ بَعْدَ الْجِدِّ وَ قَرْعِ الصَّفَاةِ

حالت کس قدر بری ہے کہ تمہاری سستی نے مجھے تم سے متنفر کر دیا ہے اور تمہارے اندر جد نہیں جس کی وجہ سے مجھے تم سے نفرت ہے۔

بحیثیتِ قوم ایک مشترکہ صفت اہل پاکستان کے اندر یہ ہے کہ ان میں جد اور سنجیدگی کم ہے، کومیڈین و مزاح پسند ہے، سب سے زیادہ پسندیدہ ٹی وی پروگرام کون سے ہیں؟ کہ جن کے اندر سب سے زیادہ مزاح ہو،

---

(۱) مہاجرین کی خواتین سے خطاب: الإحتجاج على أهل اللجاج (للطبرسي) ج ۱، ص ۱۰۸

خطیب کونسے پسند ہیں؟ جن کے اندر سنجیدگی نہیں ہو، امیر المومنین علیہ السلام جد کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَ هَبْ لِيَ الْجِدَّ (۱)

اے پروردگار جد عطا فرما۔

یہ ائمہ علیہم السلام کی دعا ہے اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ تمہارے اندر سنجیدگی نہیں ہے۔ جب میرے بابا کے ساتھ تھے تو سنجیدہ تھے ہر چیز کو اہمیت دیتے تھے ہر وہ کام جو تمہیں کرنا چاہیئے تھا کرتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی وفات کے بعد تمہارے اندر جد ختم اور سرگرمی زیادہ ہوگئی ہے، بے مقصد کاموں اور دنیا کے پیچھے زیادہ لگ گئے ہو اس وجہ سے مجھے تم سے نفرت ہے۔

...وَ صَدْعِ الْقَنَاةِ وَ خَتْلِ الْآرَاءِ وَ زَلَلِ الْأَهْوَاءِ

بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ تمہاری تلواریں سست ہوگئی ہیں، تلواریں جو نیاموں سے نکلی ہوئیں تھیں اب نیاموں کے اندر چلی گئیں ہیں، یعنی تم نے مبارزہ چھوڑ دیا ہے اور تم نے دین کا ساتھ دینا چھوڑ دیا ہے۔

بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ تمہارے نیزے کند ہو گئے ہیں اور تمہاری رائے اور تمہاری سوچ میں انحراف آگیا ہے، وہ چیز جو تمہیں سوچنا چاہئے تھی نہیں سوچی تمہارے فکری انحراف سے مجھے نفرت ہے۔

...وَ بِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ

بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ تمہارے مردوں نے جو آخرت کا توشہ فراہم کیا بہت برا ہے، یہی توشہ ان کو جہنم لے جائے گا۔ بی بی سلام اللہ علیہا ان کے رویے کے بارے میں فرماتی ہیں کہ تم نے جو رویہ اختیار کیا یہ تمہیں جہنم لے جائے گا عذاب خدا میں مبتلا کر دے گا۔

...لَا جَرَمَ لَقَدْ قَلَّدْتُهُمْ رِبْقَتَهَا وَ حَمَّلْتُهُمْ أَوْقَتَهَا

بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے ان کی گردن میں آپڑے گا، غیر ذمہ دارانہ جو رویہ

(۱) دعائے کمیل، زاد المعاد - مفتاح الجنان، ص ۶۴

اپنایا کردار اپنایا یہ اس کے ذمہ دار ہیں یہ تمہارے مرد ذمہ دار و مسئول ہیں کہ نظام خدا نافذ نہیں ہوا اور ولایت کا نفاذ نہیں ہوا، یہ غیر ذمہ دار نہ ہوتے تو یہ انحراف پیدا نہ ہوتا۔

بعد از رحلت رسول ﷺ امت کی حالت

...وَ شَنَنْتُ عَلَيْهِمْ غَارَاتِهَا فَجَدْعاً وَ عَقْراً وَ بُعْداً لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

بی بی سلام اللہ علیہا چند تشبیہیں بیان فرماتی ہیں تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری حالت کیا ہے؟ تمہاری حالت اس اونٹ کی سی ہے جس کی ناک چھد گئی ہے۔ اونٹ کو قابو میں رکھنے کے لئے اس کی ناک میں نکیل لگاتے ہیں۔ بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ وہ اونٹ جس کی ناک چھد گئی ہو اس کے اندر نکیل نہیں ٹہرتی جب نکیل نہیں ٹھہرتی تو وہ اونٹ بے قابو ہوتا ہے اس کی لگام نہیں ہوتی اس کی تشبیہ دے کر فرماتی ہیں ہے کہ تمہاری حالت اس اونٹ جیسی ہے کہ جس کی ناک چھد گئی ہو اور اس کی نکیل نکل گئی ہو یعنی آج تمہارا رہبر نہیں ہے اپنے امام کی اطاعت گردن سے تم نے نکال دی ہے اور تمہاری حالت اس شتر کی سی ہے جس کی کہان زخمی ہوگئی ہو جو کوئی بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا جانوروں کو اگر بے احتیاطی سے استعمال کیا جائے تو اس کی کہان زخمی ہو جاتی ہے وہ بوجھ نہیں اٹھاتا۔

بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ اس قوم اور امت کی حالت اس زخمی جانور کی سی ہوگئی ہے کہ اب اس پر نہ پالان ڈالا جا سکتا ہے، نہ سواری کی جا سکتی ہے یعنی یہ اپنی ذمہ داری انجام نہیں دیتا ہے۔ زخمی جانور کو عموماً اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں اور زخمی جانور کی خصلت ہے کہ اس کی زخمی پیٹھ کبھی ٹھیک نہیں ہوتی چونکہ اس کا مالک اس کو چھوڑ دیتا ہے جب باہر جاتا ہے پرندے اس کے زخم پہ آتے ہیں اور اس کے زخم کو نوچتے ہیں، اس کے زخم میں کیڑے پڑ جاتے ہیں اور کوؤں کی سواری بن جاتا ہے، وہ قوم جس کی ناک چھد گئی ہو اور ولایت کی زمام اتار کر پھینک دی ہو اس قوم پر کوے سوار ہو جاتے ہیں اس قوم کے زخموں میں روزانہ چونچ مارتے ہیں، اور وہ قوم ان زخموں میں کراہتی رہتی ہے یہ قوم کوئی ذمہ داری ادا نہیں کر سکتی، یہ قوم زخمی پیٹھ والے جانور کی طرح ہوگئی ہے یہ کبھی بھی اپنے وقار کو نہیں بڑھا سکتی۔

بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں آج تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تمہاری اتنی کثرت ہے اور تمہارے ہوتے ہوئے یہ انحراف پیدا ہوگیا۔ بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں۔

... وَيْحَهُمْ أَنَّى زَعْزَعُوهَا عَنْ رَوَاسِي الرِّسَالَةِ وَ قَوَاعِدِ النُّبُوَّةِ وَ الدَّلَالَةِ وَ مَهْبِطِ الرُّوحِ الْأَمِينِ وَ الطَّبِينِ بِأُمُورِ الدُّنْيَا وَ الدِّينِ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِين

وائے ہو تمہارے مردوں پر ویح عربی زبان کا لفظ ہے جس کا اردو ترجمہ مردہ باد ہے۔ یہ سیدہ سلام اللہ علیہا کے نعرے ہیں، یہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا طرز کلام ہے مردہ باد تمہارے بے غیرت مرد، مردہ باد تمہارے لاپروہ مرد، ویل ہو ان پر کہ انہوں نے کتنی آسانی کے ساتھ نبوت و امامت کے ستونوں کو چھوڑ دیا اور رہنمائی و ہدایت کے ستونوں کو چھوڑ دیا ہے اور تمہیں پتہ ہے تمہارے مردوں نے کس در کو چھوڑا ہے؟

تمہارے مردوں نے جبرئیل الامین علیہ السلام کے اترنے کا در چھوڑ دیا، در اہلبیت علیہم السلام کو چھوڑ دیا، در علی علیہ السلام اور دامن علی علیہ السلام کو چھوڑ دیا تم نے وہ در چھوڑ دیا جو تمہارے دین و دنیا کی رہنمائی کے لئے اللہ نے مقرر کیا تھا۔

اے عورتو! سنو جو تم نے کیا ہے وہ تمہارے لیے خسارہ ہے اور بہت کھلا اور آشکارہ خسارہ ہے۔

امت نے کیوں علی علیہ السلام کو تنہاء چھوڑا؟

... وَ مَا الَّذِي نَقَمُوا مِنْ أَبِي الْحَسَنِ ع نَقَمُوا وَ اللهِ مِنْهُ نَكِيرَ سَيْفِهِ وَ قِلَّةَ مُبَالاتِهِ لِحَتْفِهِ وَ شِدَّةَ وَطْأَتِهِ وَ نَكَالَ وَقْعَتِهِ وَ تَنَمُّرَهُ فِي ذَاتِ اللهِ

بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں پتا ہے تم نے ابا الحسن علیہ السلام کو چھوڑا ہے۔

ابی الحسن علیہ السلام امیر المومنین علیہ السلام کا کنیہ ہے، کنیہ عربی میں ادب کے ساتھ بلانے کے لئے پکارا جاتا ہے ابو الحسن، ابو عبد اللہ، ابو القاسم، یہ عربی تہذیب کا حصہ ہے۔ خواتین کو بھی اسی طرح پکارتے ہیں ام الحسن، ام الحسین۔ یہ ادب ان کے بلانے کا ہے نام کچھ اور ہوتا ہے لیکن اولاد کی نسبت اب اور ام کا لفظ استعمال ہوتا ہے امیر المومنین علیہ السلام کا کنیہ تھا ابو الحسن علیہ السلام یعنی حسن کے باپ۔ ابو تراب بھی تھا لیکن عموماً ابو الحسن کے نام سے ہی

اپنے پرائے علی علیہ السلام کو پکارتے تھے۔ بی بیؑ فرماتی ہیں وما الذی؟تم نے ابوالحسن علیہ السلام کو کیوں چھوڑا؟ کیوں علی علیہ السلام کے ساتھ تم نے دشمنی شروع کردی اور علی علیہ السلام کو تنہا کردیا؟ کیوں علی علیہ السلام سے دور ہو گئے اور سیاسی جماعتوں کے پیچھے لگ گئے؟

سیاسی جماعتیں دین کے نام پر سیاست کریں یا دنیا کے نام پر ہدف انکا ایک ہی ہوتا ہے اور وہ ہے اقتدار تک پہنچنا اقتدار کا حصول اگر دین کا نام لینے سے ہو تو دین کا نام لینا شروع کردیتے ہیں اقتدار کا حصول اگر دین پائمال کرنے سے ہو دین کو پائمال کردیتے ہیں ان کے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ حالات کیا ہیں۔

اگر حسین حسین علیہ السلام کرنے سے اقتدار ملتا ہے تو نام حسین علیہ السلام لیتے ہیں اور اگر قتل حسین علیہ السلام سے اقتدار ملتا ہے تو قتل بھی کردیتے ہیں۔عبیداللہ نے عمر سعد سے کہا حسین کو قتل کرو رے کی حکومت مل جائے گی کہا ٹھیک قتل کردیتے ہیں کہا حسین کہ کون ہے کہا نبی کا نواسہ ہے ہمیں پتا ہے "سید شباب اھل الجنۃ" ہیں لیکن اگر اقتدار ملتا ہے تو حسین علیہ السلام کو قتل کردیتے ہیں۔اقتدار تک پہنچنا سیاسی جماعتوں کا نکتہ نظر ہوتا ہے۔

اب سیدہ سلام اللہ علیہا خواتین کو سیاسی جماعتوں کے بارے میں آگاہ کررہی ہیں، کہ پتہ ہے تمہارے مردوں نے کیا کیا ہے؟ اور اب تمہیں کیا کرنا ہے؟ خواتین کا کردار کیا ہے؟ خواتین کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ پہلے بتارہی ہیں کہ تم نے کیا کیا ہے؟ جو جرم کیا ہے وہ جرم بتارہی ہیں، پتہ ہے تمہیں ابوالحسن علیہ السلام سے نفرت کیوں ہے؟ ابوالحسن علیہ السلام سے دور کیوں ہوئے ہو اور علی علیہ السلام کو پسند نہیں کرتے ہو؟ چونکہ علی علیہ السلام میں کوئی عیب نہیں علی علیہ السلام سے نفرت اس لئے کرتے ہو کہ علی علیہ السلام کی ذوالفقار سے تمہیں نقصان پہنچا ہے، علی علیہ السلام کی ذوالفقار نے گمراہوں کے گلے کاٹے ہیں، بدر وحنین اور خندق وخیبر میں علی علیہ السلام کی شمشیر سے بڑے بڑے گمراہ وسورما قتل ہوئے ہیں اور وہ نفرت وانتقام تمہارے دلوں کے اندر رہے۔

بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ مجھے معلوم ہے کہ تم علی علیہ السلام سے کیوں دور ہوئے؟ کیوں علی علیہ السلام سے نفرت ہے؟ اس لئے کہ علی علیہ السلام موت سے نہیں گھبراتے اس لئے کہ علی علیہ السلام کا رویہ تمہارے ساتھ سہل انگارانہ نہیں، علی علیہ السلام عدالت پسند ہیں، عدالت کے اوپر کاربند ہیں، تمہیں من مانیاں نہیں کرنے دیں گے، تمہیں معلوم

ہے کہ اگر علی علیہ السلام اقتدار پر آئے تو تمہیں کیا کرنے دیں گے اور کیا نہیں کرنے دیں گے اس لئے علی علیہ السلام کو پسند نہیں کرتے۔۔۔!!!!

اور بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ مجھے معلوم ہے کہ کیوں تم دفاع رہبر دفاع ولایت و دفاع علی علیہ السلام نہیں کرتے ہو؟ کیونکہ سیاسی جماعتوں کا فیصلہ تمہیں اچھا لگا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان اچھا نہیں لگا، اس لیے کہ علی علیہ السلام جب اللہ کی راہ میں آجائیں تو شدت کے ساتھ غضبناک ہوجاتے ہیں علی علیہ السلام کا غضبِ الٰہی تم سے تحمل نہیں ہوتا اس لیے تم علی علیہ السلام سے دور ہوئے اور علی علیہ السلام کو چھوڑا ہے۔علی علیہ السلام کی شمشیر کی شدت کی وجہ سے تم نے علی علیہ السلام کو چھوڑ دیا ہے اور علی علیہ السلام اپنی موت اور شہادت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

علی علیہ السلام تو وہ شجاع و دلیر ہیں کہ جو اللہ کی خاطر خود کو بھی خطرے میں ڈالتے ہیں اور اپنے پیروں کاروں اور اپنی اولاد کو بھی خطروں میں ڈالتے ہیں تم نے علی علیہ السلام کو پڑھ لیا تھا کہ وہ تمہیں کس راہ پر لے کر جائیں گے۔

ولایت علی علیہ السلام امت کی راہِ نجات

...وَ تَااللّٰہِ لَوْ مَالُوا عَنِ الْمَحَجَّۃِ اللَّائِحَۃِ وَ زَالُوا عَنْ قَبُولِ الْحُجَّۃِ الْوَاضِحَۃِ لَرَدَّہُ إِلَیْھَا

بی بی سلام اللہ علیہا کیا فرما رہی ہیں اللہ کی قسم اگر تم انحراف کی راہ کو چھوڑ کر علی علیہ السلام کے پیچھے آجاتے علی علیہ السلام تمام غلط راہوں سے نکال کر جس راہ پر خود ہیں تمہیں بھی اس راہ پر لے آتے لیکن تم یہ نہیں چاہتے ہو اللہ کی قسم: علی علیہ السلام کی حکومت میں جب بھی کوئی منحرف ہونے کا رجحان بھی پیدا کرتا، علی علیہ السلام کی شدت شمشیر اسے واپس لے آتی لیکن آج کوئی تمہیں پوچھنے والا نہیں ہے تمہیں ایسے رہنما چاہیئے جن کے سامنے تم جو کرو وہ تمہاری تعریف کرے واہ واہ جی آپ جیسا کوئی مومن نہیں، اگر آپ بخیل ہو کہیں گے ماشاء اللہ! کیسا تقویٰ ہے، کہ سب کچھ ہوتے ہوئے کھاتے نہیں، بخل کو تقویٰ کہیں گے اگر تم اسراف کرو کہیں گے ماشاء اللہ! کیسا سخی ہے، کیسی سخاوت خدا نے عطا کی ہے، تمہارے اسرف کو سخاوت کہنے والے رہنما اور بخل کو تقویٰ کہنے والے رہنما تمہیں ہدایت کی طرف نہیں لے جاسکتے ،تمہارا رہنما کون ہے؟ تمہارا رہنما وہ ہے کہ جب تم بخیل ہوجاؤ تو تمہیں کہے اے مومنو! یہ

تقویٰ نہیں بخل و کنجوسی ہے اور جب تم اسراف کرو تو پکار کر کہے کہ راہِ حق سے دور ہو گئے ہو اور یہ حرام ہے۔

ہمیں تو وہ لیڈر پسند ہیں کہ جو ہمارے بخل کو تقویٰ کہیں اور ہمارے اسراف کو سخاوت کہیں۔ ہمیں تو وہ رہنما پسند ہیں کہ اگر کسی فاسق و فاجر انسان کو دیکھیں کہ جس نے لوگوں کے اوپر طاقت کی مدد سے ڈھاک بٹھا رکھی ہو تو اسکو کہتے ہیں ماشاء اللہ کتنی عزت دی ہے خدا نے کتنا رعب و دبدبہ ہے۔ جبکہ علی علیہ السلام وہ رہنما ہیں کہ اگر کسی کے گھر میں جائیں کہ جسکا گھر چھوٹا ہے لیکن اس کی استطاعت زیادہ ہو تو علی علیہ السلام اس کو فرماتے ہیں کہ:

زندگی میں تنگ معیشت اور تنگ گھر میں رہتے ہو زندگی میں اپنے اوپر اور بیوی بچوں پر خرچ نہیں کرتے بچا کر رکھتے ہو، ان کو اس تنگی رکھتے ہو آخرت میں تمہارا مقام اس سے بھی زیادہ تنگ ہو جائے گا اور جب کسی ایسے گھر میں جاتے ہیں کہ جس نے اپنی ضرورت سے زیادہ بڑا مکان بنایا ہوا ہے آج کے زمانے کا سیاسی لیڈر ہوتا ہے وہ کہتا ہے ماشاء اللہ کا کتنا کرم ہے آپ کے اوپر: ھذا مِن فضل ربّی، بھی لکھا ہوا ہوتا ہے لیکن علی علیہ السلام فرمائے گیں کہ اے مومن اپنی ضرورت سے زیادہ اتنا بڑا مکان تو بنا لیا لیکن تجھے پتا ہے کہ اسکا آخرت میں حساب بھی دینا ہو گا کیا تجھے خبر ہے؟

خوب ایسا رہنما کون پسند کرتا ہے؟ کہ جو تنگ گھر میں بخل دیکھے تو کہہ دے یہ بخیلی ہے اور جو اسراف کو دیکھے اور کہہ دے یہ اسراف ہے نہ اس کو تقویٰ کہے نہ اس کو سخاوت کہے بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں اللہ کی قسم اگر علی علیہ السلام کو رہنما مان لیتے، علی علیہ السلام کی بیعت و اطاعت کر لیتے اور ولایت کے زیر سایہ ہو جاتے جب بھی تم حق سے منحرف ہوتے وہ تمہیں شدت کے ساتھ واپس لے کر آتے اور جب بھی تم حجت کو چھوڑ کر گمراہی کی طرف جاتے علی علیہ السلام تمہیں واپس لے آتے۔

... وَ حَمَلَهُمْ عَلَيْهَا وَ لَسَارَ بِهِمْ سَيْراً سُجُحاً لَا يَكْلُمُ حشاشه [خِشَاشُهُ] وَ لَا يَكِلُّ سَائِرُهُ وَ لَا يَمَلُّ رَاكِبُهُ

اور تمہیں اس راہ پر کار بند رکھتے۔ وہ خود بھی اس راہ پر چلتے اور تمہیں بھی اس راہ پر سفر کرواتے۔ اس طرح علی علیہ السلام تمہیں اس راہ پر سفر کرواتے کہ تمہیں راستے میں ہچکولے بھی نہ لگتے۔ ناہموار راہوں پر سواریاں

مختلف ہوتی ہیں اگر بسوں پر جائیں ہچکولے لگتے ہیں لیکن اگر ٹرین پر جائیں ہموار راہ پر ہچکولے نہیں لگتے لیکن کچھ گاڑیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ناہموار راہ پر بھی ہچکولے نہیں لگتے خدا نے بھی کچھ ایسے جانور بنائے ہیں جس طرح گدھا کسی کو سواری نہیں دیتا اگر کسی کو دے بھی تو وہ توبہ کرتا ہے جبکہ ایک سواری گھوڑے کی ہے اگر ہموار راہ پر جائیں تو کسی حد تک ہچکولے نہیں لگتے لیکن اگر ناہموار راہ پر جائے تو پھر گھوڑے کی سواری میں بھی جھٹکے لگتے ہیں۔

دردِ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا

اگر ہم بی بی سلام اللہ علیہا سے ملاقات کرتے تو ہماری بی بی سلام اللہ علیہا ساتھ کیا باتیں ہوتیں؟ ہمارے حالات کیا ہے جو ہم بی بی سلام اللہ علیہا سے شیئر کرنا چاہیں گے؟ ہم بی بی سلام اللہ علیہا سے کہیں گے ان باتوں کو چھوڑ دیں یہ سیاسی باتیں ہیں میری باتیں سنیں آئیں میری بیٹی، نند، میری بہو کی باتیں کریں! آج کیا پکانا ہے؟ آپ شاپنگ کہاں سے کرتی ہیں، میں بھی وہاں سے شاپنگ کروں؟ لیکن بی بی سلام اللہ علیہا ان خواتین سے کس سطح کی باتیں کر رہی ہیں تمہیں پتا ہے کہ تم بہت سی خرابیوں کی ذمہ دار ہو۔

بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ اگر تم خواتین درست ہوتی تو تمہارے مرد بھی درست ہوتے، دین درست ہوتا اور امت راہ دین پر ہوتی تو وہ نظام جو اللہ نے مقرر کیا ہے اسی نظام کے زیر سایہ تم مرد و عورت رہ رہے ہوتے۔ اے عورتو! تم اپنا فریضہ بھول گئی تم کچن میں، جھاڑو میں اور برتن مانجھنے میں لگی رہی۔ اور سیاسی جماعتیں آ کر تمہارا دین تمہارے ہاتھ سے لے گئیں۔

اے عورتو! تم میرا حال پوچھنے کے لئے آئی ہو میں بتاؤں میرا حال کیا ہے اور میرا یہ حال کیوں ہے؟ نہ اس وجہ سے کہ میرا پہلو زخمی ہے بلکہ میرے جسم کے زخم سے زیادہ بڑا اور گہرا زخم جگر پر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ امت اللہ کے دین پر نہیں چلی تم نے رہبر دین کو تنہا کر دیا اور اپنے روزمرہ کے مشغلوں میں مصروف ہوگئی۔

امامتِ امیرالمومنین علیہ السلام کی خصوصیات

بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں : اس طرح علی علیہ السلام تمہیں اس راہ پر سفر کرواتے کہ تمہیں راستے میں ہچکولے بھی نہ لگتے ۔اونٹ ایسا جانور ہے کہ ناہموار راستہ پر بھی اگر اونٹ پر بیٹھیں تو راستے کی ناہمواری محسوس نہیں ہوتی کیونکہ اونٹ کے چلنے کے ہچکولے اپنے ہوتے ہیں ۔اس کے چلنے کا انداز ایسا ہے کہ اس کے محمل اور سوار کو ایک خاص قسم کا جھٹکہ لگتا ہے لیکن راستے کی ناہمواری سے جو جھٹکا لگتا ہے اونٹ پر بیٹھنے سے محسوس نہیں ہوتا کیونکہ اونٹ کا جسم وساخت ایسی ہے کہ وہ راستے کی ناہمواری کو اپنے جسم کے ذریعے سے ہموار کر دیتا ہے ۔

بی بی سلام اللہ علیہا تشبیہ دیتی ہیں : اگر آپ عورتوں اور مردوں نے بھی علی علیہ السلام کا دامن تھاما ہوتا تو علی علیہ السلام ناہموار راستوں پر بھی تمہیں جھٹکے نہ لگتے دیتے ۔آپ دیکھ لیں ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے ہمارے ملک، قوم ،ملت کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیوں ہو رہا ہے؟ اس لیے کہ ہم نے راستہ کی زمام ہی غلط لوگوں کے ہاتھوں میں دے دی ہے اور غلط لوگوں کی راہ اپنائی ہے ۔

...وَ لا يَكِلُّ سائِرُهُ وَ لا يَمَلُّ رَاكِبُهُ وَ لَأَوْرَدَهُمْ مَنْهَلًا نَمِيراً صَافِياً رَوِيّاً تَطْفَحُ ضَفَّتاهُ وَ لَا يَتَرَنَّقُ جَانِبَاهُ وَ لَأَصْدَرَهُمْ بِطَاناً وَ نَصَحَ لَهُمْ سِرّاً وَ إِعْلَاناً وَ لَمْ يَكُنْ يَتَحَلَّى مِنَ الدُّنْيَا بِطَائِلٍ وَ لَا يَحْظَى مِنْهَا بِنَائِلٍ غَيْرَ رَيِّ النَّاهِلِ وَ شُبْعَةِ الْكَافِلِ وَ لَبَانَ لَهُمُ الزَّاهِدُ مِنَ الرَّاغِبِ وَ الصَّادِقُ مِنَ الْكَاذِبِ

اور اگر آپ علی علیہ السلام کے ساتھ چلتے علی علیہ السلام ایسی سواری پر تمہیں سوار کراتے کہ تم کبھی بھی نہیں تھکتے اور نہ ہی خستہ ہوتے علی علیہ السلام وہ رہبر ہے کہ جس کی تم پیروی کروگے تو کبھی نہیں تھکوگے ۔

اگر علی علیہ السلام کے ساتھ چلتے تو علیؑ آپ کو ایسے چشمے پر لے جاتے جس کا پانی صاف وشفاف ،گوارا و لبریز ہے ۔علی علیہ السلام آپ کو ایسا دین وفکر سکھاتے جس میں کبھی کدورت نہ آتی ۔

اور اگر علی علیہ السلام کے پیچھے چلتے تو تمہاری دنیا بھی بچ جاتی آخرت بھی بچ جاتی تمہاری بھوک بھی ختم ہو جاتی تمہاری پیاس بھی بجھ جاتی ۔

علی علیہ السلام تمہیں بتا دیتے کہ دنیا پرست اور زاہد میں کیا فرق ہے؟ اور علی علیہ السلام تمہیں بتا دیتے جھوٹے اور سچے میں کیا فرق ہے؟ آج کم از کم ملت پاکستان کے پاس یہ معیار نہیں کہ جھوٹے اور سچے میں فرق کر سکیں جھوٹا آ کر انہیں دین بھی سنا جاتا ہے سیاست بھی کر جاتا ہے، ووٹ بھی لے جاتا ہے، انہیں ملاوٹ کی چیزیں بھی بیچ جاتا ہے اور انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

...وَ لَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرى آمَنُوا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنا عَلَيْهِمْ بَرَكاتٍ مِنَ السَّماءِ وَ الْأَرْضِ وَ لكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْناهُمْ بِما كانُوا يَكْسِبُونَ (۱) وَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هؤُلاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئاتُ ما كَسَبُوا وَ ماهُمْ بِمُعْجِزِين

یہ قرآن کی آیت تھی کہ جو بی بی خطبہ میں بیان فرما رہی ہیں کہ اگر یہ بستی والے، شہر والے، اس ملک والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو خدا کا وعدہ ہے کہ خدا زمین و آسمان سے برکتیں نازل کرتا لیکن انہوں نے تقویٰ اور ایمان کے بجائے تکذیب کی اور جھٹلایا جو کچھ انہوں نے کیا اسکی پاداش میں ہم نے ان کو پکڑ لیا جو ان میں سے ظالم ہیں۔ جو کچھ انہوں نے گناہ و جرم کیے ہیں ایک ایک جرم کی سزا خدا ان کو دے گا۔

دنیا کی تعجب ترین بات

...أَلَا هَلُمَّ فَاسْمَعْ وَ مَا عِشْتَ أَرَاكَ الدَّهْرَ عَجَباً- وَ إِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ لَيْتَ شِعْرِي إِلَى أَيِّ سِنَادٍ اسْتَنَدُوا وَ إِلَى أَيِّ عِمَادٍ اعْتَمَدُوا وَ بِأَيَّةِ عُرْوَةٍ تَمَسَّكُوا وَ عَلَى أَيَّةِ ذُرِّيَّةٍ أَقْدَمُوا وَ احْتَنَكُوا

اے خواتین! اے نسائے انصار و مدینہ! آؤ میری بات سنو کہ جو زندگی گزارو گی ہر دن تمہارے لئے عجیب و غریب ہوگا اور اگر تعجب کرنا ہے تو ان کی اس بات پر تعجب کرو ان کے اس عمل پر تعجب کرو۔

(۱) سورۃ اعراف، آیت: ۹۶

بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ اگر کائنات میں سب سے زیادہ تعجب کرنا ہے تو اس بات پر تعجب کرو کہ علی علیہ السلام کے ہوتے ہوئے تم کدھر جا رہے ہو یہ دنیا کی سب سے زیادہ عجیب بات ہے!

ان کی باتیں ان کی حرکتیں ان کی زندگیاں سب سے زیادہ عجیب ہیں یہ کیا کر رہے ہیں؟ یہ کیوں نابینا ہو گئے ہیں؟

اے کاش! پتا چل جاتا کہ ان کے پاس علی علیہ السلام کو چھوڑ کر کونسا ستون ہے جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ ان کے پاس عروۃ الوثقیٰ کو چھوڑ کر کونسا عروہ اور کونسا سہارا ہے کہ جو انہوں نے تھاما ہے اور اہلبیت علیہم السلام کو چھوڑ کر کس ذریت سے اور کس کی نسل سے امیدیں لگا کر بیٹھے ہو۔ ذریت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر کس کی ذریت سے امید لگا کر بیٹھے ہوئے ہو۔ توجہ فرمائیں:

...لَبِئْسَ الْمَوْلَى وَلَبِئْسَ الْعَشِيرُ وَبِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلا

بہت برے رہنما اور قبیلے ہیں تمہارے۔ اور خدا بہت برا بدلا دیتا ہے ظالموں کو جب وہ نظام خدا کو چھوڑ دے۔ متبادل شخصیات و رہنما بھی دیتا ہے اور متبادل راستے بھی دیتا ہے اور وہ متبادل راستے بہت برے ہوتے ہیں۔

پر چھوڑ کر دم پکڑنا!

...اسْتَبْدَلُوا وَاللهِ الذَّنَابَى بِالْقَوَادِمِ

بی بی سلام اللہ علیہا اب یہاں پر بہت خوبصورت تجزیہ فرماتی ہیں اور تشبیہ بڑی خوبصورت ہے میں یہاں صرف مفہوم بیان کر رہا ہوں اس خطبے کی تشریح اور تفسیر بعد میں ان شاء اللہ ہوگی چونکہ اس خطبے کو تفسیر کی ضرورت ہے۔

پرندے کے پر ہوتے ہیں جن کے اندر طاقت ہوتی ہے اور انہی سہارے پرندہ اڑتا ہے اگر ایک پرندے کے پر کاٹ دیئے جائیں اور دم چھوڑ دی جائے تو دم کے سہارے کوئی پرندہ نہیں اڑا قوم کو یہی تشبیہ دے رہی ہیں کیسی عجیب قوم ہو تمہارے پر کاٹ دیے اور دم باندھ لی ہے کہ دم کے ذریعے جنت پہنچ جائیں گئے

پرواز کے بغیر کیسے جنت پہنچو گے؟

پرندے کے اگلے پروں کو قوادم؛ کہا جاتا ہے اور لفظ ذنابی، ذنب سے ہے، ذنب پرندے کی دم کو کہتے ہیں۔ دین کو چھوڑ دیا یعنی ستونِ دین کو چھوڑ دیا اور دین کی دم تھام لی کہ اس سے ہمیں نجات مل جائے گی جبکہ دم کے ذریعے کوئی قوم نجات پیدا نہیں کر سکتی۔

دوسری تشبیہ بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں:

...وَ الْعَجُزَ بِالْكَاهِلِ فَرَغْماً لِمَعَاطِس

سواری کے لئے تم نے پشت چھوڑ کر دم تھام لی اور خوش ہیں کہ ہم سواری لے رہے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ ایک لڑکا کالج گیا اسکو باپ نے پیسے دیے کہ بس کا کرایہ ہے تو اس نے کہا کہ آج میں نے بہت ساری بچت کی ہے اس نے کہا میں نے دس روپے بچائے ہیں پوچھا کس طرح بچائے ہیں؟ تو اس نے کہا میں نے بس کا ٹکٹ لیا لیکن سوار نہیں ہوا اس کے پیچھے دوڑتا رہا اور اس طرح بچت کر لی ہے باپ نے کہا کم بخت اگر تو نے بچت ہی کرنی تھی تو جہاز کا ٹکٹ لیتا اور جہاز میں نا بیٹھتا اور اس کے پیچھے دوڑتا رہتا تا کہ ہمیں تیس ہزار کی بچت ہو جاتی!

یہاں دو تشبیہات ہیں:

۱۔ پر چھوڑ کر دم تھام لی ہے اور دم کا سہارا لینا

۲۔: پشت کے بجائے دوش پر پرواز کرنا

...فَرَغْماً لِمَعَاطِسِ قَوْمٍ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعاً أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَ لٰكِنْ لَا يَشْعُرُون

بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ وہ قوم ذلیل ہوتی ہے کہ جو کچھ کئے بغیر یہ گمان کرے کہ ہم نے بہت کچھ کیا ہے حالانکہ کیا کچھ بھی نہیں۔ اس قوم نے کچھ بھی نہیں کیا بلکہ فساد پھیلایا ہے لیکن یہ شعور نہیں رکھتے۔ بے شعور قومیں کچھ کئے بغیر ایسی بدگمانی میں مبتلا ہو جاتی ہیں گویا انہوں نے کچھ کیا ہے۔ ہم نے یہ کر دیا ہے ہم نے وہ کر دیا۔

دلیل امامت

...وَيْحَهُمْ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لا يَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهْدى فَما لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُون

یہ قرآن کی آیت ہے(۱) بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ جو اللہ کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہے وہ زیادہ حق دار ہے کہ اسکی پیروی کی جائے لہذا جو خود گمراہ اور محتاج ہدایت ہے اس کی پیروی کیسے کی جائے تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تمہاری عقلوں کو کیا ہوگیا ہے؟

یہ کیسے حکم ہے جو تم صادر کر رہے ہو جو اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہے اس کو چھوڑ کر جو خود محتاجِ ہدایت ہے ان کو تم نے اپنے لئے ہادی مقرر کیا ہے؟؟

مستقبل میں آنے والا فتنہ

بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ

...أَمَا لَعَمْرِي لَقَدْ لَقِحَتْ فَنَظِرَةٌ رَيْثَمَا تُنْتَجُ ثُمَّ احْتَلَبُوا مِلْءَ الْقَعْبِ دَماً عَبِيطاوَ ذُعَافاً مُبِيدا

بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتی ہوں اے عورتو! اے خواتین، فاطمہ اپنی جان کی قسم کھا کر کہتی ہیں کہ منتظر رہو تمہارے معاشرے کے اندر بہت برا فتنہ پھیلنے والا ہے ایک فاسد نطفہ فتنے کا منعقد ہو گیا ہے۔ یہ معاشرہ حاملہ ہوگیا ہے۔ جب بچہ بننا شروع کرتا ہے اس کو لقحت کہتے ہیں یعنی تمہاری امت کے اندر تمہارے معاشرے کے اندر فتنے کا بچہ پیدا ہوگیا ہے۔ اب تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ماں کے پیٹ میں فتنے کا بچہ پل رہا ہے سوسائٹی ماں ہے اس ماں کے اندر فتنے کا مولود بننا شروع ہوگیا ہے انتظار کرو جلد پیدا ہو جائے گا اور پیدا ہو کر

(۱)سورۃ یونس، آیت:۱۰

اسی ماں کی موت کا سبب بنے گا اسی ماں کو فاسد کرے گا۔ اسی معاشرے، اسی امت کو تباہ کرے گا۔

بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ یہ ماں آنے والی نسلوں کو دودھ دے گی وہ اسی ماں کا دودھ پییں گے اسی قوم کے دودھ سے آنے والی نسلیں سیراب ہونگیں یعنی یہی نظریہ اور، سیاست، اور رویہ جواب منعقد ہوگیا ہے اسکے دودھ سے آنے والی نسلیں سیراب ہوں گی اور وہی سوچیں گی جو یہ ماں انہیں بتائے گی۔ اسی دودھ سے ان کا وجود بنے گا۔ یہ معاشرہ اسی دودھ سے پیدا ہوگا۔

...هُنَالِكَ يَخْسَرُ الْمُبْطِلُونَ وَيُعْرَفُ الْبَاطِلُونَ غِبَ مَا أُسِسَ الْأَوَّلُونَ ثُمَّ طِيبُوا عَنْ دُنْيَاكُمْ أَنْفُساً وَ اطْمَأَنُّوا لِلْفِتْنَةِ جَاشاً

یہاں پر اس باطل راہ پر چلنے والے نقصان اٹھائیں گے آنے والے گذشتگان کی لغزشوں کو سمجھیں گے کہ انہوں نے کتنی بڑی لغزش کی ہے اس وقت تمہارا سکون اور چین ختم ہو جائے گا۔

اب فتنوں کی آغوش میں آرام تلاش کرو گے اور اپنی جان کی راحت کے لئے سکون تلاش کرو گے لیکن تمہیں کہیں بھی سکون نہیں ملے گا۔

...وَ أَبْشِرُوا بِسَيْفٍ صَارِمٍ وَ سَطْوَةِ مُعْتَدٍ غَاشِمٍ وَ بِهَرْجٍ شَامِلٍ وَ اسْتِبْدَادٍ مِنَ الظَّالِمِينَ يَدَعُ فَيْئَكُمْ زَهِيداً وَ جَمْعَكُمْ حَصِيداً فَيَا حَسْرَتَى لَكُم

اس کے بعد بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں اور پھر تمہارے لیئے بشارتیں آئیں گی کون بشارتیں دے گا؟ ننگی تلواریں، بندوقیں (آج کی زبان میں ترجمہ کر رہا ہوں) اس کے بعد حملے، یلغار، لشکر اس لیے کہ تم نے جادہ چھوڑ دیا ہے اور جس راہ پر تم چل رہے ہو اس راہ پر تمہیں ننگی تلواریں بشارتیں دیں گی اسلحہ تمہاری راہ میں ہوگا۔

آج جو رخ اختیار کیا ہے منتظر رہو ظالم ترین مستبد آمر تمہارے اوپر مسلط ہو جائیں گے۔ وہ تمہارا مال و دولت بھی لوٹ کرلے جائیں گے، تمہاری اجتماع کو بھی کاٹ پھینکیں گے اور تمہاری نسلوں کو بھی تباہ کر دیں گے۔

بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں مجھے وہ دن دیکھ کر تمہارے اوپر حسرت ہو رہی ہے افسوس ہو رہا ہے۔

...وَ أَنَّى بِكُمْ وَ قَدْ عَمِيَتْ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَ أَنْتُمْ لَهَا كَارِهُون

تم دیکھ رہے ہو اب تمہارے انتظار میں یہ سب کچھ موجود ہے اور تم اسے ناپسند کرتے ہو لیکن یہ سب کچھ تمہارے اوپر ہو گا۔

... قَالَ سُوَيْدُ بْنُ غَفْلَةَ فَأَعَادَتِ النِّسَاءُ قَوْلَهَا ع عَلَى رِجَالِهِنَّ فَجَاءَ إِلَيْهَا قَوْمٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَ الْأَنْصَارِ مُعْتَذِرِين...

اس کے بعد راوی کہتا ہے کہ جب بی بی سلام اللہ علیہا یہاں پر پہنچی تو خواتین رونے لگی اور معذرت کرنے لگیں اور کہنے لگیں کہ بی بی سلام اللہ علیہا ہمیں معلوم نہیں تھا ہم حقیقت سے آج باخبر ہوئی ہیں چونکہ ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ معمولی کام ہوا ہے اور ہم نے اسے تسلیم کیا ہمیں معاف کر دیں۔

بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ اگر پہلے معلوم نہیں تھا اب معلوم ہو گیا ہے اب جاؤ اور جا کر اپنے مردوں کو مائل کرو کہ وہ فیصلہ لیں یہ خواتین روتی ہوئیں اور چیختی ہوئیں گلیوں میں کوچوں میں گئیں اور اپنے مردوں پر نفرین کرتی رہیں۔

یہ وہ خواتین تھیں جو گھروں میں بیٹھی رہیں مدینے میں رہنے والی خواتین اتنی بے خبر تھیں کہ ان کے دین و نظام کے ساتھ کیا ہوا ہے، خواتین کو خبر ہی نہیں یہ فقط سبزیوں، ٹماٹروں اور گھریلو کاموں میں لگی رہیں اور انہیں خبر ہی نہیں کہ ان کے مردوں نے کیا خیانت کی ہے؟

راہِ حق میں خواتین کا کردار

امام خمینیؒ خواتین کے بارے میں فرماتے ہیں:

خواتین مردوں کو راہِ حق سے نکال بھی لیتی ہیں اور راہِ حق پر لے کر بھی آسکتی ہیں۔

اگر خواتین لاتعلق بیٹھ جائیں مرد کبھی بھی راہ راست میں نہیں نکلتے اگر خواتین اپنے دین سے بے خبر ہو جائیں مرد خبر رکھتے ہوئے بھی اس دین پر نہیں چلتے مرد آگاہ تھے اور غدیر میں تھے لیکن میدان میں نہیں آئے کیوں نہیں آئے؟ اس لیے کہ ان کی خواتین لاتعلق تھیں۔ اب خواتین یہ کہنے آئیں تھیں کہ بی بی سلام اللہ علیہا غلطی

ہمارے مردوں نے کی ہے۔آپ ناراض ہم سے کیوں ہوگئیں ہیں بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں اس لیئیے تمہارے مردوں نے جو کچھ کیا وہ تمہارا کردار بنتا تھا تم نے ادا نہیں کیا، سیدہ کا آخری خطبہ ہے جو قیامت تک آنے والی خواتین کے لیئیے اتمام حجت ہے، یہ خطبہ فقد چند انصار کی خواتین کو نہیں تھا کہ جو ایک ہجرے میں بی بی سلام اللہ علیہا کے پاس آئیں بلکہ خطبہ تمام آنے والی خواتین کے لیئے ہے۔کہ آپ اپنا کردار سمجھو

۱: ایک کردار بی بی سلام اللہ علیہا نے خود ادا کیا کہ جب تمام مرد و خواتین اس راہ کو چھوڑ کر گھروں میں بیٹھ گئے بی بی میدان میں آئیں یہ ایک کردار ہے بی بی نے عملاً کردار ادا کیا۔

۲: دوسرا کردار خواتین کو فرما رہی ہیں کہ اگر وہ فاطمی قدم نہیں اٹھا، بی بی سلام اللہ علیہا کا وہ قیام مسجد میں خطبہ دینا۔اپنے حق کا مطالبہ کرنا اور امت کو آگاہ کرنا قیام تھا اس قیام میں کوئی شامل نہیں تھا نہ مرد نہ عورت۔ بی بی سلام اللہ علیہا نے تمام امت سے اظہار ناراضگی کر کے سب پر در بند کر دیے اب جب یہ خواتین ملنے کے لیئے آئیں تو بی بی سلام اللہ علیہا نے انہیں فرمایا کہ تمہارا جو کام تھا تم نے نہیں کیا تمہیں خبر بھی نہیں کہ تمہارے مردوں نے کیا کیا ہیں؟ خواتین کا کام یہ نہیں کہ اپنی داخلی مسائل کا دائرہ بنالیں اور انہی کے اندر صبح و شام اپنی قیمتی عمریں ضائع کر دیں۔

خواتین کا کردار بی بی سلام اللہ علیہا بہت وسیع بیان فرما رہی ہے۔اس خطاب میں بی بی سلام اللہ علیہا خواتین سے فرما رہی ہیں، معلوم ہے کہ تمہارے آنکھوں کے سامنے تمہارے مردوں نے کیا کیا؟

خواتین نے کہا کہ ہم معذور رہے بی بی سلام اللہ علیہا نے کہا کہ اگر پہلے کوئی عذر نہیں تھا تمہارے پاس لیکن اب میں نے اتمام حجت کر دی ہے اب میری باتوں کے بعد یہ عذر بھی تمہارا ختم ہوگیا یہ بہانہ بھی تمہارا ختم ہوگیا جاو جا کر اپنے مردوں کو آگاہ کرو۔

یہ خواتین گئی جا کر انہوں نے مردوں کی سرزنش کی اور مزمت کی اور کہا کہ یہ کیا سیاست کی تم نے، کیا مصلحتوں سے کام لیا یہ کیا نامردانہ کام کیا اس کے بعد وہ مرد آئے اور امیر مومنین علیہ السلام کے پاس اور کہنے لگے کہ ہمیں آج پتہ چلا ہے کہ آپ کچھ اور چاہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ کچھ اور تھا اگر یہ نیت تھی آپ نے بروقت ہمیں کیوں نہیں بتایا۔ یہ مرد کہنے لگے امیر المومنین علیہ السلام سے کہ ہمیں ہماری خواتین نے آگاہ کیا ہے کہ دین کا راستہ

یہی ہے اور خواتین بی بی سلام اللہ علیہا کا خطبہ سن کر گئی ہیں اور آ کر امیر المومنین علیہ السلام سے شکوہ کرنے لگے کہ آپ نے ہمیں کیوں نہیں بتایا؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آپ کو کیا بتاتا کونسی ایسی بات تھی کہ جو آپ نہ جانتے تھے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان نہیں جانتے تھے؟ کیا آپ اللہ کا فرمان نہیں جانتے تھے کیا آپ آیات قرآن نہیں جانتے تھے؟ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقدام نہیں جانتے تھے؟ سب کچھ تو جانتے تھے؟ کہنے لگے جی! اگر ہم ان سے چونکہ بیعت کر آئے ہیں عہد باندھ آئے ہیں اب وہ عہد ہم نہیں توڑ سکتے معذرت کرنے لگے آ کر شرمندہ ہوئے پشیمان ہوئے لیکن کہا کہ وہ عہد ہم نہیں توڑ سکتے انہوں نے سیاسی جماعتوں سے عہد کیا اور انہوں نے وہ نہیں توڑا۔

بی بی سلام اللہ علیہا ایک عہد کی منتظر ہیں ایک قوم ایک طبقہ خواتین مرد پیدا ہوں جو فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ عہد باندھیں کہ بی بی سلام اللہ علیہا ہم نے خود یہ خطبہ سن لیا ہم نے یہ باتیں سن لیں ہم نے آپ کی منشاء سن لی اس خطبے میں بی بی سلام اللہ علیہا کیا فرما رہی ہیں یہ نہیں فرما رہی کہ ہے کوئی جو میرے بیٹوں کو روتا رہے اور میری دعا لے بلکہ بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہے کہ ہے کوئی جو میرے بیٹوں کے قتل تک نوبت ہی نہ آنے دے؟ ہے کوئی میدان میں ایسا کہ میری ذریت میری نسل کے قتل عام تک نوبت ہی نہ آنے دے؟ اگر اس وقت جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی ندا پر لبیک کہنے والی چند عورتیں ہی اگر بیدار ہو جاتیں ذریت فاطمہ سلام اللہ علیہا اس طرح کربلا میں ذبح نہ ہوتی یہ دین فاطمی نہیں یہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا دین نہیں کہ آپ گھروں میں بیٹھے رہو میری اولاد قتل ہو جائے فاطمہؑ یہ نہیں ہے فاطمہ سلام اللہ علیہا کا یہ دین نہیں ہے فاطمہ سلام اللہ علیہا کی یہ دعا نہیں ہے فاطمہ سلام اللہ علیہا کی دعا سنو فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دعویٰ کے بعد ہے پہلے دعویٰ فاطمہ سلام اللہ علیہا سنو! فاطمہ سلام اللہ علیہا دعویٰ کیا رکھتی ہیں پھر اس دعویٰ پر اترنے والوں کو ناصرین کو دعا بھی دیتی ہیں۔

فاطمہ سلام اللہ علیہا اس لیے نہیں گھر بیٹھیں کہ میں بھی گھر میں جا بیٹھوں تم بھی گھروں میں جا بیٹھو پھر میری اولاد اس مدینے سے نکلے تمہیں پتہ ہو تم پھر بھی گھر میں بیٹھے رہو مکہ جائیں تم پھر بھی گھروں میں بیٹھے رہو وہاں سے کوفہ جائیں تم پھر بھی گھر میں بیٹھو رہو کوفہ سے رخ موڑ کر کربلا چلے جائیں تم پھر بھی گھروں میں بیٹھو رہو پھر کربلا میں

ان کا قتل عام ہو جائے بے دردی کے ساتھ تم پھر بھی گھروں میں بیٹھے رہو پھر انہیں پائمال کیا جائے تم پھر بھی گھروں میں بیٹھو رہو پھر انہیں دفن نہ کیا جائے تم پھر بھی گھروں میں بیٹھو رہو اور پھر اجنبی لوگ انہیں دفن کر کے ان کے مزار بنائیں پھر تم آجاؤ انہیں رونے کیلئے یہ فاطمہ نہیں چاہتی فاطمہ سلام اللہ علیہا یہ نہیں مانگتیں فاطمہ سلام اللہ علیہا مدینے میں فریاد بلند کر رہی ہیں کہ کوئی ہے جو اس ظلم کو اس فتنے کو یہی پر روک لے جو ان فتنوں کو یہی پر روک لے بی بی سلام اللہ علیہا کیا فرماتے ہیں؟

أَمَا لَعَمْرِي لَقَدْ لَقِحَتْ فَنَظِرَةٌ رَيْثَمَا تُنْتَجُ

اے لوگو! فتنے کی ماں حاملہ ہوگئی ہے یہ بچہ اس کے پیٹ میں پرورش پا رہا ہے یہ بچہ پیدا ہوگا اور پیدا ہونے کے بعد اس ملت کی ہلاکت کا سبب بنے گا اور تمہارے لئے برہنہ شمشیریں اور ظالم و جابر حکمران بشارت بن کر تمہارے انتظار میں کھڑے ہوئے ہیں اٹھو آج وقت ہے زہراء سلام اللہ علیہا کی پکار پر لبیک کہنے کا فرماتی ہیں آج وقت ہے اٹھنے کا رسول نے ندا دی نہیں اٹھے علی علیہ السلام نے فریاد کی نہیں اٹھے زہراء سلام اللہ علیہا نے پکارا نہیں اٹھے حسین نے بلایا نہیں اٹھے کیوں کہ اپنا وظیفہ نہیں سمجھتے ہیں کیا جناب زہراء سلام اللہ علیہا نے ہمارا فریضہ یہ بتایا ہے کہ خبردار میرے حسین کو روکنا نہیں میرا حسین قتل ہو جائے قتل ہونے کے بعد تم رونے کیلئے آجانا یہ تو فاطمہ سلام اللہ علیہا نے ہمارا وظیفہ نہیں لکھا تھا! یہ تو نہ عورتوں کا وظیفہ مقرر کیا تھا اور نہ مردوں کا بی بیؑ نے تو یہ فرمایا تھا کہ اگر مدینے میں قیام کرتے تو کوفہ جانے کی نوبت ہی نہ آتی مدینے میں اگر ساتھ دیتے تو کربلا جانے کی نوبت ہی نہ آتی یہاں پر ہی فتنہ نابود ہو جاتا عورتیں گھریلو کام میں لگی رہیں اور پھر معذرت کرنے لگیں عیادت فاطمہؑ، سوگ فاطمہؑ، تشیع فاطمہؑ، مجلس فاطمہؑ، زیارت فاطمہ سلام اللہ علیہا کیلئے تیاریاں کر رہی تھیں۔

بی بیؑ فرماتی ہیں کہ تمہیں پتہ ہے کہ میرا درد کیا ہے؟ مجھے تسکین کس سے ملتی ہے؟ اس سے نہیں کہ میرے گھر میں آکر میرا حال احوال پوچھ جاؤ دو رسوماتی کلمے ادا کر جاؤ کہ بی بی اللہ آپ کو شفا دے بی بی چند دنوں سے آپ باہر نہیں آرہیں اسلئے ہم پریشان ہیں فاطمہ سلام اللہ علیہا ان سے یہی کہیں گی تم میرا دل بہلانے کیلئے آئی ہو تمہیں دین خدا کا پاس نہیں تھا تمہاری جو ذمہ داری مقرر کی گئی تھی تمہیں اس کا احساس نہیں تھا صدیوں سے

ہم نے فاطمہ سلام اللہ علیہا کی باتیں نہیں سنیں نہ ہمیں سنائی گئی ہیں فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بارے میں باتیں کیں ہم نے سیدہ سلام اللہ علیہا کی بات سن لی اور سیدہ منتظر ہیں ان خواتین پر در کھولیں، جو فتنے کو پہنچنے ہی نہ دیں۔

خواتین کا فریضہ

آج ہماری خواتین کے شکوے کیا ہیں؟ کہ ہمارے مرد ہمیں مجلس میں نہیں آنے دیتے ہمارے مرد کسی دینی کام میں شریک نہیں ہونے نہیں دیتے بی بی کیا فرماتی ہیں کہ اگر تمھارے مرد بھی میدان میں نہیں ہیں تو یہ بھی تمھارا قصور ہے نہ صرف یہ کہ مرد تمہیں نہ روکیں بلکہ آپ مردوں کو بھی گھروں سے نکالو! ان کی لاتعلقی بھی ختم کرو، ان کو بھی میدان کے اندر لے کر آؤ یہ تمھاری ذمہ داری ہے۔ بی بی سلام اللہ علیہا تو بہت بڑھ کر خواتین کی ذمہ داریاں بیان کر رہی ہیں وہ ذمہ داریاں ہمیں سنبھالنی ہے وہ نسل یہی نسل ہو کہ جو عہد باندھے۔

ہمیں اس بی بی سلام اللہ علیہا سے عہد کرنا ہے کہ جو راستہ بی بی سلام اللہ علیہا نے شروع کیا جو بی بی کا دعویٰ تھا اس راہ پر ہم آئیں تا کہ بی بی کی دعا بھی لے سکیں تا کہ دعائے فاطمہ سلام اللہ علیہا بھی شامل حال ہو سکے بی بی سلام اللہ علیہا اس کے لئے دعا کرتی ہیں کہ جو راہ فاطمہ سلام اللہ علیہا میں ہو۔ عورتیں اپنے اوپر سے ایک تہمت پاک کریں اور وہ یہ ہے کہ عورتیں چھوٹے کاموں میں لگی رہتی ہیں۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے بڑا کام خواتین کے سامنے رکھا ہے بڑا راستہ آپ خواتین کے سامنے کھولا ہے اللہ کے نظام کیلئے حمایت اللہ کے نظام کیلئے خود میدان میں آنا اور مردوں کو میدان میں لانا اس لیے امام خمینیؒ فرماتے ہیں یہ انقلاب اسلامی نظام ولایت فقیہی عورتوں کے مرہون منت ہے اگر عورتیں نہ ہوتیں اس یہ انقلاب کے دور دور تک آثار نظر نہ آتے کیونکہ یہ عورتیں خود بھی میدان میں آئیں اور انہوں نے مردوں کو بھی میدان میں نکالا انہوں نے بیٹوں، بھائیوں اور شوہروں کو بھی میدان میں نکالا اور پھر آہو واویلا نہیں کیا بیوہ عورتوں کی طرح کہ جو سوماتی زندگی گزارتی ہیں اور بیواؤں کی طرح عاجزی کی فریادیں کرتی ہیں۔

امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ وہ مائیں تھیں جنہوں نے لخت جگر بھیجے اور پھر اس لخت جگر کے جنازے پر کھڑے ہو کر فخر کر کے بی بی سلام اللہ علیہا کو خطاب کر کے کہتی ہیں کہ بی بی میرے پاس یہی متاع تھی جو آپ کی

خدمت میں پیش کر دی اسے قبول فرمالیں۔ یہ فاطمی خواتین ہیں امام خمینیؒ فرماتے ہیں: کہ یہ انقلاب لائیں ہیں خواتین چھوٹے کام، چھوٹی باتیں، چھوٹا موضوع، چھوٹا دائرہ اپنے لیے نہ رکھیں جناب سیدہ نے بڑا دائرہ کھولا ہے اس بڑے میدان میں قدم اٹھائیں۔

حوزہ علمیہ امّ الکتاب کا تعارف

الحمدللہ عروۃ الوثقیٰ ام الکتاب اور اس سے ملحقہ دیگر امور مومنین کی ہمت سے قائم ہو رہے ہیں خدا نے انھیں توفیق دی ہے اور خدا مزید ان کی توفیق میں اضافہ فرمائے جس دن اسکا سنگ بنیاد رکھ رہے تھے جس بلڈنگ میں آپ تشریف فرما ہیں یہ ام الکتاب کی تعلیمی بلڈنگ ہے۔ جب یہ شروع ہوئی سنگ بنیاد رکھا تو ایک خاتون نے اسی وقت اپنا ذاتی پیسہ ظاہراً اجیسا ان کے گھر والوں نے بتایا کہ کمیٹیاں ڈال ڈال کے وہ پیسہ انہوں نے جمع کیا ۵۰ لاکھ روپیہ انہوں نے دیا کہ میرے پیسے سے اس بلڈنگ کا آغاز کیا جائے اور اب باہر اس کا ہاسٹل بن رہا ہے اس کا سنگ بنیاد جب رکھا جا رہا تھا تو میں نے خواتین سے یہی کہا کہ یہ بن تو جائے گی لیکن کیا خوب ہوتا پاکستانی خواتین کی عزت ہوتی اور یہ خواتین اپنے عزم و حوصلہ کا ثبوت دیتی کہ ہم بھی بڑے کام کر سکتیں ہیں کہ خواتین اس کو بنائیں خواتین اس میں خرچ کریں خواتین اس میں پیش پیش ہوں۔ ظاہر ہے کہ کماتے تو مرد ہوں لیکن خواتین شاپنگ جو کرتی ہیں تو مردوں کے پیسے ہی کرتی ہیں اپنے پیسوں سے تو نہیں کرتی یوں نہیں کہ دین پر خرچ کرنا ہو تو کہیں ہم کماتی تھوڑی ہیں جب شاپنگ کرنے جاتی ہو تو کماتی تھوڑی ہوں آپ صرف خرچ کرتی ہو اور خواتین کو پیدا ہی خرچ کرنے کیلئے کیا گیا ہے کمانے کیلئے نہیں مرد نے کمانا ہے خرچ خواتین نے کرنا ہے خوب خواتین خرچ کریں میں نے ایسی باتیں کبھی نہیں کی ہے نہ مومنین سے اور نہ مومنات سے۔ لیکن خواتین کے میدان میں میں یہ بتا دوں کہ یہ کام ہو رہے ہیں اور ہو جائیں گے چونکہ اللہ کا ارادہ ہے۔

خواتین کا میدان میں حاضر ہونا

لیکن! جو چیز مجھے کھٹکتی ہے وہ یہ کہ جب یہ سارا عظیم کام ہو جائے گا تو کہیں خواتین اس ان میدان سے باہر نہ رہ جائیں خواتین شانہ بشانہ چلیں میں یہ بات اس لیے نہیں عرض کر رہا کیونکہ نہ وہ ارادہ ہے نہ وہ مزاج ہے نہ کبھی بھی زندگی میں وہ حرکت کرنی ہے ان مراکز کو عزت آبرو سے بنانا ھے چندے مانگ کر صندوقچیاں گھما کر پیسے لیکر نہیں بنانا۔ دین کے مراکز عزت و آبرو والے ہوتے ھیں انہیں عزت و آبرو و احترام سے بنانا ھے۔ عزت و احترام سے چلانا ہے تا کہ ان سے فارغ التحصیل عزت و احترام کے ساتھ معاشرے میں دیکھے جائیں لیکن خواتین کو میدان عمل میں لانے کے لئے ان کو اپنے فرائض سے آگاہ کرنے کے لئے یہ پیغام بھی آپ کیلئے ہے۔ پیغام فاطمی سلام اللہ علیہا بھی آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے اور میدان بھی آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے ایک میدان میں بہت سارے میدان ہیں خواتین کیلئے تحریک بیداری کا میدان ہے مراکز علمی بنانے کے میدان ہے۔ خواتین میدان میں آئیں تا کہ باہر نہ رہ جائیں ورنہ سب کچھ ہو جانا ہے۔ جس طرح خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اے ابراہیم! کعبہ تعمیر کر میرا گھر بنا لو لوگوں کو دعوت دے دو لیکن ہاجرہؑ نے کہا ابراہیمؑ! آپ گھر بنا رہے ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میں میدان سے باہر رہ جاؤں۔ اے ابراہیم! آپ اللہ کا گھر بنا کر چلے جاؤ میں اللہ کے گھر کی مجاور رہوں۔ آج ابراہیمؑ کا مقبرہ عراق میں ہے ہاجرہ کا مقبرہ کعبہ میں ہے ہاجرہ کے نقش قدم سعی ہے صفا و مروہ کی دوڑ ایک خاتون کی دوڑ ہے کہ جس نے اپنے نبی شوہر سے کہا تھا کہ اگر آپ میدان میں ہو تو میں بھی میدان میں ہوں۔ آپ کا فرزند ہے تو میرا بھی فرزند ہے آپ نے خدا کی راہ میں قدم اٹھایا ہے تو میں بھی خدا کی راہ میں قدم اٹھاتی ہوں اور خدا کو عورت کے قدم اتنے پسند آئے کہ اسے حج کا فریضہ بنا دیا۔ کوئی بھی حاجی ہو امام و معصوم ہو، نبی ہو، ولی، آیت اللہ ہو مرجع تقلید ہو اس کا حج ہاجرہ کے قدم پر چلنے سے مکمل ہوتا ہے۔

کہنا یہ چاہتا ہوں کہ بعض خواتین اپنی زندگی میں اللہ کی توفیق سے زہراء سلام اللہ علیہا کی دعا سے ایسا قدم اٹھا جاتی ہیں کہ آنے والوں کیلئے نقش قدم بن جاتا ہے۔ مردوں کو بھی اس پر چلنا پڑتا ہے عورتوں کو بھی اس پر چلنا پڑتا ہے اگر خواتین کے اندر قیام فاطمیؑ ہو جائے اور نہضت زینبیؑ آجائے تو مردوں کو بھی زینب سلام اللہ علیہا کی راہ

پر چلنا لازم ہو جاتا ہے۔وہ ایک خاتون ہے اس لئے میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ کام ہو جاتے ہیں لیکن اگر خواتین کے ہاتھوں ہو تو بہت ہی اچھا ہے۔میری یہ دعا ہے کہ خدا خواتین کو یہ توفیق دے کہ پورے ملک کے اندر خواتین کے تعلیم و تربیت کے مراکز خواتین کے ہاتھوں سے تعمیر ہوں پورے ملک کے اندر، ہر شہر کے اندر، ہر دیہات کے اندر، پاکستان کے ہر گلی کوچے کے اندر مراکز تعلیم و تربیت قائم ہوں۔وہ خواتین کے ہاتھوں قائم ہوں یوں نہ ہو کہ مرد بنائیں انتظام بھی خواتین کے اداروں کا مردوں کے ہاتھوں میں ہو اور خواتین فقط وہاں رسوماتی طور پر آتی اور جاتی ہوں ہو خواتین بنائیں، خواتین چلائیں، خواتین مدیریت کریں، خواتین سب کچھ کریں ایسے نقش کہ بعد میں آنے والے مرد بھی ان پر چل کر فخر کریں انشاء اللہ

یہ روز عہد ہے، جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ اور ان شاء اللہ آپ سب آج بی بی کے ساتھ عہد کریں۔ بی بی سلام اللہ علیہا کی حسرت جو صدیوں سے مکمل نہیں ہوئی آج اللہ سے دعا کریں وہ توفیق ان بیبیوں کو نصیب ہو، تاکہ بی بی سلام اللہ علیہا نہ کہیں کہ میں مہاجر و انصار سے ملنا نہیں چاہتی نہ! بلکہ بی بی کہیں کہ اگر اُن سے ملنا نہیں چاہتی تھی اِن سے ضرور ملنا چاہتی ہوں کہ جنہوں نے اس راہ کو زندہ رکھا ہے۔

آپکے فرائض بہت زیادہ ہیں وقت نہیں کہ وہ آپ کے سامنے بیان کروں۔اپنی ملکی حالت، اپنی قومی حالت، تہذیب کی حالت، گرتے ہوئے اخلاق، ختم ہوتی ہوئی اقدار، ٹوٹتے ہوئے گھرانے، تباہ کردار، بے عفتی، بے حیائی، فساد و فتنہ ہر طرف ہیں۔ان سب کے سامنے دیوار بن کر کھڑی ہو جائیں۔اس تباہی کے سامنے اس ویرانی کے مقابل میں ان فتنوں کے مقابل میں اس زوال کے مقابل میں کردار فاطمی بنو، عزم فاطمی بن کر تنہا کھڑی ہو جائیں اگر کوئی ساتھ نہیں دیتا تو تنہا کھڑی ہو جائے۔فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا اس کردار کا نام ہیں کہ اگر کوئی ساتھ نہیں دیتا تو تنہا کھڑی ہو جائیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا ہماری شفاعت کریں لیکن شفاعت کا مطلب کیا ہوتا ہے! شفاعت کا مطلب سفارش نہیں ہوتی کہ بی بی سلام اللہ علیہا آ کر کہیں گی کہ یہ میرے بچے کو رونے والے ہیں ان کو چھوڑ دو یہ شفاعت نہیں بلکہ وساطت ہوتی ہے! شفاعت کا مطلب ہے 'ساتھ'، اسکے مقابلے میں ہے 'وتر' تنہا کچھ لوگ تنہا ہوں

گے، کچھ لوگ مشفع ہوں گے، کچھ کی شفاعت ہوگی فاطمہ سلام اللہ علیہا ان کے ساتھ ہوں گی جو ساتھ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ دینے والے ہیں اور راہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے دوری اختیار کرنے والے تنہا ہوں گے کوئی ان کا ساتھ دینے والا نہیں ہوگا۔اگر سیدہ سلام اللہ علیہا کی شفاعت چاہتے ہیں تو سیدہ سلام اللہ علیہا کا ساتھ دیں، سیدہ سلام اللہ علیہا آپ کا ساتھ دیں گی۔اس ساتھ دینے کو شفاعت کہا جاتا ہے۔

ان شاء اللہ سیدہ دنیا و آخرت میں بھی آپ کا ساتھ دیں گی آپ کے وجود سے سیدہ سلام اللہ علیہا کی حسرت مکمل ہو جائے گی۔کیا حسرت پوری ہو جائے گی؟ کوئی ہے میری ذریت کو بچانے والا؟ کوئی ہے حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچانے والا؟ کوئی ہے علی علیہ السلام کو تنہائی سے نکالنے والا؟ کوئی ہے علم ولایت تھامنے والا؟ کوئی ہے رسول کا فرمان بجالانے والا؟ کوئی ہے فتنوں کی راہ ختم کرنے والا؟ تاکہ نہ میری اولاد اس میں قتل ہو، نہ مومنین اس میں قتل ہوں، جب پرچم ولایت کا لہرا جاتا ہے، سایہ علی علیہ السلام کا آجاتا ہے تو گمراہوں کو بھی ہدایت مل جاتی ہے۔ناہموار راہوں پر بھی سفر ہوتا ہے لیکن ہچکولے نہیں آتے اس نظام کی خاطر فاطمہ سلام اللہ علیہا بلا رہی ہیں کہ ہے کوئی جو اس تنہائی میں ہماری مدد کرے؟

فصل پنجم:

طیبات و خبیثات

حکمت ایام اللہ

عموماً یہ ایام جو معصومین علیہم السلام کی ولادت یا شہادت سے منسوب ہیں سال بھر میں آتے ہیں اور ہم رسومات کے ساتھ ہی ان ایام کو گزار دیتے ہیں۔ ولادت کے ایام میں رسم جشن بجالاتے ہیں اور شہادت کے ایام کو رسم عزا کے طور پر بجالاتے ہیں لیکن یہ ایام ایامُ اللہ ہیں۔ جس دن حجت خدا، حجت اِلٰہی دنیا میں آئے یا جس دن اس دنیا سے اٹھ جائیں شہادت یا وفات کے ذریعے یہ ایام اللہ کہلاتے ہیں۔ قرآن کا حکم ہے کہ امت، ملت اور لوگوں کو ایام اللہ کی یاد دہانی کرواؤ اور مومنوں کو ایام اللہ یاد دلاؤ۔ یہ ایام ان مومنین کو فائدہ دیتے ہیں۔ اور ان کا تذکرہ مومنین کے لیے نافع ہے۔ اگر یہ ایام اللہ نہ ہوں تو مومنین کے لیے خسارہ اور ضرر ہے۔ ایام اللہ کے مختلف مصادیق ہیں لیکن ان میں ایک نمایاں مصداق ایام ولادت باسعادت معصومین علیہم السلام اور ایام شہادت اور سوگ ہیں۔

جشن ہو یا سوگ ان کو منعقد کرنے کا مرسوم طریقہ رائج ہوا ہے اور آنے والی نسلوں نے اسی مرسوم طریقے کو اپنایا ہے اور ایسے ہی یہ ایام گزر جاتے ہیں۔ لیکن قرآن ایام اللہ کا جو فلسفہ ذکر فرماتا ہے اور فائدہ و نفع سمجھتا ہے وہ اس وقت حاصل ہوگا جب یہ ایام قرآنی حکمت اور فلسفہ کے ساتھ برگزار ہوں گے، جیسے عاشورہ، ۱۳ رجب، ۱۷ ربیع الاول، ۲۸ صفر اور شعبان ایام اللہ میں سے ہیں۔ یہ ایام اللہ قرآنی حکمت اور ہدایت اور قرآنی معیار کے مطابق ہر قوم میں زندہ ہوں، ان کا تذکرہ ہو اور ان کو احیاء کیا جائے قرآن فرماتا ہے کہ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ (۱) یہ مومنین کے لیے بہت فائدہ مند ہیں۔ قرآنی حکمت اور معیار کے مطابق ایام اللہ کی برپائی کا مطلب یہ ہے کہ جس ہستی سے یہ ایام منسوب ہیں وہ اللہ کی نشانی ہے اور اس ہستی کا روز ولادت یوم اللہ ہے اللہ نے اس دن کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے کہ یہ میرا دن ہے، ویسے تو ہر دن اور ہر وقت مخلوق ہونے کے ناطے اللہ کا ہے کیونکہ اللہ

(۱) سورۃ الذاریات، آیت ۱

نے بنایا ہے۔البتہ کچھ ایام کو خصوصیت کے ساتھ اپنے ایام قرار دیا ہے اس لیے کہ ان ایام کے اندر اللہ کی تجلی اور اس کی ذات کا جلوہ ہوا ہے۔

میقات منزلِ عشق و معرفت کا آغاز

جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر گئے اللہ نے حکم دیا موسیٰ کو کہ آپ اس ملاقات اور لقاء کے لیے میقات پر آئیں۔''میقات'' یعنی جو ملاقات کے لیے جگہ طے کی جاتی ہے۔جیسے حج کی میقات ہے جہاں مومنین حرمِ خدا سے مشرف ہوتے ہیں اور وہ دروازہ جہاں سے حرم میں داخل ہوتے ہیں اس کو میقات کہا جاتا ہے۔''عربی اور قرآن کریم کی زبان میں جائے ملاقات اور وقت ملاقات'' ان دونوں کو میقات کہا جاتا ہے۔یہ عبد اور رب کی جائے ملاقات ہے اور وقت ملاقات ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی میقات خداوند تبارک وتعالیٰ نے ایک نکتہ اور ایک پہاڑی کے اوپر مقرر فرمائی پھر موسیٰ کو طلب کیا تو نور خدا متجلی ہوا جس نکتے پر نور خدا متجلی ہو وہ بیت اللہ، ارض اللہ ہے اور جس دن یہ تجلی ہو وہ یوم خدا ہے یہ دن اور وقت خاص اہمیت اور حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ مومنین کے لیے نافع ہے۔مومنین کے لیے مفید ترین وقت وہ یہی ہے۔جس میں اللہ کا جلوہ ہوا ہے۔

حضرت زہراء سلام اللہ علیہا قرۃ العین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲۰ جمادی الثانی یہ بھی ایام اللہ میں سے ہے۔اس کی عظمت کی دلیل یہ ہے کہ اس روز اللہ کی تجلی اور نشانی، اس ہستی کی صورت میں زمین پر جلوہ گر ہوتا ہے۔جس کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے کہ اے نبی! اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات نہ بنتی اور اگر فاطمہ سلام اللہ علیہا نہ ہوتی تو آپ بھی نہ آتے ہیں یہ مقدس اور ارجمند ہستی اللہ کی نشانی ہے، یہ آیت اللہ کبریٰ، آیت اللہ عظمیٰ، اللہ کی سب سے بڑی نشانی جس کے وجود اور زندگی کے اندر الٰہی اسرار موجود ہیں۔وہ ہستی جب اس دنیا میں تشریف لائیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قلبی ٹھنڈک محسوس ہوئی۔فاطمہ سلام اللہ علیہا قرۃ قلب

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، قراۃ عین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ''قراۃ'' ٹھنڈک کو کہتے ہیں اولاد قراۃ عین ہوتی ہے کیونکہ جب والدین اولاد کو دیکھتے ہیں تو والدین کو آنکھوں کی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔ جب یہ بی بیؑ دو عالم تشریف لائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب نورانی اور چشم مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے جناب زہراء سلام اللہ علیہا پر نگاہ پڑتی تو یہی احساس ظاہر کرتے حتیٰ لوگوں کے سامنے بھی چھپاتے نہیں تھے وہ قلبی ٹھنڈک جو خوشی کے نتیجے میں اور اس اثر الٰہی کو دیکھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محسوس ہوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے چھپاتے نہیں تھے۔ اگر ملاء عام، مجمع عام میں بی بیؑ سامنے آجاتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے سامنے تعظیم فاطمہ کیلئے قیام فرماتے۔ چہ جائیکہ بیٹی تھیں بیٹیوں کی تعظیم کے لیے ماں باپ نہیں اٹھتے لیکن سیدہ سلام اللہ علیہا چونکہ اللہ کی نشانی ہیں اور وہ حکمت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وجود مبارک سیدہ سلام اللہ علیہا میں نظر آ رہی تھی اسی لیے تعظیم وتکریم کرتے اور دنیا کو متوجہ کرتے کہ اللہ نے کیا نعمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی ہے اور یہ نعمت اہل زمین کو اللہ نے عطا فرمائی ہے۔

سرِ مستودع اور قانونِ خدا

اگر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی معرفت ہو تو نام سیدہ سلام اللہ علیہا سے وہی ٹھنڈک مومنوں کے دلوں میں بھی پیدا ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل نورانی میں پیدا ہوتی تھی۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اس عالم ہستی میں تشریف لائیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بی بیؑ کے وجود میں اسرار مبارکہ ودیعت فرمائے۔ جو سر مستودع اس ہستی کی ذات میں ہیں جب اللہ کی بارگاہ میں اسی سر اور ذات جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کا واسطہ پیش کرتے ہیں۔

إلهي بحقّ فاطمة و أبيها و بعلها و بنيها و السرّ المستودع فيها (۱)

یعنی خدایا! تجھے اس بی بی کا اور اس راز کا واسطہ جو تو نے اس بی بی میں ودیعت فرمایا اور امانت رکھا ہے کہ اے پروردگار ہم تیری بارگاہ میں اس سر مستودع کا واسطہ دے کر دعا طلب کرتے ہیں، وہ سر مستودع وہ

(۱). منتهی الامال ج ۱، ص ۱۳۴

ودیعت کیا ہوا راز ہے جو وجود نورانی حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کے اندر اللہ نے مقرر کیا ہے، اگر ہمت اور کوشش کریں اور خود کو تھوڑا سا سنوار لیں تو وہ پاکیزہ راز معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اگر پاکیزہ ہو جائیں، کیونکہ قرآن کا فارمولہ اور قرآن کا ایک عمومی قانون ہے جس میں کسی قسم کی استثناء نہیں ہے۔ اور وہ قانون یہ ہے کہ

اَلْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ (۱)

ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے ہیں، اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔

پاکیزہ چیزیں پاکیزہ انسانوں کے لیے ہیں اور خبیث امور خبیث لوگوں کے لیے ہیں۔ جن چیزوں کے اندر خباثت ہے وہ خبیث روحوں اور خبیث ذہنوں کے اندر رہوں گی۔ پلید افکار اور منصوبے پلید ذہنوں اور پلید دلوں میں ہونگے۔ لیکن پاکیزہ سوچ اور اقدامات، پاکیزہ ارادے اور فیصلے، پاکیزہ عزم یہ خدا پاکیزہ دلوں میں ڈالے گا۔ وہ سر مستودع جو اس اسوہ طیبہ، حسنہ اور نورانی کے اندر خدا نے ڈالا ہے، پاکیزہ لوگوں کے لیے ہے۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا زمین کے اوپر مظہر و منبع پاکیزگی ہیں۔ وجود نورانی سیدہ سلام اللہ علیہا میں ودیعت شدہ رازِ موجود ہے پس پاکیزہ لوگ انکے قریب ہو سکتے ہیں۔ جس طرح کلام الٰہی، کتاب خدا پاک ہے وہ انسان جن کا دماغ، ذہن، زندگیاں اور وجود پاک ہوں جنہوں نے گناہ سے اپنے وجود، دل، نگاہوں، گھروں اور اپنے ماحول کو ناپاک نہ کیا ہو یہ جب قرآن پاک کھولتے ہیں تو قرآن اپنی پاک تعلیم و نورانیت ان پاک نگاہوں اور دلوں میں منتقل کر دیتا ہے۔ لیکن ناپاک اگر حافظ و قاری، مفسر بھی حتیٰ عالم بھی ہو جائیں تو قرآن ایک نکتہ کے برابر بھی ہدایت ان میں منتقل نہیں کرتا کیونکہ اس کا قانون ہے کہ پاکیزہ تعلیمات پاکیزہ ظرفوں اور پاکیزہ شخصیتوں کے لیے ہیں۔

---

(۱) سورۃ النور آیت ۲۶

فاطمہ سلام اللہ علیہا سر مستودع

مخدرات دین ونساء اسلام آپ وہ راز ودیعت شدہ اور سر مستودع جناب زہراء سلام اللہ علیہا کے وجود کے اندر پا سکتی ہیں۔ اگر چہ تعظیم، عظمت اور تحسین کے طور پر سب سے بڑی تعظیم، تعجیز ہے یعنی اظہار عجز و ناتوانی کرنا۔ اپنے اندر عاجزی پیدا کریں غرور و تکبر پیدا نہ کریں، بڑی ڈینگیں نہ ماریں، بڑے دعوے نہ کریں۔ اگر آپ کے وجود میں انکسار، تواضع، عاجزی ہو تو خدا کی حکمتیں آپ کے دل کے اندر آئیں گی۔ جو دل مغرور ہے پاکیزہ نہیں ہے اِس میں غرور ہوتا ہے، مغرور دل میں ھدایت نہیں آتی ہے ہدایت اس دل میں نہیں آتی کیونکہ غرور اور تکبر دل کو تنگ کر دیتا ہے، انانیت دل کی ظرفیت اور گنجائش کو تنگ کر دیتی ہے۔ انا غبارہ ہے یہ پھولتا جاتا ہے اور سارے دل کو گھیر لیتا ہے، ایسے دل پر خدا ہدایت نازل نہیں کرتا اس میں ہدایت جا ہی نہیں سکتی۔ انا کو دل سے نکالو تاکہ دل کی گنجائش بڑی ہو جائے، اس کی ظرفیت اور فضا ہدایت کے لیے کھل جائے۔ تب اللہ پاکیزہ امور آپ کے دل میں منتقل کر دے گا، اور ان پاکیزہ امور میں سے ایک یہ ودیعت شدہ راز ہے، اللہ کا راز اس بی بی دو عالمؑ کی ہستی، کردار، سیرت اور شخصیت کے اندر ہے۔ خداوند تبارک وتعالیٰ نے جن ہستیوں کو زمین پر بھیجا ہے تاکہ ان انوار ہدایت سے ہمیں روشنی ملے اور یہ ہستیاں ہماری زندگیوں کو سنواریں۔ اس لیے نہیں بھیجا کہ ان پر ظلم ہو، مصیبتیں ٹوٹیں اور دوسرے ان کو یاد کرتے رہیں۔ ان کو بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ زمین ظلمت کدہ و تاریک ہے جس پر سیاہی اور اندھیرا ہے، اس کو نور کی اور روشنی کی ضرورت ہے:

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (۱)

اللہ مومنوں کا ولی ہے اور اس کی ولایت کا اثر یہ ہے کہ اللہ نے اس ظلمت، اندھیرے، تاریکی میں پھنسے ہوئے لوگوں کو نکال کر نور میں لانا ہے اللہ نے معصومین و انبیائے اکرام علیہم السلام اور پاکیزہ ہستیوں میں ایک خصوصی نورانیت و چراغ رکھا ہے جو آپ کی سنخ سے تعلق رکھتی ہیں یعنی خواتین میں سے ہیں۔

(۱) سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۷

مریم قدیسہ سلام اللہ علیہا نہفتہ شدہ راز

حضرت مریم سلام اللہ علیہا قدس وہ پاکیزہ ونورانی ہستی ہیں کہ جن کے نور سے انبیاء علیہم السلام نے استفادہ اور اقتباس کیا ہے انبیاء علیہم السلام نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے نور سے ہدایت پائی ہے انبیاء علیہم السلام نے نورِ مریم سلام اللہ علیہا سے راستہ ڈھونڈا اور راز پایا۔ ایک نہفتہ (پنہان)، ودیعت شدہ اور امانت گزاشتہ راز وجودِ مبارکِ مریم سلام اللہ علیہا کے اندر تھا، مریمؑ قدیسہ ونفیسہ، مریمؑ الٰہیہ وطیبہ ہیں، جناب مریم اِک راز کی حامل یہ پاک وپاکیزہ بی بی ہیں، آپ کے ماں باپ اور مربّی پاکیزہ، اس، پاکیزگی کے ماحول میں یہ اسوہ پنپتا و پلتا ہے۔

خداوند تبارک وتعالیٰ نے جنابِ مریم سلام اللہ علیہا پر بچپن اور جوانی سے ہی اپنی عنایاتِ خاصہ کی ہیں۔ آپؑ کے مربی اور معلم ایک نبی ہیں، یہ قرآن کا واقعہ بیان کر رہا ہوں کہ جب معلم اپنی شاگردہ کے پاس آئے جو ابھی چھوٹی سی عمر میں ہے، شاید بلوغ کی عمر کو بھی نہیں پہنچی، مریم سلام اللہ علیہا اس معبد میں بیٹھی ہوئی عبادت میں مصروف ہے تو حضرت زکریا علیہ السلام جنہیں اللہ کی طرف سے مریم کی کفالت سونپی گئی تشریف لا تے ہیں۔ حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے لئے اللہ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو معلم، مربی اور کفیل مقرر کیا یہ سرپرست وکفیل تعلیم وتربیت کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی مادی ضروریات بھی پوری کرتے ہیں، کھانا اور لباس بھی لا کے دیتے ہیں۔ جب زکریا علیہ السلام کھانا لا کر دیتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ محراب میں پاکیزہ کھانا رکھا ہے، ایسا کھانا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے عمر بھر جسکی مہک اور خوشبو محسوس اور لمس نہیں کی تھی، ایسی خوشبو کبھی ان کی شامہ تک نہیں پہنچی تھی۔ جب اسکو محسوس کیا تو فوراً مریم سلام اللہ علیہا سے پوچھا اے بی بی! یہ کیا ہے؟ یہ کہاں سے آیا ہے؟ حضرت مریم سلام اللہ علیہا قدیسہ نے جواب دیا، اے جنابِ زکریا علیہ السلام یہ عطیہ ہے جو میرے پروردگار کی طرف سے آیا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام حیران ہو کر تعجب کے ساتھ اس کمسن اسوہ کے نورانی وجود کو دیکھ کر پوچھتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہوا؟ تو مریم سلام اللہ علیہا نے جواب میں یہ نہیں کہا یہ میری دعاؤں کا نتیجہ ہے، جو مجھ سے متاثر ہو کر دیا گیا ہے بلکہ فرمایا یہ فضل خدا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے یہ فضل دے دیتا ہے اور کسی کو خدا سے نا امید نہیں ہونا چاہیے،،

معرفت نورِ مریمؑ، فضلِ خدا کا وسیلہ

آج تک حضرت زکریا علیہ السلام مریم سلام اللہ علیہا کو پڑھا رہے تھے لیکن آج مریمؑ نے زکریا علیہ السلام کو پڑھایا، کیا پڑھایا؟ جنابِ زکریا علیہ السلام بڑھاپے میں پہنچ چکے تھے اولاد نہیں تھی اور ان کی زوجہ بانجھ تھی، ان میں بچے پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں تھی، عقیم تھی اور بوڑھی بھی ہو چکی تھی۔ اور اس وقت حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں اولاد و وارث کی خواہش پیدا ہوئی لیکن امید نہیں تھی کہ اس بڑھاپے میں اولاد پیدا ہوگی۔ اس پاکیزہ و نورانی بی بی نے نبی کو راستہ بتایا کہ ناامید نہ ہوں کیونکہ فضل خدا ہر وقت شامل حال ہوتا ہے اور خدا جسے چاہتا ہے اسے عطا کر دیتا ہے، اسی وقت زکریا علیہ السلام یہ جواب سن کر محراب سے نکلے اور شہر سے باہر آئے، ایک کھلی جگہ آسمان کے نیچے جا کر دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور پروردگار کی بارگاہ میں دست بدعا ہوئے:

کہ اے پروردگار! اے مریمؑ پر عنایات کرنے والے، اے مریمؑ کو یہ پاکیزہ مقام عطا کرنے والے، میں بھی تیرا عاجز بندہ ہوں، جو تجھ سے آرزو رکھتا ہوں کیونکہ تو صاحب فضل ہے جو فضل ''مایشاء'' رکھتا ہے اور میں بھی تجھ سے امید رکھتا ہوں، اے پروردگار میری اولاد نہیں ہے! کیا یہ ہوسکتا ہے کہ تو اس فضل سے نواز دے!

فوراً آواز آئی کہ زکریا علیہ السلام تیری آواز، تیری دعا، تیری پکار سن لی گئی ہے اور تجھے اولاد عطاء ہوگی۔ ایسی اولاد کہ جو بے نظیر اور منفرد ہوگی، جو اس سے پہلے کسی نے نہیں دیکھی ہوگی، زکریا علیہ السلام کو یقین نہیں آرہا تھا تو علامت مانگی اللہ نے نشانی بتائی دراصل یہ سب کچھ ایک بی بی سے نقطۂ آغاز ہو رہا ہے۔

جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا فخرِ مریم سلام اللہ علیہا

نسائے اسلام خداوند متعال سے ان اسوؤں کے ذریعے قریب ہو جائیں۔ نبیوں نے بھی اگر فیض پایا ہے تو ان مقدس ہستیوں سے پایا ہے۔ حضرت یحیٰؑ کا عطیہ مریم سلام اللہ علیہا کی دعا سے اور سیرت مریم سلام اللہ علیہا سے نکلتا ہے جن سے زکریا علیہ السلام جیسے معلم متأثر ہوتے ہیں تو حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا تو فخرِ مریمؑ ہیں، سیدۂ مریمؑ (مریمؑ کی سردار) و بالاتر از مریمؑ ہیں۔ اگر مریم سلام اللہ علیہا کی نورانیت سے نبی فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو فاطمہؑ کے وجود سے

پاکستان کی خواتین اور ملّتِ پاکستان کیوں فائدہ نہیں اٹھا سکتی؟ ملتِ پاکستان مایوسیوں سے نکل کر نا امیدیوں کا طِلسم کیوں نہیں توڑ سکتی؟ یہ مایوسی اور نا امیدی ختم ہو سکتی ہے کیونکہ خدا نے یہ ہستیاں اسی لیئے مقرر فرمائی ہیں۔ سیدّہ سے قرب پیدا کریں، ہمیشہ پاکیزہ کا قرب پاکیزہ سے ہوتا ہے کیونکہ قرآن کا قانون ہے۔

اَلْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ...وَ الطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ (۱)

خبیث و پلید پلیدوں کے قریب ہوں گے، پاک و پاکیزہ، پاکیزہ لوگوں کے قریب ہوں گے۔ اپنی زندگی میں، ماحول اور تمام امور میں پاکیزگی لائیں تاکہ اس پاک بی بی کے قریب ہوسکیں۔ جنابِ زکریا علیہ السلام ہر روز جا کر جنابِ مریم سلام اللہ علیہا کو دیکھتے اور ان کا مشاہدہ کرتے تھے لیکن رازِ مریمؑ، زکریا علیہ السلام کو مریمؑ کے اندر ایک دن نظر آیا، مریمؑ کا ظاہری پیکر ہر روز دیکھتے تھے لیکن سرِ مُستودع ایک دفعہ نظر آیا اور ایک دفعہ دیکھنے سے حضرت زکریا علیہ السلام اپنی مراد کو پہنچ گئے وہ ناممکن، ممکن ہوگیا۔ مخدراتِ اسلام اگر آپ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کی بارگاہ میں شرف یاب ہو سکتی ہیں، آپ کا قرب زیادہ ہو سکتا ہے لیکن آپ اپنی زندگی میں طہارت و پاکیزگی کو اپنائیں، جب آپ بی بی کے قریب ہوں گی تو اس وجودِ نورانی کے ذریعے ناممکن کو ممکن بنایا جائے گا۔

ناممکن کو ممکن بنانے کا گوھر

بانجھ ماں باپ سے اولاد پیدا ہونا ناممکن ہے لیکن جب نورِ مریمؑ سے امید پھوٹتی اور تجلّی لی جاتی ہے اور جب ایک بابصیرت نبی مریمؑ کے قریب ہوتا ہے تو ناممکن، ممکن ہو جاتا ہے۔ آج ہم اس ملک و مملکت کے اندر مایوس ترین طبقات اور نا امید ترین قوم میں شمار ہوتے ہیں جنہیں اپنے مستقبل اور اپنی نسلوں کے بارے میں کوئی امید نہیں ہمارے اوپر مایوسیوں نے سایہ ڈالا ہوا ہے ہم ظلمتِ یاس اور ظلمتِ نا امیدی میں رہ رہے ہیں، ہمارے اقدامات ایسے ہیں جو تاریکیوں میں اٹھائے جاتے ہیں گویا روشنی سے مایوس ہو چکے ہیں جبکہ اللہ نے

(۱) سورۃ النور آیت ۲۶

منبع نور یہ بی بیِ دوعالم عطا کی ہیں۔اس بی بی دوعالم کے بارے میں ائمہ اطہار علیہم السلام فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کی طرف سے لوگوں پر حجت ہیں اور فاطمہ سلام اللہ علیہا ہم ائمہ معصومین علیہم السلام پر حجت ہیں۔اگر اس بی بی دوعالم کے قریب و نزدیک ہوا جائے تو اس بی بیؑ کے فیض سے سارا جہاں بہرہ مند ہوسکتا ہے لیکن آج سب سے زیادہ ملتِ پاکستان کو ضرورت ہے شیعہ ہو یا سنی ان سب کو اس بی بیِ دوعالم کے اسوہ کی ضرورت ہے۔

نجات کے باطل اُسوے

آج پلید عورتوں نے پاکستان کی تہذیب کے اوپر اپنا سایہ ڈالا ہوا ہے اور پلید عورتیں میڈیا کے ذریعے اسوہ ،نمونہ اور رول ماڈل بن گئی ہیں۔ہماری پاکیزہ گھرانے کی ہر خاتون کو پلید عورتوں نے اپنے کردار سے متأثر کیا ہوا ہے یہ پلید،خبیث اور ناپاک عورتیں جو میڈیا کی مدد اور مختلف ذریعوں سے مشہور ہو کر،لوگوں کی رہنمائی کیلئے ان کو ماڈل بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔یہ پلید عورتیں ہماری نورانی پاکیزہ خواتین کو سکھاتی ہیں کہ لباس کیسا ہونا چاہیے؟ آیا پلید عورتیں بتائیں آج کی خاتون کو کہ لباس کیسا پہننا چاہیے؟ زندگی کیسی گزارنی چاہیے؟ آیا یہ پلید عورتیں اس قابل ہیں کہ مومن عورتیں دن بھر بیٹھ کر ان سے ماڈل سیکھیں اور ان سے اسوہ لیں۔

اُسوہ فاطمیؑ باعثِ نجات اُمت

ان سے زندگی کا اقتباس لیکر اور اس کے مطابق اپنی زندگیاں قائم کریں،یہ ظلمت ختم ہونی چاہیے جبکہ آپ کے پاس یہ پاکیزہ ھستی اور منبع نور موجود ہے۔وہ منبع جس سے نبی نورانیت لے سکتے ہیں ہم کیوں نورانیت نہیں لے سکتے؟ اگر ہم خبیث نظام سے تعلق توڑیں اور اظہارِ بیزاری کرکے پاکیزگی اور طہارت کی طرف آئیں تو یہ ممکن ہے کیونکہ خدا نے یہ اسوہ مطہرہ،یہ طیبہ وطاہرہ روشنی کا منارہ اور یہ روشنی کا آسمان و کہکشاں بنایا ہی اس لئے ہے تاکہ اس نور کے سائے میں زندگی بسر کریں یہ کام ضرور ہونا ہے۔پاکستان کی ناممکنات میں اضافہ ہوتا جائے گا ممکن بھی ناممکن ہوتا جارہا ہے کیونکہ ہماری ملت جس نے سیاست خبیث لوگوں سے سیکھی،ملک داری

خبیث مغربی نظام سے سیکھی جو کہ آج کا خبیث ترین نظام ہے اس خبیث نظام سے سیاست لی مملکت کا نظام لیا، اور اسی سے تعلیم کا نظام لیا۔آپ کا تعلیم کا نظام کہاں سے آیا کس منبع نے بنایا؟ آیا حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی نورانیت سے کسی زکریا علیہ السلام نے بیٹھ کر یہ تعلیم کا نظام بنایا ہے؟ یا برطانیہ اور مغربی ممالک سے یہ تعلیم کا نظام ٹھونسا گیا؟ اور ہم اپنے پاکیزہ بچوں کو اس کے حوالے کر رہے ہیں۔جب ہم اپنی اولادوں کو اس خبیث تعلیمی نظام کے سپرد کر رہے ہیں تو پھر ممکن بھی ناممکن ہوتے جا رہے ہیں،، ہمارے ناممکنات کی فہرست میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔قرآن کریم کے فرمان کے مطابق وہ کام جو مٹھی بھر لوگ، فئہ قلیلہ، ایک کم و چھوٹا گروہ جو کچھ کر سکتا ہے پاکستان کے کڑوڑوں لوگ بھی بیٹھ کر اس کو ناممکن سمجھ رہے ہیں جبکہ قرآن فرماتا ہے، یہ چھوٹا گروہ بھی اگر اللہ پر ایمان رکھتا ہو وہ یہ کام کر سکتا ہے لیکن ہمیں ناممکن نظر آتا ہے۔اس وقت پیروانِ امامت، اور جو امامت کے مذہب کی طرف منسوب ہیں اور امامیہ کہلاتے ہیں۔آج اگر ہم امامت اور ولایت کا تذکرہ پاکستان میں چھیڑیں سب سے پہلے مایوسی کا جواب کہاں سے ملے گا؟ انہی لوگوں سے ملے گا جو عمر بھر امامت کا تذکرہ کرتے آ رہے ہیں،۔یہی مایوس اور ناامید ہیں نظام امامت سے اسی لئے ممکن بھی ناممکن بنتا جا رہا ہے جبکہ ناممکن، ممکن بن سکتا ہے اگر ہم اللہ کے مقرر کیے ہوئے اسوؤں سے تمسک کریں جن میں یہ بی بی دو عالم سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

کردار فاطمیؑ اور امت کی خاموشی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت و وفات کے بعد اللہ کے فرمان کے مطابق ولایت امیر المومنین کے بارے میں میدانِ غدیر میں ۱۸ ذی الحجہ ۱۰ ہجری کو اللہ کے رسول نے اعلانِ ولایت کیا، ولایت امیر المؤمنین علیہ السلام، ولایتِ وصی اور جانشین کا اعلان کیا اور پھر دو ماہ دس دن بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۸ سفر ۱۱ ہجری کو دنیا سے تشریف لے گئے اور امت وجودِ نورانی رسول اللہ سے محروم ہوگئی ابھی غدیر کو دو ماہ دس دن گزرے تھے لیکن تمام امت اور عوام، خواص اور سرکردہ لوگوں کے منتظر ہیں کہ یہ ابھی کیا کرتے ہیں؟ اسی وقت سرکردہ لوگوں نے میٹنگ کر کے، ایک ہی نشست کے اندر اسلام، مسلمین، مملکت اور قانونِ الٰہی کے بارے میں خود سے فیصلہ کر

لیااورعوام کوآ کرسنایااوراورسب نے قبول کرلیا کیونکہ عموماعوام یہ دیکھتے ہیں کہ سرکردہ جوکہیں گے ہم تو ادھر جائیں گے۔ دوماہ دس دن بعد اس اعلان کو فراموش کر دیا اور کسی نے اس پہ حیرت کا بھی اظہار نہیں کیا، نہ احتجاج و اعتراض کیا، کچھ بھی نہیں کیا بلکہ من وعَن تسلیم کرلیا جیسے کہا گیا تھا ویسے ہی اس کو مان لیا۔ بی بی جو ناممکن کوممکن بنانے کا اسوہ ہے اس وقت وہ بی بی میدان میں آتی ہیں تاکہ ملتِ پاکستان کو بتائے کہ جسے تم کروڑوں کی تعداد میں مل کر بھی ناممکن سمجھتے ہو اگر عزمِ زہراء سلام اللہ علیہا اور ارادۂ فاطمی تمہارے اندر ہو تو اکیلے بھی وہ کام کیا جاسکتا ہے۔ جب پوری امت کا رخ کسی اور طرف ہوگیا اور سیدہ سلام اللہ علیہا میدان میں تنہا آئی تو کیا لے کر آئی؟ پرچم ولایت لے کرآئی، لوگوں کو تعلیمِ ولایت دی اور خطبۂ ولایت پڑھا ایک ایک فرد کو جھنجھوڑا ان اقدامات سے جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا نے ناممکن کوممکن بنا کر دیکھایا۔ ناممکن (جو نہ ہونے والا تھا) اگر اس وقت بیس افراد یا سو افراد بھی ہوتے پھر بھی یہ کام مشکل تھا جبکہ بی بی نے تنہا اپنے ذمہ لیا اور پھر اپنی اولاد، آئمہ کو امامت کا سبق دیا کیونکہ سیدہ سلام اللہ علیہا ام الائمہ (ائمہ کی ماں)، ام الامت (امت کی ماں)، ام الاسلام وام الدین ہیں۔

بارگاہِ سیدہ سلام اللہ علیہا میں خواتین کی ذمہ داری

اُم الائمہؑ وام الامت نے یہ سبق دیا کہ ناممکن کوممکن بنانا ہے کربلا ناممکن کوممکن بنانے کا راستہ ہے جب پوری مملکت طاغوت کے تسلط اور قبضے میں ہے، ایسے میں صرف فرزندِ زہراء علیہ السلام صرف اپنا خاندان اور اولادِ زہراءؑ لے کر میدان میں نکلتے ہیں جبکہ باقی سب ممکن کو ناممکن سمجھتے تھے لیکن فرزندِ زہراءؑ نے ناممکن کوممکن بنادیا۔ یزید سے نجات کو ناممکن سمجھتے ہیں فقط اولادِ زہراءروحِ زہراءؑ اس ناممکن کوممکن سمجھتی ہے اس لئے یہ قیام فرمایا۔ فقط نسلِ زہراءؑ، اولادِ زہراءؑ میدان میں آئی تاکہ یہ ناممکن ممکن لگے، آنے والی نسلوں کو یہ ناممکن ممکن نظر آنا شروع ہوجائے اور ہمارا فخر یہ ہے کہ ہم اسی اولاد اور، اسی سلسلہ پاکیزہ سے متمسک ہوں۔ ہمارا تعلق ان سے ہے ہم انکے نام لیوا ہیں تو پھر ایک پیروئے زہراءؑ، ایک پیرئے اولادِ زہراءؑ کے دل میں کبھی ناممکن نہ آئے کہ یہ نہیں ہوسکتا چونکہ بی بی اللہ کے ارادے کی تجلی ہے۔ جس طرح اللہ کے ارادے کے سامنے نہ ہونے کی کوئی گنجائش نہیں ہے

اسی طرح کردار زہراءؑ، سیرت وعزم حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے سامنے کوئی مرحلہ طے نہ ہو سکے یہ ناممکن ہے، عزم زہراءؑ پیدا کر کے جو ناممکن کو ممکن بنایا جاسکے۔ موجودہ خواتین کا فریضہ یہ ہے کہ آج آپ خواتین نے، پیروانِ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا نے اس سیرت کو دنیا کے سامنے عام کرنا ہے اس سیرت کا مجسم سبق بننا ہے اس سیرت پہ فقط تقریریں اور نشریات نہ ہوں بلکہ اس سیرت کو عملی چلتے پھرتے نمونے اور کردار چاہیئں وہ کردار بن کر گلی کوچہ میں گھر گھر کے اندر، شہر شہر کے اندر جا کر ایک پیروئے زہراء سلام اللہ علیہا ناممکن کو ممکن بنا کے دیکھائے مردوں کو بتائے کہ رحلتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جب تمام مرد غائب تھے، در بند کر کے باہر نہیں آئے، مصلحت نہیں تھی، حالات سازگار نہیں تھے اور یہ بڑے بڑے دعوے کرنے والے گھروں میں بیٹھ گئے اس وقت جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا میدان میں آئی ان کو بتانے کے لئے کہ یہ آنا ناممکن نہیں تھا اگر آجاتے تو یہ آنا ممکن تھا۔

فلسفہ ناراضگیِ فاطمہ سلام اللہ علیہا

سیدہ سلام اللہ علیہا نور کا اور امید کا اسوہ ہیں سیدہ سلام اللہ علیہا ناممکن کو ممکن بنانے کا ملت کی بیداری اور اسلام کی محوریت کا اسوہ ہے۔ سیدہ سلام اللہ علیہا کی نمایاں ترین خصوصیت وہ حالت جس میں بی بی اس دنیا سے گئی ہیں کیونکہ سب سے اہم حالت وہ ہوتی ہے جس حال میں انسان اس دنیا سے جاتا اور رخصت ہوتا ہے۔ آپ جانتی ہیں کہ بی بی ایک طبقے سے نہیں بلکہ اکثریت سے ناراحت و ناراض گئی ہیں راضی نہیں گئیں ہیں اور اللہ کا فرمان ہے" فاطمہ کی رضا میں اللہ کی رضا ہے، فاطمہؑ کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی ہے"، جس سے زہراء سلام اللہ علیہا ناراض ہیں اس سے اللہ بھی ناراض ہے اور جس سے اللہ راضی نہیں ہے اس کا ٹھکانہ معلوم ہے کہاں ہے؟ فاطمہؑ ذاتیات میں کسی سے ناراض نہیں ہوتی، کئی دفعہ ذاتیات پیش آئیں ذرا برابر جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کو ملال نہیں ہوا۔ کھانا کم تھا یہ ذاتی مسئلہ ہے۔ کھانا کم ملتا ہے شور نہیں مچایا، چوڑیاں نہیں ملی، پہننے کو نیا لباس نہیں ملا، خرچہ نہیں ملا شور نہیں مچایا اور کہیں پر بھی ناراض نہیں ہوئی بلکہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے ہاتھوں پہ چھالے پڑے ہوئے تھے کیونکہ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا چکیاں پیستی، جو (شعیر) لاتیں لا کر پھر اس جو کا آٹا بناتیں، پھر آٹا بنا کر اس جو کی روٹی بناتی اور روٹی بنانے کیلئے

خود چولہا جلاتی، خود گھر سنوارتی اور اسکو بہترین صاف ستھرا بناتی جبکہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کا گھر کوئی بہت بڑا محل نہیں بنا ہوا تھا بلکہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ تاریخ میں لکھا ہوا ہے کہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے گھر کا سائز کتنا تھا؟ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا جس بستر پہ تشریف فرما تھیں، رات بسر کرتی تھیں وہ ایک دنبے کی کھال تھی، بھیڑ کی کھال میں اُون ہوتی ہے اور ایک طرف سے چمڑا ہوتا ہے دن بھر وہی کھال جس طرف چمڑا نظر آتا ہے اس میں دیگر کام انجام دیتی، حتیٰ روایات میں لکھا ہوا ہے کہ ایک اونٹنی تھی امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاس اور جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا اس اونٹنی کو چارا ڈالنے کیلئے بھی اسی کھال کو الٹا کر کے استعمال کرتی تھیں شام کو اسے صاف اور سیدھا کر کے، اُون والے حصے کو بستر بنایا کرتی تھیں۔ یہ ذاتی اور شخصی مسائل ہیں جس پر بی بی نے کبھی احساس حقارت نہیں کیا، اور احساسِ کمتری نہیں کیا کہ میرا گھر چھوٹا ہے، میرے پاس وسائل زندگی کم ہیں۔

تاریخ میں لکھا ہے کہ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کے سارے وسائل زندگی کتنے تھے؟ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کے گھر میں اتنے وسائل تھے کہ ایک خاتون آسانی سے اسے بنڈل بنا کر اٹھا سکتی تھی اس کمی کے اندر جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا نے کبھی شکوہ نہیں کیا۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ بی بی کے ہاتھوں میں ایک چھالہ پھٹ گیا اس میں سے خون نکلنے لگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بی بیؑ سے ہاتھ بڑھانے کا کہا جب بی بی نے ہاتھ بڑھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو آپ کے آنسو نکل آئے اور بی بی بھی رونے لگی، یہ اُسوہ فاطمیؑ اور کردار فاطمیؑ ہے، جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کہیں پر بھی اکتائی نہیں زاتیات میں اور تنگ نہیں پڑیں جنگ کا وقت آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد پہ تشریف لے گئے، جنگ میں یہ بی بی کا کام تھا کہ دیگر خواتین کے ذریعے، جنگ تک اور سامان پہنچانا، جنگجوؤں کی ضروریات پوری کرنا بھی بی بی کے ذمہ تھا یہی بی بی جس کے ہاتھ دکھے ہوئے تھے۔

سیدہ سلام اللہ علیہا جب اس دنیا سے گئیں، پرچم ولایت تھامے ہوئے، تنہا نظامِ ولایت کی طرفدار، طاغوتیت سے بیزار اور اپنے وقت کے ولی کا دفاع کرتے ہوئے اس حالت میں دنیا سے گئیں۔ جب ناراحت ہوئی تو دخترِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ کر بعض لوگوں نے التماسِ دعا کیلئے تبرکا آئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین ذھنوں میں تھے لیکن زہراء سلام اللہ علیہا کی تعلیمات کا اثر نہیں لیتے، جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے کسی ایک اقدام میں

شریک اور متفق نہیں ہیں، مدد نہیں دیتے ،تعاون نہیں کرتے ،راہِ زہراء سلام اللہ علیہا پر قدم نہیں رکھتے ،ندائے زہراءؑ پہ لبیک نہیں کہتے لیکن التماس دعا کیلئے آتے ہیں کیونکہ انہیں بھی معلوم ہے کہ مقام سیدہ سلام اللہ علیہا بہت عظیم اور ارجمند مقام ہے۔

بسترِ علالت پر حماسہ زہراء سلام اللہ علیہا

جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ میں ،انہیں پسند نہیں کرتی ہوں حتٰی یہ میری عیادت اور احوال پرسی کیلئے ہی کیوں نہ آجائیں ۔مردوں کو منع کردیا کہ کوئی نہیں آسکتا،روایات میں لکھا ہے کہ آخر دو چار بڑی شخصیات جنہوں نے امیر المؤمنینؑ سے حد سے بڑھ کر اصرار کیا پھر آپ نے ان کیلئے جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا سے اجازت طلب کی کہ یہ ٹلنے والے نہیں ہیں ۔جب یہ قریب آئے تو بی بی نے دیوار کی طرف رخ موڑ لیا،ان کی طرف دیکھا بھی نہیں،ان کے کسی سوال کا جواب بھی نہیں دیا فقط روئیں اور اس طرح سے روئیں کہ انہیں محسوس نہیں ہونے دیا تا کہ یہ نہ سمجھیں کہ زہراء سلام اللہ علیہا کمزور پڑ گئیں ہیں ۔وہ حماسہ بیماری کی حالت میں بھی قائم رکھا انصار کی خواتین آئیں کہ ہم بارگاہِ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا میں شرفیاب ہونا چاہتی ہیں بلکہ بعض روایات میں ہے کہ سیدہ سلام اللہ علیہا نے خود پیغام بھیجا کہ انصار کی خواتین کو اکٹھا کر کے لاؤ کیونکہ انصار،نصرت کرنے والوں کی خواتین ہیں ۔انصار اس قوم کو کہا جاتا ہے جو مدینے میں تھے ،جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی انصار الا سلام اور انصارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہلائے اور ان لوگوں نے بہت عظیم مقام پایا کیونکہ پہلے نصرت اسلام کا ثبوت دے کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت وولایت کے اندر اپنا کردار ادا کر چکے تھے ۔

انصار کی عورتوں سے خطاب

جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا نے ان کے مردوں کو قبول نہیں کیا بلکہ ان کی عورتوں کو بلایا اور بلا کر اپنا پیغام انہیں دیا سب سے پہلے ان کے مردوں سے اظہارِ بیزاری اور لاتعلقی کیا ،نفرین کی ان کے اوپر اور کہہ دیا کہ

تمہارے مردوں سے میں راضی نہیں ہوں۔اس قدر سیدہؑ نے ان خواتین کو بیدار اور آگاہ کیا کہ جن کے مرد ایک قدم بھی راہِ ولایت میں اٹھانے کیلئے تیار نہیں تھے۔اپنے مردوں پر لعنت اور نفرین کرتے ہوئے خواتین کہرام کی حالت میں جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی بارگاہ سے نکلیں بلکہ بعض روایات میں ہے کہ کچھ خواتین نے اپنے مردوں کا گھر میں داخلہ منع کر دیا منع کر دیا کہ جب تک زہراء سلام اللہ علیہا تم سے راضی نہ ہو جائے، اور سیدہ سلام اللہ علیہا کی نصرت نہیں کرتے گھروں میں قدم نہیں رکھ سکتے۔شرمندہ ہوئے، معافیاں مانگنے لگے اور امیر المؤمنینؑ سے شکوہ کیا کہ ہماری عورتیں ہمیں گھروں میں داخل نہیں ہونے دے رہیں۔ان انصار کی عورتوں سے امید تھی اسی لئے سیدہ سلام اللہ علیہا نے ان خواتین کو خطبہ دیا، کچھ خطبے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے معروف ہیں ایک جو اپنے حق کے لئے مسجد میں دیا اور دوسرا خطبہ ان خواتین کے سامنے پیش کیا، ان شاء اللہ کسی وقت میں اس خطبے کو تفصیل کے ساتھ پیش کروں گا بہت اہم خطبہ ہے جو صرف خواتین کیلئے ہے۔جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو ان خواتین سے زیادہ توقع تھی۔ان میں سے بعض خواتین آگاہ اور بیدار ہوئیں جن میں سے کچھ نے پیغام فاطمہؑ پھیلایا بلکہ احتجاج کیا، مردوں کو شرمندہ کیا اور تاریخ میں بھی بعد میں ان خواتین نے بھرپور کردار ادا کیا۔یہ موضوع ہمیشہ بیان نہیں کیا جاتا لیکن آپ نے اس کا مطالعہ کرنا ہے۔ان مین سے کون کون سی خواتین بعد میں میدان میں آئیں اور جنہوں نے پیغامِ فاطمیؑ جاری و ساری رکھا اور جہاں تک عمل کر سکتی تھیں کیا۔

اسوۂ خبیثہ

(ا) دوسری طرف بھی خواتین کا کردار ہے اور بہت افسوس ناک کردار ہے حد درجہ افسوسناک ہے۔رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جتنی جنگیں لڑی گئیں ان میں لشکر اکٹھا کرنے میں سب سے زیادہ کردار خواتین کا تھا۔مکہ کی بے باک ترین عورت بنو امیہ کی خواتین جن میں سے ہندہ جگر خوارہ سب سے نمایاں ہے۔مکہ کی سب سے زیادہ چالا، بے باک، خونخوار اور جگر خوار عورت جس سے مرد بھی ڈرتے اور کتراتے تھے۔ابوسفیان کی بیوی، معاویہ کی ماں جس نے جنگ احد میں حمزہ سید الشہداءؑ کو شہید کروایا، اپنے غلام وحشی کو کہا کہ اگر اس مرد کو قتل

کر دے تو میں تجھے آزاد کر دوں گی جب اس قاتل نے یہ اقدام کیا تو اس کو آزاد کر دیا۔ جب یہ عورت لاشِ جناب حمزہ پر گئی سینہ چاک کیا، جگر نکال کر ہاتھوں میں اٹھایا، دانتوں سے چبایا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس عورت نے گستاخی کی۔ لشکر اکٹھا کرنے میں بے نظیر تھی، مردوں کو جا کر غیرت دلاتی تھی۔ بنو امیہ کے مرد جتنا اس عورت سے متاثر تھے اتنا دوسروں سے متاثر نہیں تھے، میدانِ جنگ میں خود آتی اور خطبے دیتی تھی۔ جب جنگ احد میں بنو امیہ کے مرد بھاگ رہے تھے تو ایک ایک کو پکڑ کر دوبارہ میدان میں بھیجتی تھی اور ان کی مزمت کرتی۔

(۲) کوفہ کی بے باک ترین عورت یہ تاریخ بھر میں کردار رہا ہے میں صرف ایک نمونہ عرض کرنا چاہتا ہوں ایک تاریخی واقعہ پر فلم نامہ مشتمل ہے جسے مختار نامہ کہتے ہیں اسکے اندر ایک حصہ خواتین کا کردار ہے۔ یہ ذہن میں رکھیں کہ یہ کوفہ کی خواتین کا کردار ہے۔ وہ خواتین جنکے مردوں نے حضرت مسلم علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی، عہد و پیمان کیا تھا۔ حضرت مسلم علیہ السلام کے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار لشکر نے بیعت کی، کہ سید الشہداءؑ کا ساتھ دیں گے لیکن بیچ میں عبداللہ ابن زیاد بصرہ سے یزید کے حکم پر کوفہ منتقل ہوا جو بے رحم تھا۔ اس نے آ کر کوفیوں کو ڈرایا، دھمکایا اور خصوصاً ایک گفتگو اس نے انہی عورتوں کے ساتھ کی، ان خواتین کو عبداللہ ابن زیاد نے طلب کی جس کی اسکے پاس لسٹ تھی،، ان قبیلوں کے نمائندے اور سپاہی جا کر ان کو اکٹھا کر کے عبیداللہ کے سامنے لے آئے، اس نے دارالامارہ میں ان خواتین سے خطاب کیا۔ حضرت مسلم علیہ السلام، ہانی ابن عروہ کے گھر کے اندر پناہ لئے ہوئے تھے۔ ایک پاکیزہ مومن جو بعد میں کربلا میں شہید بھی ہو گئے ان کی سادگی کی وجہ سے حضرت مسلم علیہ السلام کا ٹھکانہ جاسوسوں نے تلاش کر لیا ماجرا یہ تھا کہ عبیداللہ ابن زیاد کا ایک جاسوس فنڈ اور پیسے لے کر روز مسجد کوفہ میں آتا اور بہت روتا کہتا تھا کہ میں حضرت مسلم علیہ السلام سے ملنا چاہتا ہوں، ان کیلئے مالی مدد لے کر آیا ہوں۔

جب یہ ایک سادہ لوح مومن کے پاس گیا تو انہوں نے دیکھا کہ یہ مومن بہت رو رہا ہے، مخلص ہے اور اپنے علاقے سے چندہ اکٹھا کر کے بڑی رقم لے کر آیا ہے تو انہوں نے کہا کہ میں اسے لے جاتا ہوں اور وہ جاسوس تھا۔ اس نے آ کر عبیداللہ کو بتایا کہ مسلم علیہ السلام کہاں پر روپوش ہیں انہوں نے ہانی ابن عُروہ کے ہاں پناہ لی ہوئی ہے۔ عبیداللہ کے کارندے ہانی بن عروہ کو دارالامارہ پکڑ کر لے گئے تو حضرت مسلم علیہ السلام نے ہانی کی آزادی

کیلئے فرمایا کہ امام حسین علیہ السلام کے قیام کے مرحلے اور تشریف لانے سے پہلے لازمی ہے کہ ہانی کو دشمن سے چھڑایا جائے حضرت مسلمؑ نے یہ اٹھارہ ہزار آدمی جمع کیئے اور انہیں کہا کہ اس وقت دارلامارہ پر حملہ کرنا ہے، عبیداللہ ابن زیاد کو اسیر یا قتل کرنا ہے، حضرت مسلم کا منصوبہ تھا کہ امیہ کو یہاں سے ختم کے ہانی کو بھی آزاد کرانا ہے اور دارامارہ پر قبضہ بھی کرنا ہے ان سب کو کر کے دارامارہ کا محاصرہ کرلیا اس محاصرے میں عبیداللہ نے جو چال چلی وہ یہ تھی، کہ اس نے انھی مردوں کی عورتوں کو اکٹھا کیا۔

ایک لشکر مردوں کا مسلمؑ نے بنایا اور انہی مردوں کی خواتین کا لشکر عبیداللہ نے بنایا مردوں پہ جناب مسلم نے کام کیا اور عورتوں پہ عبیداللہ نے کام کیا اب دو لشکر تھے۔ ایک خواتین کا لشکر اور ایک مردوں کا لشکر مردوں کے لشکر کو جناب مسلم خطاب کر رہے ہیں اور عورتوں کے لشکر کو عبیداللہ ابن زیاد خطاب کر رہا ہے، یہ ان کوفہ کے شیعوں اور مومنوں کی عورتیں تھیں جو حضرت مسلمؑ کے ساتھ بیعت کر چکے تھے۔

عبیداللہ کی تقریر تاریخ میں موجود ہے، اس فلم نامے کا وہ کلپ دیکھیں جس میں عبیداللہ ان عورتوں کو اکٹھا کر کے انکے سامنے تقریر کرتا ہے ان کو ڈراتا اور دھمکاتا ہے، اس نے ان عورتوں سے کہا کہ اب تم نے واپس گھر نہیں جانا بلکہ تم سب جاؤ مسلمؑ کے لشکر میں اور اپنا اپنا مرد بھائی، باپ، شوہر اور، بیٹا جو بھی ہے ان کا ہاتھ پکڑو اور اسے کھینچ کر گھر لے کر آؤ۔

عبیداللہ نے انہیں وقت دیا کہ اس وقت تک اگر تم گھروں میں مردوں کو واپس لے آئی تو تم بھی بچ جاؤ گی، تمہارے گھر اور مرد بھی بچ جائیں گے لیکن اس مقررہ وقت کے بعد جو مرد مسلم کے ساتھ رہا اس کا گھر جلا دیا جائے گا۔ اس کی عورت کو (معذرت کے ساتھ یہ جملہ تھا) میں اپنے لشکر کیلئے مباح قرار دوں گا اور اس مرد کی جلد اس کے گھر والوں کے سامنے زندہ کھینچوا لوں گا اور ان عورتوں کو عبیداللہ پر یقین تھا کہ یہ جو کہتا ہے کر دیکھاتا ہے، اتنا ظالم ہے۔

جب عورتوں نے یہ دھمکی سنی تو یہ فوراً گئیں جناب مسلمؑ کے لشکر میں اور جا کر اپنے اپنے مرد کا ہاتھ پکڑا اور لے گئیں۔ کچھ مرد تو ویسے ہی عورتوں کی تاثیر میں ہوتے ہیں، عورت کی ایک غضب والی نگاہ، ایک اشارہ ہی کافی ہوتا ہے اور وہ ڈھیر ہو جاتے ہیں۔ کچھ نے تو صرف ہاتھ سے اشارہ کیا کہ گھر چلو وہ چل پڑے، کچھ ایسے نہیں

تھے عورتوں کو انھیں سمجھانا پڑا، کچھ عورتوں نے بتادیا کہ ہم ابھی دربار سے آرہی ہیں، عبید اللہ نے تقریر کی وہ اس وقت طیش میں ہے، اس نے یہ دھمکی دی کہ اگر تم گھر، اولاد، اور اپنے آپ کو بچانا چاہتے ہو تو فورا میدان ترک کرو جب ان مردوں نے سنا تو فوراوہاں سے بھاگے جبکہ کچھ ایسے مرد تھے جن میں کسی حدتک مردانگی تھی اور وہ باوفا رہنا چاہتے تھے۔ حضرت مسلمؑ کے ساتھ بہت کم رہ گئے آپ سنتے ہیں کہ اٹھارہ ہزار کا لشکر تھا لیکن جب حضرت مسلم علیہ السلام نے نماز پڑھی تو کوئی بھی ساتھ نہیں تھا یہ لشکر منتشر اور پراکندہ کیسے ہوا؟ اسکا ذکر آپ نہیں سنتے ہیں کہ اس لشکر کو لے کر جانیوالی خواتین کا لشکر تھا۔

مکرِ خواتین

تاریخ کا سیاہ ترین باب انہی مومنوں کی عورتوں کا لشکر تھا یہی اہلِ بیت کا نام لینے والی عورتیں تھیں لیکن عبید اللہ کی دھمکی میں آئیں جن مردوں کو آسانی سے لے جانا ممکن تھا لے گئیں کچھ مرد بضد تھے کہ ہم فرزندِ زہراء سلام اللہ علیہا کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے،، ہم اپنے شہر میں آئے ہوئے سفیر اور نمائندہ امام جناب مسلم علیہ السلام کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔ تاریخ میں بھی ہے کہ ان کی خواتین نے کہا عبید اللہ گھر جلا دے گا، عبید اللہ قتل کردے گا کہا جو کرسکتا ہے کردے ہم ساتھ نہیں چھوڑیں گے یہی مرد جو مصمم اور کسی قیمت پر مسلم کا ساتھ چھوڑنے کیلئے تیار نہیں تھے تو اس پر ان عورتوں نے آکر وہ زنانہ مکر استعمال کیا وہ مکرِ نساء جو قرآن نے حضرت یوسفؑ کے مقابلے میں بتایا کہ ان کا مکر کتنا شدید ہے۔ کسی مجاہد کی عورت آئی اور آکر اسے کہا کہ مسلمؑ کا ساتھ چھوڑ دے تو اس نے انکار کیا اور اسے ڈانٹا کہ تم یہاں مردوں میں کیسے آگئی ہو، اس عورت نے شور مچانا اور آہ وواویلا کرنا شروع کردیا، مجمعہ اکٹھا کرلیا اور آخر کار اس عورت نے جو حربہ استعمال کیا شاید کوئی مرد بھی اس حربے کو برداشت نہیں کرسکتا۔ اور وہ مرد وہاں سے روتا ہوا، سرنگون، آنکھیں گرا کے، شرمندہ ہو کر گیا۔ معذرت کے ساتھ یہ جملہ تاریخ کا ہے، اس نابکار عورت نے یہ جملہ استعمال کیا بلکہ کئی نے استعمال کیا؛ کہ اگر تم مسلم علیہ السلام کا ساتھ نہیں چھوڑو گے تو ہم یہیں پر اسی میدانِ قتل گاہ، اسی میدانِ جنگ اور اسی دارالامارہ کے باہر ان سپاہیوں،

دوست اور دشمن کے سامنے ہم برہنہ ہو جائیں گی۔ یہ وہ حربہ ہے جو کوئی غیرت مند مرد برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ حربہ انہوں نے استعمال کیا اور اس طرح اٹھارہ ہزار کا بیعت کیا ہوا، مصمم، شمشیر بہ کف لشکر، ایسا لشکر جس نے دشمن کے دفتر دارالامارہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا وہ لشکر مکرِ زنانہ سے منتشر ہو گیا۔

وہ کونسا طلسم اور جادو تھا جس نے یہ جنگجوؤں کا لشکر منتشر کر دیا تھا؟ وہ خواتین کا لشکر تھا جس سے دشمن نے استفادہ کر لیا اور اس طرح ان نابکار عورتوں کی وجہ سے یہ سیاہ باب تاریخ میں رقم ہو گیا۔ قریب تھا کہ حضرت مسلم علیہ السلام دارالامارہ پر حملہ کرتے اور عبید اللہ کو قتل کر دیتے، کوفہ آمادہ ہو جاتا سید الشہداؑ کے ورود کے لئے اور ہمیشہ کے لئے بنوامیہ کا شجرہ ملعونہ صفحہ ہستی سے محو ہو جاتا۔ اور وہ پرچم زہراءؑ فرزند زہراءؑ کے ذریعے دوبارہ نصب ہو جاتا لیکن ان عورتوں نے یہ تاریخی جرم انجام دیا۔ کربلا کی شہادت کی ذمہ دار، سرِ حسینؑ نیزہ پہ جانے اور زہراء سلام اللہ علیہا کی بیٹیوں کا کوفہ وشام کے بازاروں میں آنے کا سبب یہ عورتیں بنیں۔ جنہوں نے یہ جرم انجام دیا اور اپنے مردوں کے ساتھ ہمدردی دکھائی، اپنے گھر، شوہر، بھائی، بیٹا تو بچا لیا لیکن زہراء سلام اللہ علیہا کی اولاد کو قتل کروا دیا۔ خود تو اپنے مردوں کو لے کر گھروں میں چلی گئیں لیکن اسی بازار میں زہراء سلام اللہ علیہا کی بیٹیاں اسیر ہو کر آئیں۔

بازار کوفہ میں اوجِ عزم زینبی سلام اللہ علیہا

جب جناب سیدہ ثانی الزہراء سلام اللہ علیہا کوفہ کے بازار میں اسیر ہو کر تشریف لائیں تو یہی عورتیں تماشا دیکھنے کے لئے آئیں، یہی جو شوہروں، بھائیوں اور بیٹوں کو شیطانی حربے استعمال کر کے نکال کے لے گئی تھیں۔ آپ نے سنا ہوا ہے بنت زہرا کربلا سے کوفہ اسیر خستہ اور تھکی ہوئی تھی اور کربلا سے پھر کوفہ تک جس عالم میں بازار میں آئیں اب وہ سارے مناظر دیکھے جو ہر قدم پہ انسان کا حوصلہ توڑ دیتے ہیں جب کسی بہت بلند مرتبہ ہستی کے ساتھ گھٹیا سلوک کیا جائے تو اسکی شخصیت اور ٹوٹ جاتی ہے اور وہ متاثر ہوتی ہے اور بی بی کے ساتھ تو قدم قدم پہ یہ کام کرتے رہے۔ آپ کے زمانے کے معمولی بازار جیسا نہیں تھا بلکہ بازار میں لانے سے پہلے انہوں نے قافلہ رکوایا تاکہ بازار تیار کیا جا سکے تاریخ میں لکھا ہوا ہے کہ جب قافلہ دوبارہ چلنے کے لئے تیار ہوا اور سید سجاد بیبیوں کو سوار

کر رہے تھے تو تدریجاً جناب سید ساجدینؑ کے چہرے کی رنگت بدلتی جا رہی تھی جنابِ ثانی زہراء کی نگاہیں، جنابِ سید ساجدین علیہ السلام کے چہرے پر ہی تھیں۔ جب سب کو سوار کر لیا اور جنابِ ثانی زہراء سوار ہونے کے لئے آئیں تو امامِ سید ساجدین علیہ السلام طوق والی گردن کے ساتھ آگے بڑھے، کندھا پیش کیا کہ بی بی محمل کے اوپر بیٹھ جائیں اور نگاہیں بی بی کے چہرے پر تھی بی بی نے پوچھا کہ "بیٹا سجاد چہرے کی رنگت اس قدر پریشان کیوں ہو رہی ہے؟ کیا ہو گیا یہ حالت کربلا میں بھی نہیں دیکھی تھی" جنابِ سید الساجدینؑ ضبط نہ کر سکے اب یہاں پر ضبط ختم ہو گیا اور فریاد نکلی، اتنی دکھ بھری فریاد کی کہ بی بی نے سید الساجدینؑ کو گلے لگا لیا اور پوچھنے لگی بیٹا کیا کربلا یاد آ گیا ہے؟ کیا بابا یاد آ گئے ہیں؟ چچا عباسؑ یاد آ گئے ہیں؟ بھیا اکبرؑ یاد آ گئے ہیں؟ سید الساجدینؑ نے روتے ہوئے فرمایا پھوپھی اماں کربلا یاد نہیں آئی جہاں سے آئے ہیں وہ مقام یاد نہیں آیا بلکہ جہاں جانا ہے وہ یاد آ گیا ہے۔ اور فرمایا پھوپھی اماں انہوں نے ہمیں آرام کے لئے نہیں روکا ہوا تھا بلکہ اس لئے روکا تھا کہ بازار تیار کر لیں۔ اب بازار تیار ہو گیا ہے، بازار آمادہ ہے۔ بازار تماشائیوں سے تیار ہو گیا ہے۔ گلیوں، چھتوں پہ لوگ پتھروں سے جھولیاں بھر کے لوگ آ گئے ہیں اور شہر والوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ یزید کے باغی اور باغیوں کی خواتین آ رہی ہیں تو سارا مجمع لگ گیا ہے۔ اب میری پھوپھیوں کو ان بازاروں سے گزرنا ہو گا وہ بازار اگر کوفہ کے علاوہ کوئی اور شہر ہوتا تو شاید قلب سید السجاد علیہ السلام پہ اتنا اثر نہ ہوتا۔ وہ شہر تھا کہ جس میں ثانی زہراء سلام اللہ علیہا علی علیہ السلام کی بیٹی اپنے بابا کی حکومت میں رہ کے جا چکی تھیں۔ یہاں عزت سے وقت گزار کے جا چکی تھیں، ان لوگوں پہ امامت اور سرپرستی کر کے جا چکی تھیں۔

آج اسی شہر کے بازار میں اسیر ہو کر گزاری جا رہی ہے اور جب بازار میں پہنچی بی بیؑ نے سید الساجدین علیہ السلام کو تسلی دی کہ بیٹا تسلی رکھو بازار کی منزل میرے لئے چھوڑ دو، اب بازار کو دیکھ لوں گی۔ جب بازار آیا ایک دکھیا عورت اس طرح سے کیسے بول سکتی ہے جیسے بی بی نے فریاد کی، بازار میں شور، غل غپاڑا اور ہنگامہ ہوتا ہے جبکہ بی بی نے ندا دی ایک، دکھیا خاتون شور بھرے بازار میں اتنی اونچی آواز سے بولی کہ دشمن کے راویوں نے لکھا ہے کہ بازار میں سناٹا چھا گیا، خاموشی طاری ہو گئی۔ خطاب زینبؑ لہجہ علوی میں شروع ہوا اور جنابِ زینب سلام اللہ علیہا نے ان عورتوں اور کوفیوں کو خطاب کیا:

یَاأَهْلَ الْكُوفَةِ یَاأَهْلَ الْخَتْلِ وَ الْغَدْر

اے کوفیو! اے غداروں! اے مکارو!

چونکہ پہلے یہ سمجھ رہے تھے کہ باغی ہیں لیکن جب بیبیوں کو دیکھا پہچان گئے وہ عورتیں جانتی تھیں لہذا رو پڑیں جب ان کو روتا ہوا دیکھا تو بی بی طیش میں آگئیں یہ خطبہ دیا اور فرمایا:

أَتَبْكُونَ أَخِي (۱)

اے غداروں! اے مکارو! کیا تم میرے بھیا حسینؑ کو روتے ہو؟

تم یہ تو سوچو یہ حال ہمارا کس نے کیا ہے؟ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ یہ مفصل خطبہ خطبات زینبیہؑ میں ہے۔ اس کی تفصیل موجود ہے اگر یہ ناقص عورتیں نہ ہوتیں جو اٹھارہ ہزار کے لشکر کو منتشر نہ کرتیں اور حضرت مسلم کا ساتھ نہ چھڑواتی اور اپنی نادان کا اور حماقت کا ثبوت نہ دیتیں، یقین جان لیں اتنا ستم اولاد زہراءؑ پر نہ ڈھایا جاتا۔ وہ عورتیں مجرم ہے اور وہی اس ظلم کی ذمہ دار ہیں۔

اسوۂ طیبہ

اسوۂ طیبہ

زوجہ زہیر ابن قین کا کردار:

زہیر ابن قین امامؑ کے سیاسی مخالفین میں سے تھے۔ جب امامؑ نے زہیر کو بلایا تو انہوں نے آنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں مخالفین امام علیہ السلام میں سے ہوں۔ جب زوجہ زہیر ابن قین نے سنا تو آکر اپنے مرد کی سرزنش کی کہ زہیر تیرا اختلاف صحیح لیکن تجھے پتہ ہے تجھے کون بلا رہا ہے؟ تجھے زہراء سلام اللہ علیہا کا فرزند بلا رہا ہے تو مجھے کیوں شرمندہ کرتا ہے، فرزند زہراءؑ کے سامنے جا کر بات تو سن اگر پسند نہ آئے تو ساتھ نہ دینا انکار کر دینا لیکن بات سن جا کر یہ نامردی ہے اور بے غیرتی ہے کہ زہراء سلام اللہ علیہا کا لعل بلائے لیکن تو نہ جائے۔ پھر زہیر اختلاف

---

(۱) الإحتجاج علی أهل اللجاج (للطبرسي) ج ۱، ص ۳۰۴

رکھنے کے باوجود گئے روایات میں ہے کہ چند گھڑیاں امام علیہ السلام کے ساتھ رہے اور جب واپس آئے تو زہیر کی حالت بدلی ہوئی تھی اور آ کر اپنے قافلے کو کہا اپنا سامان الگ کرلو میرا سامان جدا کر دو۔ سامان جدا ہوگیا، اب اپنی زوجہ سے کہا کہ میں جس منزل کی طرف جا رہا ہوں معلوم نہیں کیا ہوگا؟ میں تجھے اپنا پابند نہیں رکھنا چاہتا تجھے آزاد کرتا ہوں۔ سارا مال بھی تجھے دیتا ہوں اور طلاق دیتا ہوں تاکہ تو آزادی سے اپنی زندگی بسر کرے میری اسیر نہ رہے زوجہ زہیر نے کہا کیا تجھے تیری منزل معلوم نہیں لیکن مجھے معلوم ہے کہ تو حسین کی رکاب میں شہید ہو جائے گا زہیر ایک شرط پہ تیری بات قبول کرتی ہوں کہ جب تو شہید ہو جائے اور بارگاہ سیدہ سلام اللہ علیہا میں پہنچے تو سیدہ سلام اللہ علیہا کو جا کر سلام کر کے کہنا کہ آپکی ایک کنیز آپکی شفاعت کے منتظر ہے۔ ایک یہ بی بی ہے جو ایک مخالف کو اٹھا کر موت کے میدان میں بھیج رہی ہے جبکہ ایک وہ نابکار عورتیں ہیں جو اٹھارہ ہزار کا لشکر منتشر کر کے گھروں میں لے گئیں یہ دونوں اسوے اور چہرے خواتین کے، ہیں ایک فاطمیؑ و زہرائیؑ اسوہ ہے اور ایک وہ اسوہ ہے جو جو طاغوت کے کام آتا ہے۔ ہر دور کے طاغوت نے خواتین سے استفادہ کیا ہے، طاغوت جس کی نگاہ عورتوں کے اوپر ہوتی ہے۔ اور طاغوت کا ایک بڑا لشکر عورتوں پر مشتمل ہوتا ہے جو کام مرد نہیں کر سکتے عورتوں سے کروالیا جاتا ہے۔

ناصراتِ دین اور جنابِ زہراء سلام اللہ علیہا کی امید

یہ تاریخ کی گواہیاں ہیں جو میں نے آپکی خدمت میں پیش کی ہیں۔ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کو اس دنیا سے گئے ہوئے چودہ سو سال ہو گئے ہیں جبکہ سیدہ سلام اللہ علیہا ناراض ہو کر گئیں اور اپنا آخری پیغام بھی انصار کی خواتین کو دیں کر گئیں ہیں۔ آج بھی زہراء سلام اللہ علیہا منتظر ہیں کہ کوئی ایسی نسل آئے گی جو پرچم ولایت اٹھا کر چودہ سو سال کا تلف شدہ حق زندہ کرے گی۔ میرا چودہ سو سال کا غصبی حق حاصل کرے گی سیدہ سلام اللہ علیہا کی نگاہیں عورتوں پہ ہیں۔ چونکہ آخری پیغام خواتین کو، نساء اسلام کو دے کر گئی ہیں اور درحقیقت ناصرات طلب کر رہی ہیں۔

خواہران! خواتین اسلام!

یہ اعزاز اپنے نام کروالیں تاکہ ان شرمندہ خواتین میں سے نہ ہوں، وہ قلب نازنین زہراء وہ پاکیزہ دل ناراحت ہے وہ دل ناراض ہے، اس کی رضا اسی چیز سے حاصل ہوتی ہے جس چیز سے ناراض ہوئی ہے، اسی چیز کے قیام سے وہ دل راضی ہوجائے گا، دل زہراء سلام اللہ علیہا راضی ہونا چاہیے، خواتین اپنا مقام و کردار سمجھیں۔

امّ الکتاب، مرکز امیدِ نساء العالمین الحمد اللہ آپ کے لئے میدان خداوند تبارک وتعالیٰ نے فراہم کیا ہے۔ میں خوش ہوں کہ آپ کے عہد میں اللہ تعالیٰ نے یہ میدان، یہ حوزہ مبارکہ اور خواتین کا مرکز بنوایا ہے ان شاء اللہ یہ پورے ملک کے اندر پھیلے گا۔ یہ سلسلہ، پھیلے گا یہ نہضت اور تحریک خواتین کی ان شا اللہ پھیلے گی یہ جامعہ جس میں آپ تشریف فرما ہیں یہ خواتین ہی نے شروع کیا ہے اسکی یہ بلڈ نگ جس میں آپ بیٹھیں ہوئی ہیں ایک محترمہ نے یہ پہلا قدم اٹھایا۔ جب ہم سنگ بنیاد رکھ رہے تھے اس وقت اس کے لئے کچھ بھی نہ تھا لیکن چونکہ ضروری تھا اس کو شروع کریں کہ باہر جو ہاسٹل بن رہا ہے اس کا ایک حصہ تکمیل ہوگیا ہے۔ دعا کریں ان شاء اللہ باقی حصہ عنقریب تکمیل ہو جائے گا۔ اور اگلا پروگرام آپکا ان شاء اللہ با قاعدہ اس سے زیادہ باشکوہ اور عظیم تر ہوگا، وہ ان شاء اللہ اس تیار عمارت کے اندر ہی ہوگا۔

یہ ناانصافی ہوگی کہ میں تاریخ کی خواتین کا ذکر کروں لیکن اس عہد میں جو وہی عزم، کردار اور اسوے ہیں انکا ذکر نہ کروں۔ یہ سال ۲۰۱۶ جو گزر رہا ہے اس میں، اس جامعہ امّ الکتاب اور عروۃ الوثقیٰ اور اسکا جتنا بھی مجموعاً کام ہو رہا ہے سب سے زیادہ تعاون کرنے والوں میں سے ایک محترمہ خاتون ہے۔ وہ بھی ابھی یہاں موجود ہے (چونکہ میں نے ان سے اجازت نہیں کی کہ ان کا نام بتاؤں یا نہ بتاؤ)۔ انھوں نے سب سے زیادہ تعاون کیا ہے شاید وہ مصلحت نہ سمجھتی ہو ان کا نام پیش کیا جائے کہ جنھوں نے آپ کے تصور سے زیادہ معاونت کی ہے بلکہ حتیٰ جو عظیم مسجد بن رہی ہے اس کے ساتھ بھی تعاون کیا ہے، رجب کا پروگام ان شاء اللہ مسجد کے اندر ہوگا جو تکمیل کر رہے ہیں ان شاء اللہ وقت پر تکمیل ہوگا۔ اس کی بھی آپ زیارت کریں گی اور مشاہدہ کریں گی۔ خواتین آج بھی بڑھ کر قدم اٹھا رہی ہیں اور اس سے بڑھ کر بھی اٹھا سکتی ہیں خواتین کے لئے پورے ملک کے اندر تعلیم وتربیت، کردارسازی اسوہ فاطمیؑ کے مطابق میدان آپ خواتین کے ہی ہاتھوں سے

ان شاءاللہ انجام پائے گا۔ یہ جو عمارت بن رہی ہے اس کا سنگ بنیاد بھی خواتین نے ہی رکھا ہے۔ وہ بزرگوار خاتون جنھوں نے قدم اٹھایا تھا وہ اس موقع پہ موجود تھیں بلکہ اس سنگ بنیاد کے پروگرام میں مرد شامل ہی نہیں تھے صرف خواتین شامل تھیں، الحمدللہ! آج اس شکل میں آپ اس کو مشاہدہ فرما رہی ہیں۔ یہ نمونہ اور امید کی کرن ہے خواتین کے عزم وارادے کی ایک علامت ہے ان کے لئے ایک میدان بھی ہے۔

قوموں کا عروج وزوال، خواتین کے مرہون منت میں نے پہلے بارہا عرض کیا ہے کہ جب قومیں فاسد ہوتیں ہیں تو خواتین کے ہاتھوں سے ہوتی ہیں اور جب ملتیں وامتیں تشکیل پاتیں اور عروج پہ جاتی ہیں تو بھی خواتین کے زریعہ ہی یہ کام ہوتا ہے۔ آج تک پاکستان میں خواتین کا کردار بلعموم میڈیا اور باقی میدانوں میں کیسا رہا ہے گھریلو زندگی، عام زندگی اور سماجی زندگی میں یہ قابل تحسین نہیں ہے۔ کچھ اختیار سے باہر ہے جو خواتین کے اوپر ٹھونسا گیا ہے جبکہ کچھ خواتین نے یہ کام رضا کارانہ قبول کیا اور اس سے باہر نہیں آئیں۔ اب اللہ کا ارادہ لگتا ہے کہ اس سرزمین پر خواتین کے عزم وحوصلے اور ان کے ہاتھوں سے اس مملکت کی تعمیر کا کام ان شاءاللہ آغاز ہو رہا ہے۔ میں نے بارہا مردوں کو بھی، خواتین کو بھی کہا ہے کہ آج کہیں بھی دنیا میں تشیع کے لیے قدم اٹھایا جاتا ہے یا کوئی حماسہ خلق ہوتا ہے تو پاکستانی ملت سب سے زیادہ خوش ہوتی ہے، واقعاً دل خوش ہوتے ہیں اگر ایران کوئی قدم اٹھائے پاکستانی ملت اور خصوصاً تشیع پاکستان دل وجان سے خوش ہوتے ہیں۔ لبنان کے اندر اگر کوئی انہیں کامیابی نصیب ہوتی ہے یا اگر وہ کوئی قدم اٹھائے تو تشیعِ پاکستان دل سے خوش ہوتے ہیں۔ عراق، باقی جگہوں پر جہاں پر بھی دنیا کے کسی حصے میں کسی مسلمان پر سنی، شیعہ یا کسی کے اوپر بھی کوئی اُفتاد آئے تو بلعموم پاکستانی وبلخصوص تشیعِ پاکستان ان کے لئے اظہار ہمدردی ودل سوزی کرتے ہیں۔ یہ دوسروں کی نسبت جذبات واحساسات ہیں کہ ان کے لئے سب کچھ پیش کرنے کے لئے تیار ہیں البتہ ایک قدم اٹھانا ہے اور وہ یہ کہ اب اس صورتحال کو بدلیں کہ عالمی سطح پر تشیع خواتین اور مرد بدل رہے ہیں، ہم فقط یہاں خوش ہوں اب حالات کا رخ پھیر دیں اور خواتین ومخدراتِ پاکستان، ملت پاکستان اور امت پاکستان، تشیع پاکستان اب ایسا قدم اٹھائے کہ عالمی تشیع بلکہ پورا عالم اسلام خوشی سے جھوم جائے اور یہ قدم آپ اٹھا سکتے ہیں۔

مجھے یہ یقین ہے کہ ان شاء اللہ جس دن آپ خواتین نے عزم کرلیا جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے عہد کرتے ہوئے آپ نے اپنا میدان سنبھالیا تو ان شاء اللہ اس دن پاکستان کی تقدیر بدلنے کا آغاز ہو جائے گا۔ اس دن وہ عزت و عظمت کا سفر شروع ہو جائے گا۔ اور جب کوئی قوم عزت کا راستہ اپنا لیتی ہے خدا اس قوم کو عزت کا مقام و نتیجہ ضرور عطا کرتا ہے۔ اور وہ دن دور نہیں ہے کہ ان شاء اللہ آپ جب پاکستان میں پوری ملت کے سامنے اسوہ حسنہ بن کر، کردار زہراء سلام اللہ علیہا اپنا کر بیداری کا عمل شروع کرتے ہوئے تعلیم و تربیت کے ذریعے سے اپنی اس قوم کو اس مقامِ عروج تک پہنچائیں جس کی یہ مستحق اور اس کے شایان شان ہے۔

فصل ششم:

عفت و حیائے فاطمی

معصومین علیہم السلام کی ولادت وشہادت کا فلسفہ

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا و دیگر معصومین علیہم السلام کی ولادت کے ایام ہوں یا شہادت وسوگواری کے دراصل یہ ایام، ایامِ عہد ہیں۔ ان ہستیوں کے ساتھ عہد کہ جنہیں اللہ نے ہماری ہدایت اور نجات کے لئے مقرر و منسوب فرمایا ہے۔ یہ اسوات طِیبہ وحسنہ بشریت کی نجات کے لئے درحقیقت الٰہی اہتمام ہے۔ اللہ نے بشریت کی نجات اور رہنمائی کے لئے آسمانی کتابیں نازل فرمائیں، رسل، انبیاء اور ائمہ علیہم السلام منسوب فرمائے اور علماء کو انکی نمائندگی دی۔ جو ایام ان معصوم ہستیوں سے منسوب ہیں یہ ایام ہدایت و ایام عہد ہیں تا کہ امت ان پیشواؤں اور ان اسوات کے ساتھ عہد کرے اور اپنے عہد کو دہرائے۔ خصوصاً اسوہ حسنہ اور اسوہ طیبہ حضرت سیدہ نساء العالمین سلام اللہ علیہا کہ جن کے بارے میں معصومین علیہم السلام کا فرمان ہے:

نَحنُ حُجَجُ اللّٰهِ عَلَى خَلقِهِ وَ جَدَّتُنَا فَاطِمَة حُجَّة اللّٰهِ عَلَينَا (۱)

ہم ائمہ لوگوں پر اللہ کی حجتیں ہیں اور ہماری ماں فاطمہ (س) ہمارے اوپر حجت ہیں۔

اللہ کی طرف سے ہم لوگوں کے لئے اسوہ اور حجت ہیں اور فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا ہم معصومین علیہم السلام کے لئے حجت و اسوہ ہیں۔ عموماً مومنین و مومنات ائمہ علیہم السلام کے بارے میں احساس عقیدت رکھتے ہیں اور ان میں عقیدت کی کمی نہیں ہے لیکن مقصد بعثتِ انبیاء ونسب ائمہ علیہم السلام ومقصدِ خلقت سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا ہمیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکرگزار ہونا چاہیئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے باب امامت سے متمسک لوگوں میں سے قرار دیا ہے لیکن اس باب کے اندر دخول اور استفادہ اور اس کے سایہ میں زندگی سے ہم محروم ہیں۔ باب امامت کے باہر عقیدت کے ساتھ دوزانوں ہو کر بیٹھے ہیں۔ باب علم نبی ہو، باب حکمت نبی ہو یا

---

(۱) امام حسن عسکری علیہ السلام، اطیب البیان، ج ۱۳، ص ۲۵۵

باب امامت ولایت ہو عقیدت کی بنا پر ہم اس باب پر حاضر ضرور ہیں لیکن اس کے ساتھ محروم بھی ہیں۔ چونکہ اس در کے اندر کوئی لے کر نہیں گیا اور ہم نے بھی اندر جانے کی ضرورت محسوس نہیں کی ہے۔

وادی طویٰ میں تجلیٔ نورِ خدا

جناب سید سلام اللہ علیہا تجلیٔ نورِ خدا ہیں اور ہم نے وادی طویٰ (ام الکتاب) میں اس تجلی نورِ خدا سے ایک اقتباس کرنا ہے۔ جس طرح اللہ نے قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کو تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اس واقعہ کے بیان میں یہ فرمایا:

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا اِنِّيْ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى....

جب اس نے آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے شاید کہ میں اس سے تمہارے پاس کوئی (قبس) چنگاری لاؤں یا وہاں کوئی رہبر پاؤں۔

جب موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس دس سالہ تربیتی دورہ مکمل کرنے کے بعد اپنے اہل و عیال کے ساتھ، اپنی قوم کی ہدایت کے لئے واپس مصر کی جانب تشریف لا رہے تھے، تو راستے میں رات کے عالم میں ایک نور پہاڑ کے اوپر مشاہدہ کیا اور اپنے اہل وعیال سے کہا کہ آپ یہاں رک جائیں، میں جا کر دیکھتا ہوں شاید اس نور کا ایک حصہ لاؤں اور یہاں پر ہم کھانے کے لئے کوئی چیز تیار کر لیں۔ اس نیت اور اظہار کے ساتھ اس نور کی طرف بڑھے جب قریب ہوئے تو آواز آئی:

...فَلَمَّا اَتَاهَا نُوْدِيَ يَا مُوْسٰى اِنِّيْ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى(۱)

(۱)سورۃ طٰہٰ آیات: ۱۰ تا ۱۲

پھر جب وہ اس کے پاس آئے تو آواز آئی کہ اے موسٰی ! میں تمہارا رب ہوں سو تم اپنی جوتیاں اتار دو، بے شک تم پاک وادی طوٰی میں ہو۔

اے موسیٰ! آپ وادی مقدس طویٰ میں آگئے ہیں اور یہ نور تیرا پروردگار ہے۔ یہ میری تجلی ہے جو تو نے دیکھی ہے پس موسی علیہ السلام نے اس وادی مقدس طویٰ سے اپنی امت کی ہدایت کے لیے تجلی نورِ خدا کا قبس لیا۔(اقتباس: اس سرخ کوئلے کو کہتے ہیں جو جلتی ہوئی آگ سے جدا کر کے دوسری جگہ آگ لگانے کے لیے لے جایا جاتا ہے)۔ام الکتاب بھی وادی مقدس طویٰ ہے، تمام امتِ مسلمہ اور بالخصوص پیروانِ زہراء سلام اللہ علیہا کو یہاں حاضر ہونا ہے اور اس نورِ فاطمی سلام اللہ علیہا سے اپنی قوم وملت کے لیے ھدایت کا قبس و اقتباس لے کر جانا ہے۔معصومین علیہم السلام سے صرف اپنی عقیدتوں کا اظہار کر دینا کافی نہیں ہے چونکہ ہم نے اپنے معاشرے میں لوگوں کو مزاروں اور درباروں پر صرف عقیدتوں کا اظہار کرتے ہی دیکھا ہے مثلاً دروازوں کو چومتے ہیں، چوکھٹوں کو چومتے ہیں، پیشانیاں ٹیکتے ہیں، دوزانوں ہو کر بیٹھتے ہیں اور جس طرح سے محروم آتے ہیں، اسی طرح اٹھ کے چلے جاتے ہیں۔ یہ اپنے جذبات کو ٹھنڈک پہنچاتے ہیں، اپنے دل کی آرزو پوری کرتے ہیں لیکن ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہوتا جیسے خالی ہاتھ آتے ہیں، ویسے ہی واپس چلے جاتے ہیں۔عقیدت کی مجلسیں ہوں، عقیدت کی محفلیں ہوں، عقیدت کے مزار ہوں، عقیدت کے پروگرام ہوں، عقیدت کے جشن ہوں، ان میں عقیدت مند عموماً محروم چلے جاتے ہیں لیکن جو نور خدا آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور نور خدا کی کشش انہیں وادی مقدس طویٰ میں کھینچ کر لے آتی ہے، یہی وہ افراد ہیں جو اپنی قوم کو کہہ کر جاتے ہیں کہ ہم وہاں سے نور کا ایک اقتباس لے کر آئیں گے۔

قبسِ نورِ فاطمی سلام اللہ علیہا

نور فاطمی کا ایک حصہ اقدار فاطمی ہیں وہ قدریں جو حضرت سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا نے اپنائی ہیں اور اپنی ذات کو ان قدروں سے تشکیل دیا ہے اور تشکیل دے کر امت کے سامنے پیش کیا ہے۔ دراصل یہ اسوہ، یہ

شخصیت اللہ تعالی نے سنواری ہے۔ روایات میں میلاد جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے بارے میں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا کہ ولادت حضرت زہراء سلام اللہ علیہا پر خدا نے جو سورہ (الکوثر) اتارا ہے، اس کو فقط پڑھنے پر اکتفاء نہیں کرنا بلکہ اس کو لکھیں اور کعبہ کی دیوار پر آویزاں کر دیں۔ اس حکم کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعمیل اور اطاعت کی۔ درحقیقت یہ اللہ کا حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل امت کے لیے تھا کہ زہراء سلام اللہ علیہا کی ولادت کو اس طرح دنیا میں نمایاں کرنا ہے۔ روایات کے اندر اور تاریخ میں بھی تفصیل سے موجود ہے کہ یہ ہستی ولادت سے لے کر شہادت تک مسلسل ہر لحظہ اور ہر لمحہ بندگیٔ خدا میں رہی ہے۔ اللہ تعالی نے اس شخصیت کو انسانیت کے لیے ایک نورانی اسوہ بنایا ہے۔ اس لیے معصومین علیہم السلام اور امام عصر (عج) فرماتے ہیں کہ

وَفِي ابْنَةِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لِي أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی میرے لیے بہترین اسوہ ہیں۔

قرآنی مفاہیم سے دوری

اسوہ قرآنی لفظ ہے لیکن چونکہ ہماری ملت قرآنی معنی سے مانوس نہیں ہے، ہم کسی اور تہذیب کے پروردہ ہیں، کسی اور تعلیمی نظام کے تعلیم یافتہ ہیں، ہم نے لنڈا پہنا ہوا بھی ہے اور لنڈا سیکھا بھی ہے، لنڈے کی گفتگو سے زیادہ مانوس ہیں۔ لنڈا ان کپڑوں کو کہتے ہیں کہ جو کوئی اور قوم بناتی ہے، پہنتی ہے، پرانے کرتی ہے میلا کرتی ہے، پھر اتار کر کسی اور قوم کو دیتی ہے اور یہ قوم اپنی ضرورت اور شوق کے مطابق اُس قوم کا اترا ہوا لباس زیب تن کر کے فخریہ طور پر گھومتے ہیں کہ ہم بھی ترقی یافتہ لوگ ہیں، اس لباس کو لنڈا کہتے ہیں۔ لنڈا صرف کپڑوں اور جوتوں میں یہ منحصر نہیں ہے۔ بلکہ پاکستانی قوم کی ہر چیز لنڈے کی ہے۔ کسی قوم نے اپنا تعلیمی نظام پھینکا اور ہم نے لے لیا، ہماری قومی زبان اردو ہے لیکن کوئی بولنا پسند نہیں کرتا بلکہ ہر ایک فخریہ انداز میں انگلش زبان بولتا

(۱) الإحتجاج علی أهل اللجاج (للطبرسي)، ج۲، ص۴۶۷

ہے۔ہم لنڈا پسند،لنڈا پوش،لنڈا خواں،پڑھتے بھی لنڈے کی چیزیں ہیں اور بولتے بھی لنڈے کی زبان ہیں،اس لیے قرآن کی زبان سے آشنائی نہیں ہے،قرآن کب ہماری زندگیوں میں آئے گا؟ کب ہماری زبانوں پر آئے گا؟ جناب زہراء سلام اللہ علیہا کی تعلیمات کا نتیجہ یہ تھا کہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی کنیز عام لوگوں سے قرآنی زبان میں گفتگو کیا کرتی تھیں،اپنی روزمرہ کی ضروریات اور روزمرہ کے مکالمات،یہ ساری چیزیں قرآن کے لہجہ میں اور قرآن کی زبان میں پیش کیا کرتی تھیں کنیز آ کر کسی سے کچھ مانگتی تو قرآنی الفاظ استعمال کرتیں،کسی کو کوئی بات پیش کرتیں تو قرآنی زبان میں پیش کرتیں۔اس قدر کنیز جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو قرآن پر عبور حاصل تھا اور یہ سب عبور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے قرآن کے ساتھ انس کی وجہ سے تھا۔

فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی آرزوئیں

ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل امین ؑ نازل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا! اے جبرائیل آج کیا حکم لائے ہیں؟ تو جبرائیل ؑ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج رسالت مآب کے لئے کوئی پیغام نہیں لایا بلکہ آج اللہ نے حکم دیا ہے کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے پوچھیں اللہ سے کیا چاہتی ہیں؟ آج جو کچھ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا طلب کریں گی،اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول اور مستجاب فرمائے گا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو بلایا اور فرمایا کہ آپ سلام اللہ علیہا کی دعا اور آرزو کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل ؑ کو بھیجا ہے۔آپ تمنا کریں کیا چاہئے؟ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے تین آرزوئیں کیں!

۱: جب تک زندہ ہوں زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب رہے۔

۲: جب تک زندہ ہوں،آخری لحظے تک قرآن میری زبان پر رہے۔

۳: جب تک زندہ ہوں خدا کی راہ میں انفاق کرتی رہوں۔(۱)

---

(۱) مسند فاطمہ الزہراء،ص۱۶۱،حدیث ۹۳

اور ایسا ہی تھا جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کثرتِ مشغولیت کے باوجود تلاوت و قرآت قرآن میں مصروف رہتی تھیں۔ یہ مستمر اور مسلسل عمل تھا۔ صبح و شام جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی زبان پر جس نے بھی پہلی بات اور پہلا لفظ سنا وہ قرآن تھا، قرآن کی تلاوت کے بعد وہ کلام کرتیں اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اس کا جواب فرماتیں۔ کنیزانِ فاطمہ سلام اللہ علیہا اور پیروانِ فاطمہ سلام اللہ علیہا اس طرح سے ہونی چاہیئے ہم سب کو جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا سے بہت عقیدت ہے اور عقیدت کے علاوہ ہم آگے درِ ہدایت میں داخل نہیں ہوئے۔

اسوہ کا مفہوم

اسوہ اسے نہیں کہتے جس کے سامنے عقیدت کے اظہار کر کے اسے رخصت کر دیا جائے، پھر ہم اپنی زندگی کی طرف رخ موڑ لیں اور وہ اپنی زندگی میں چلا جائے۔ اسوہ کو انگلش میں رول ماڈل کہتے ہیں۔ یعنی ایسا نمونہ، ایسا ماڈل، جسے دیکھ کر دوسرے کوئی ادا، چال، عادت اور ڈھنگ اپنا لیں۔ میڈیا نے جتنی مسخ شدہ خواتین ہیں اور جن کو پستی میں مبتلا کیا ہے ان کا نام ہی ماڈل رکھا ہے، یعنی یہ ماڈل میڈیا نے بنائے ہیں، اگر کسی نے کپڑا بیچنا ہوتا ہے کسی عورت کو پہنا کر میڈیا میں پیش کیا جاتا ہے اور ساری مومن اور غیر مومن خواتین سردیوں، گرمیوں کے کپڑے، جوتے اس ماڈل کو دیکھ کر انتخاب کرتی ہیں۔ ہر وہ فرد جس سے آپ زندگی کی کوئی ادا اپنا لیں، کوئی چیز، کوئی نمونہ، کوئی ڈیزائن لیں، وہ آپ کا رول ماڈل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس لئے اپنی حکمت سے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کا رول ماڈل سنوارا تاکہ یہ جو امت ہے، جس نے کسی نہ کسی کو اپنانا ہے، کہیں گمراہ رول ماڈل کے پیچھے نہ چل پڑے، اس لئے یہ نورانی اور پاکیزہ اسوہ مقرر کیا اس اسوہ سے ہم نے ایک اقتباس کرنا ہے، نور کا جلوہ ساری امت نے حاصل کرنا ہے۔

عفت و حیائے سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے متعلق جو سب سے زیادہ نمایاں وصف جس کی تمام علمائے تاریخ نے تصدیق و

تعریف کی ہے، چاہے وہ شیعہ ہو یا سنی یا تمام دیگر مسالک جہاں پر اتفاق کرتے ہیں وہ صفت اور وصف عفت وحیاء ہے۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا عفت اور حیاء کا پیکر ہیں، عفت وحیاء کا مجسمہ و مرقع ہیں۔ ان دو لفظوں کو سمجھنا ضروری ہے، جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کا نام سنتے ہی سب سے پہلی چیز جو ذہن میں جلوہ کرتی ہے، وہ حیاء اور عفت ہے۔ سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا عفت وحیاء میں نمونہ اور اسوہ ہیں سیدہ سلام اللہ علیہا کی نورانی تجلی سے ہم نے جو اقتباس لینا، وہ عفت وحیاء ہے۔ عفت وحیاء کا الگ الگ معنیٰ ہے لیکن عموماً اردو میں ان کو ملا کر بیان کیا جاتا ہے اور ایسے استعمال ہوتے ہیں کہ جیسا دونوں کا ایک ہی معنیٰ ہو۔ حالانکہ عفت وحیاء الگ الگ صفات کا نام ہے۔ اقدارِ فاطمیہ سلام اللہ علیہا میں سے ایک نورانی قدر جو اس بی بی سلام اللہ علیہا کی ذات کا ایک حصہ ہے وہ حیائے فاطمیؑ ہے۔

عفت کا معنیٰ

عفت رکنے کو کہتے ہیں، یعنی چلتا ہوا انسان رک جائے یہ عفت ہے لیکن قدموں سے چلتے ہوئے رک جانے کو عفت نہیں کہتے، بلکہ خواہشات کو روکنا عفت ہے۔ انسان کے اندر جب کوئی خواہش، آرزو اور تمنا پیدا ہوتی ہے مثلاً کبھی کھانے کو، کبھی کہنے کو، کبھی سننے کو، کبھی بولنے کو، کبھی دیکھنے کو، کبھی کہیں جانے کو اور کہیں گھومنے کو، یا کچھ خریدنے کو دل کر رہا ہوتا ہے، تو اس کو چاہیے کہ ان خواہشات کو عفت کے ذریعہ روک دے اور لب پہ نہ آنے دے۔ عفیف اس انسان کو کہتے ہیں جس نے اپنی خواہش کو روک لیا ہو، خواہش کے لئے ارادہ نہیں کرنا پڑتا بلکہ یہ بغیر ارادے کے انسان کے اندر پیدا ہوتی ہیں لیکن ان کا اظہار اور طلب ارادے سے ہوتا ہے۔ حیاء کا ایک میدان یہ ہے کہ خواہشات کو قابو میں رکھو۔ اگر خواہشات عفت کے ذریعہ قابو میں نہ آئیں تو ساری زندگی خواہشات کی تکمیل میں لگ جائے گی۔ جس طرح آج مغربی تہذیب جو تمام مردوں وخواتین اور ایک مومن معاشرے کے لئے سب سے بڑی آفت ہے، یہ بے حیاء و بے شرم تہذیب ہے، کیونکہ اس کا سارا محور خواہشات کی تکمیل ہے اور خواہشات انسان کے اندر ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے، خواہشات ایک دلدل ہیں اور اس دلدل میں جو انسان کود جائے، وہ کبھی باہر نہیں آسکتا جن خاندانوں کے اندر خواہشات کا ماحول زیادہ ہے، وہ تباہ،

نابود اور غرق ہیں اور جو ملت فقط خواہشات کی تکمیل میں لگ جائے وہ بھی نابود ہو جاتی ہے۔

عفت کے ذریعہ نفسِ امارہ کو روکنا

انسان کے اندر خواہشوں کی پیدائش کا ایک منبع ہے جو روکتا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اسے روک سکتا ہے، یہ منبع ہمیشہ فعال رہتا ہے اور اس کا نام نفس ہے خصوصاً نفس امارہ، نفس اِمارہ قرآن کی اصطلاح ہے، انسان کے اندر ایک نفس ہے جو اس کو امر کرتا ہے اور حکم دیتا ہے۔ اسے امارہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ تھوڑے حکم نہیں دیتا بلکہ بہت زیادہ حکم دیتا ہے۔ یہ کبھی قانع نہیں ہوتا، نفس امارہ کبھی شکریہ ادا نہیں کرتا کہ آپ نے میری ساری خواہشیں پوری کر دی ہیں، اب میں کچھ بھی نہیں مانگوں گا، ایسا نہیں ہے، بلکہ ہر لحہ اس کی کوئی نئی خواہش اور تمنا پیدا ہوتی ہے۔ نفس اِمارہ کی خواہش کو روکنا عفت کہلاتا ہے۔ یہ ایک طرح کی بریک ہے، جیسے گاڑیوں میں بریک لگی ہوتی ہے، جب گاڑی اترائی میں جاتی ہے، یا ٹکرانے لگتی ہے تو ڈرائیور فوراً بریک لگاتا ہے، گاڑی رک جاتی ہے اور گاڑی میں موجود افراد، ڈرائیور، خود گاڑی اور ارد گرد کے سب لوگ بھی اس حادثے سے محفوظ رہتے ہیں۔ اسی طرح نفس کے اندر صفتِ عفت کا ہونا ضروری ہے۔ عام طور پر ہر نفس کے اندر خواہش ہوتی ہے لیکن جو انسان کو خود نفس میں اضافہ کرنا ہے وہ عفت ہے، یعنی خواہش اٹھی ضرور ہے لیکن میں نے اس پر عمل نہیں کرنا، میں نے اس کا اظہار نہیں کرنا یہ ہمیشہ دل میں رہے گی، لب پر نہیں آئے گی، جس کے اندر یہ صلاحیت موجود ہو اسے عفیف اور باعفت انسان کہتے ہیں۔ ایک روز جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کیا:

يَا أَبَا الْحَسَنِ إِنِّي لَأَسْتَحْيِي مِنْ إِلَهِي أَنْ تُكَلِّفَ نَفْسَكَ مَا لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ (۱)

اے علی! مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ آپ سے ایسی چیز کی فرمائش کروں جو آپ کی قدرت سے باہر ہے۔

---

(۱) بحار الأنوار (ط-بیروت) ج۴۳، ص ۵۹

یہ عفتِ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا ہے کہ اگر خواہش ہے بھی تو ادا نہیں کرنی۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا عفیف ہستی ہیں۔

حیاء کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

حیاء کا متبادل لفظ اردو میں شرم ہے۔شرم دراصل فارسی لفظ ہے اردو کا اپنا نہیں ہے، حیاء عربی کا لفظ ہے اور شرم فارسی کا۔شرم وحیاء اس ملک میں کم آئی ہے، چونکہ الفاظ بھی اپنے نہیں بلکہ دوسری زبانوں کے ہیں۔حیاء کا معنی حیات ہے، حیاء اور حیات ایک ہی خاندان سے ہے، یعنی ایک ہی لفظ ہے اور اس کی دو شکلیں ہیں، ایک حیات ہے (زندگی) اور دوسرا حیاء ہے (شرم)، حیاء اور حیات دونوں ایک احساس کا نام ہے انسان یا کسی اور مخلوق کے اندر اگر احساس آجائے تو اس کو حیات کہتے ہیں اور یہ احساس اگر ایک خاص قسم کا ہو تو اسے حیاء کہتے ہیں۔یعنی حیاء اس احساس کو کہتے ہیں کہ جس کے نتیجے میں پھیلی ہوئی چیز یا انسان سمٹ جاتا ہے مثلاً اگر انسان تھکاوٹ یا کسی اور وجہ سے پاؤں پھیلا کر بیٹھتا ہے، تو جونہی کمرے میں کوئی اور آتا ہے تو یہ جلدی سے پاؤں سمیٹ لیتا ہے اور سکڑ جاتا ہے۔اس احساس کو کہ جو سبب بنتا ہے کہ انسان سمٹ جائے سکڑ جائے عربی زبان میں اسکو حیاء کہتے ہیں۔

پس سکڑنے والا اور سمٹنے والا احساس حیاء کہلاتا ہے۔عربی زبان میں سانپ کو بھی حَیّ کہتے ہیں، یہ اس وجہ سے کہتے ہیں کیونکہ سانپ تمام جانداروں سے زیادہ حساس ہے، سب سے زیادہ قوی حس سانپ میں ہے۔سنتا نہیں ہے، آپ کے سامنے ایسے مناظر آتے ہیں کہ بعض سپیرے سانپ کے سامنے بین بجاتے ہیں۔محاورہ ہے: بھینس کے سامنے بین بجانا۔اس محاورے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے سامنے ایسی بات کر دینا جو اس کے پلے نہ پڑے۔بھینس کے سامنے بین بجانا اتنی بے وقوفی نہیں ہے جتنی سانپ کے سامنے بجانا بے وقوفی ہے کیونکہ بھینس کے بڑے بڑے کان ہیں اور بھینس باقاعدہ آواز سنتی ہے۔تنہا مخلوق جس کے کان نہیں ہیں اور وہ سن نہیں سکتا وہ سانپ ہے۔سب سے بڑی بے وقوفی وحماقت کا کام سانپ کے سامنے بین بجانا ہے، چونکہ اس کے کان ہی نہیں

ہوتے سانپ کان کا کام جو اس کے بدن پر بند بنے ہوئے ہوتے ہیں ان سے لیتا ہے۔ سانپ کو آہٹ محسوس ہوتی ہے، جب کوئی بولے یا چلے تو آہٹ محسوس کر لیتا ہے۔ سپیرا جب اپنے تھیلے سے سانپ نکالتا ہے اور بین بجاتا ہے پھر ساتھ سانپ کو تھپڑ بھی مارتا ہے، وہ اس تھپڑ کی وجہ سے اٹھ کر کھڑا ہوتا ہے نہ کہ بین کی وجہ سے ہیں۔ سانپ کا سارا وجود زمین کے ساتھ مس ہوتا ہے، باقی جاندار ایسے نہیں ہیں، جیسے انسان کے پاؤں زمین سے مس ہوتے ہیں اور باقی سارا وجود پاؤں پر ہوتا ہے زمین سے مس نہیں ہوتا۔ باقی چوپائے بھی ایسے ہیں ان کے کُھر، ان کے پنجے زمین سے ٹکراتے ہیں اور باقی جثہ زمین سے علیحدہ ہوتا ہے لیکن سانپ کا سارا جسم زمین پر ہوتا ہے، کیونکہ اس کے سارے جسم پر حسیں موجود ہیں، جو آہٹ محسوس کرتی ہیں اور جونہی سانپ کو کوئی خطرہ محسوس ہوتا ہے، تو فوراً سمٹ جاتا اور اکٹھا ہو جاتا ہے، اس حس کی وجہ سے جو سکڑ جاتا ہے سمٹ جاتا ہے عرب اس کو حَیَّ کہتے ہیں۔ پس حیاء، حیات اور حی ایک ہی خاندان سے ہیں اور انکا معنی یہ ہے کہ ایسی احساس والی چیز جو سمیٹ دے۔ اسی لغوی معنی سے حیاء کا اصطلاحی معنی بھی نکلا ہے۔

حیاء کی حکمت

شرم و حیاء سکڑنے اور سمٹنے کا نام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے خصوصی لطف کے ساتھ انسانوں کے اندر مقرر فرمائی ہے، بلکہ ایک روایت میں ہے کہ خداوندِ متعال نے انسان کی ساری خوبیاں بنا کر ایک تھیلی کے اندر ڈالی ہیں اور وہ تھیلی بہت نازک ہے۔ بعض چیزیں ہوتی ہیں، جن کی پیکنگ بہت نازک چیز میں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر دو چیزیں بنائی ہیں ایک خوبیاں اور دوسرا برائیاں۔ خوبیاں ساری انسان کی لپیٹ کر ایک تھیلی کے اندر رکھ دی جس کا نام حیاء ہے۔ یعنی اچھائیاں حیاء کے پردے میں لپیٹ کر رکھ دی ہیں اور جب تک یہ پردہ اور حیاء باقی ہے، انسان کے اندر خوبیاں باقی ہیں۔ ممکن ہے ظاہر نہ ہوں کیونکہ خوبیوں کو ظاہر کرنا پڑتا ہے، پروان چڑھانا پڑتا ہے، تربیت کرنا پڑتی ہے۔ خوبیوں کا قانون بالکل بچوں کی طرح ہے جیسے بچہ بنتا ہے، پیدا ہوتا ہے، پھر اسے کھلانا، پلانا پڑتا ہے، اس کی پرورش کرنا پڑتی ہے، اسے پالنا پوسنا پڑتا ہے، خوبیاں بھی بچوں کی

طرح ہیں انہیں بھی اپنے اندر پالنا پڑتا ہے۔ ممکن ہے کسی انسان کے اندر خوبیاں ہوں لیکن اس نے پالی نہ ہوں، اسی طرح خام حالت میں بڑا ہو کر مرگیا لیکن ایک خوبی بھی اپنے اندر نہیں پال سکا۔ تمام خوبیاں اللہ نے اس حیاء کے پردے میں رکھ دی ہیں اور جب تک یہ حیاء کا پردہ محفوظ رہتا ہے، ساری خوبیاں انسان کے اندر رہتی ہیں، اس نے پالی ہیں تو بھی باقی رہتی ہیں اور اگر خام ہیں تو بھی باقی رہتی ہیں۔ لیکن اگر یہ شرم کا پردہ ٹوٹ جائے، پھر کوئی خوبی انسان کے اندر نہیں رہتی چونکہ خوبیوں کی جگہ اور ظرف انسان میں ہے۔ اس کی مثال معدے کی طرح ہے جیسے اگر معدے میں سوراخ ہو جائے کوئی چیز معدے میں رکے گی نہیں، دل میں سوراخ ہو جائے سارا خون نکل جائے گا، پھیپھڑے میں سوراخ ہو جائے آکسیجن ساری نکل جائے گی، ہر چیز کی اللہ تعالیٰ نے جگہ بنائی ہوئی ہے۔ ہم سانس لیتے ہیں ساری سانس پھیپھڑے میں، چلی جاتی ہے، خون بنتا ہے دل میں چلا جاتا ہے خوراک ڈالتے ہیں معدے میں چلی جاتی ہے اگر ان اعضاء میں زخم اور سوراخ ہو جائے وہ چیزیں اندر نہیں رہتی ہیں بلکہ رستی رہتی ہیں۔ اس طرح خوبیاں، اچھائیاں یہ انسان کے اندر تب تک ہیں جب تک حیاء باقی ہے۔ اگر حیاء چلی گئی تو کوئی خوبی انسان کے اندر نہیں رہ سکتی، ساری خوبیاں نکل جائیں گی اور ضائع ہو جائیں گی اور یہ انسان خوبیوں سے خالی ہو جائے گا۔ یہ محض ایک درندہ جانور بن جائے گا بلکہ قرآن نے فرمایا ہے کہ حیوان سے بھی بدتر ہو جائے گا۔

شرم وحیاء روایات کے اندر

شرم وحیاء اللہ کا اساسی و بنیادی لطف ہے حیاء کے بارے میں معصومین علیہم السلام سے فراوان احادیث منقول ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

اِنَّ الحَیاءَ مِنْ شَرَایِعِ الاِسْلَام(۱)

(۱) معجم کبیر، رقم ۱۰۵۰۶

حیاء، اسلام کی پہچان ہے اسلام کے قوعد وضوابط میں سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ ہر دین کی ایک پہچان اور شناختی علامت ہے جس سے وہ دین پہچانا جاتا ہے اور اسلام کی پہچان حیاء ہے، اسلام حیاء سے پہچانا جائے گا۔یعنی پہلی چیز جو دینی تعلیم وتربیت انسان کے اندر منتقل کرتی ہے، وہ حیاء ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی فرمانا ہے کہ

الْحَيَاءُ لَا يَاتِي اِلّا بِخَيْر (۱)

حیاء انسان کے اندر خوبی سے آتی ہے۔

یعنی خوبی اور حیاء کا آپس میں رشتہ جوڑ دیا گیا ہے۔

الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ (۲)

حیاء سب کی سب خیر ہے اور خیر ساری حیاء کے اندر ہے۔

حیاء کے بارے میں امیر المومنین علیہ السلام کے کچھ فرمان مندرجہ ذیل ہیں:

أحسَنُ ملابِسِ الدّين الحياءُ (۳)

دین میں سب سے اچھا لباس حیاء کا لباس ہے۔

الْحَيَاءُ تَمَامُ الْكَرَمِ وَأَحْسَنُ الشِّيَم (۴)

حیاء سب سے اعلیٰ کرامت اور سب سے بڑی اچھائی ہے۔

الحَيَاءُ مِفْتَاحُ كُلِّ خَيْر (۵)

---

(۱) نهج الفصاحة، ح: ۱۴۲۷

(۲) معاني الأخبار ص ۴۰۹

(۳) غرر الحكم، ص ۲۵۶، ح ۵۴۴۱

(۴) غرر الحكم ودرر الكلم، ص: ۲۵۶، ح: ۵۴۳۷

(۵) غرر الحكم، ص: ۲۵۷، ح: ۵۴۵۳

ہر خوبی کی چابی حیاء ہے۔

وَالْحَيَاءُ سَبَبٌ إِلَى كُلِّ جَمِيلٍ (۱)

تمام خوبصورتی کا سبب حیاء ہے۔

یعنی سارا حسن و جمال، حیاء سے ہی پیدا ہوتا ہے۔

انسانی سرمایہ

انسانی سرمایہ

عموماً ہم حیاء کو جس سادہ تعلیم و سادہ انداز سے پیش کرتے ہیں اس میں حیاء کو صرف خواتین کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں کہ خواتین کو باحیاء ہونا چاہئے مردوں کے بارے میں بات نہیں کرتے ہیں جبکہ اللہ نے انسان کے لئے حیاء کو مقرر کیا ہے۔ایک روایت میں ہے کہ انسان اور جانور میں بنیادی فرق حیاء کا ہے کہ جانوروں کو جو چیز نہیں ملی اور وہ جانور ہی رہ گئے اور انسان جو جانور سے اوپر آ گیا اور جس کی وجہ سے اشرف بنا ہے وہ حیاء ہے یعنی روایت کا مضمون ہے کہ حیاء انسانی سرمایہ ہے۔حیاء خواتین کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، حیاء کے لئے مختلف امور اور مختلف شعبہ ہیں جن میں سے ایک حیاء ذاتی ونفسانی ہے۔

شرم وحیاء کے اظہار کا مقام

جہاں انسان اپنی ذات کے اندر اس احساس کو پاتا ہے کہ یہ منظر یہ شی یہ بات میری شان کے مطابق نہیں ہے میرے لائق نہیں ہے لھذا جس طرح کسی چیز کو دیکھ کر سمٹ جاتا ہے، سکڑ جاتا ہے اور اس کی طرف بڑھا ہوا ہاتھ پیچھے ہٹا لیتا ہے، اس کو حیاء کہتے ہیں۔مثلاً اگر ایک نگاہ اٹھ گئی ہے اور کسی ایسی جگہ جا پڑی ہے جہاں نگاہ کرنا آپ کی شخصیت کے شایانِ شان نہیں ہے، تو اپنی نگاہ کو سمیٹ لیں، آپ کی نگاہ واپس آئے اور آنکھیں جھکا لیں،

(۱) بحار الأنوار: ج۷۷، ص۲۱۱، ح۱

اور منہ موڑ لینا اور اُس جگہ کو ترک کر دینا یہ احساسِ حیاء ہے۔

جیسے آپ کسی ناگوار جگہ جائیں جہاں بد بو ہو، جہاں سے ہم سب اجتناب کرتے ہیں اور قریب نہیں جاتے، اگر کسی جگہ بدبودار پانی، نالی یا گٹر ہو اور وہاں ہمیں لے جایا جائے، تو جاتے ہی انسان کی ناک میں پہلا جونکا جو بدبو کا پڑتا ہے تو سب سے پہلے ہم ناک پر ہاتھ رکھتے ہیں، ناگواری کے، آثرات چہرے پر لاتے ہیں اور فوراً منہ موڑ لیتے ہیں اور اس جگہ کو ترک کر دیتے ہیں۔ یہ ناگوار بدبو کے احساس کا ردِعمل ہوتا ہے۔ لیکن جہاں بدمنظری ہو، بدنگاہی ہو وہاں ہم ایسا نہیں کرتے بعض اوقات بدبودار جگہ سے زیادہ بُرا منظر موجود ہوتا ہے اور ہماری نگاہیں اگر اس پر پڑ جائیں تو وہاں ہم نگاہ کو نہیں ہٹاتے ہیں، نہ منہ بناتے ہیں، نہ رخ پھیرتے ہیں اور نہ جگہ بدلتے ہیں، بلکہ لطف اندوز ہونا شروع ہوتے ہیں۔ حیاء یہ ہے کہ ہر وہ منظر اور ہر وہ شی جو ایک مومن کی پاکیزہ، مؤمنانہ اور نورانی شخصیت کے شایانِ شان نہیں ہے، اس منظر کو دیکھ کر دور ہو جائے، اجتناب کرے اور نگاہوں کو سمیٹ لے، یہ عمل شرم وحیاء کا اظہار ہے۔ بے حیائی انسان کے اندر موجود جنس مخالف کی طرف رجحان سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ انسان کے اندر موجود حیاء کو زیادہ نقصان پہنچاتا ہے۔ باحیاء کا پردہ نگاہوں سے، خیالات سے اور زبان سے ٹوٹ جاتا ہے۔ یعنی زبان سے خلافِ عفت بات کرنا خلافِ شخصیت بات کرنا، ناموزوں اور اخلاق سے گری ہوئی بات کرنا یہ باعث بنتا ہے کہ حیاء ختم ہو جائے اور نامحرم کو نگاہ کرنا یہ حیاء کے پردے کے لئے نقصان دہ تیر ہے۔ روایت میں ہے کہ ''نامحرم کی نگاہیں ایک دوسرے کی طرف یہ شیطان کی طرف سے تیر ہیں'' اور یہ نگاہیں جب پردہ چیر دیں تو اس کے بعد ساری خوبیاں اس انسان کے اندر سے رختِ سفر باندھ لیتی ہیں پھر خوبیوں سے خالی، بدفعل و بدعمل اور بدکردار انسان باقی رہ جاتا ہے۔ یعنی اگر حیاء انسان سے ختم ہو جائے تو ایک لاش اور گندگی کا ڈھیر پیچھے رہ جاتا ہے۔

حیاء کا سب سے بڑا میدان جو علمائے علمِ اخلاق نے بیان کیا ہے اور تذکروں میں زیادہ آتا ہے وہ صرف نامحرم کے درمیان حیاء ہے اور حیاء کو صرف اس ایک میدان میں محدود کرنے کی وجہ سے باقی میدانوں میں حیاء کو چھٹی دے دی گئی ہے۔ اگر اس میدان میں کوئی خلافِ عفت کام کرے یا بات کرے تو اسے کہتے ہیں

شرم کرو لیکن آج کل یہ کام بھی برا نہیں سمجھا جاتا؟ چونکہ حیاء مکمل طور پر معاشرے سے ختم ہوگئی ہے اور بے حیائی مکمل طور پر ہر شعبہ میں داخل ہوگئی ہے، حتیٰ ہمیں اس شعبہ میں بھی احساسِ حیاء نہیں ہوتا۔ احتیاط نہیں ہوتی جوان بچے، بچیاں گھروں کے اندر ہیں اور ان کے لئے کوئی پابندی نہیں، جشن اور فنکشن کے اندر، شادی بیاہ میں یا جب اجتماع ہوتے ہیں، وہاں پر آزادی سے آپس میں گھل مل جاتے ہیں اور خصوصاً موبائل اور سوشل میڈیا کے ذریعہ آپس میں روابط سے اس حیاء کی حساسیت بھی مکمل طور پر ختم ہوگئی ہے اور جو باقی میدان ہیں حیاء کے وہ شروع سے ہی آزاد ہیں ان میں حیاء کو ضروری ہی نہیں سمجھا گیا۔

یہ وہ زمانہ ہے جس میں حیاء اُٹھے گی ہے، روایت کے اندر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قوموں کو ہلاک کرتا ہے تو سب سے پہلی چیز جو اٹھاتا ہے وہ حیاء ہے، حیاء کے اٹھنے سے باقی سب خوبیاں اٹھ جاتی ہیں۔ پھر اس قوم کی ہلاکت اور تباہی کا وقت آجاتا ہے اور وہ قوم تباہ ہوجاتی ہے۔ فساد کے بعد پہلی چیز جو اٹھتی ہے، وہ حیاء ہے اور متأسفانہ ہم اپنے معاشرے کے اندر محسوس کرسکتے ہیں کہ حیاء اس معاشرے سے اٹھتی جارہی ہے۔ اب باقی ماندہ جو کچھ ہے، وہ حیاء کے بغیر ہے، حیاء کے باقی تمام شعبے خالی چھوڑ دیئے ہیں حتیٰ کتابوں کے اندر بھی ذکرِ حیاء نہیں ہے۔

حیاء ہر میدان کا تقاضا

ہمارے پاس حضرت زہراء سلام اللہ علیہا جیسا نورانی اسوہ اور جلوۂ خدا موجود ہے، یہ تجلیِ نورِ خدا ہیں۔ خدا نے ہمیں یہ منبعِ معروف عطا کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا کہ

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ (۱)

ظاہر ہے کہ کوثر اللہ نے عطا کی اور کہا کہ امت اس کوثر کی پیروی کرے نہ کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

(۱) سورۃ الکوثر، آیت: ۰۱

پیروی کریں۔قرآن کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے لئے نہیں بلکہ تمام لوگوں کی ہدایت کے لئے۔رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو کچھ نازل ہوا اور عطا ہوا وہ امت کے لئے تھا۔ یہ کوثر بھی امت کے لئے اللہ نے عطا فرمائی ہیں کہ اے رسول! ہم نے آپ کو کتاب عطا کی، تا کہ آپ لوگوں کو گمراہی اور تاریکی سے نجات دیں اور کوثر عطا کی تا کہ یہ خیر اور نجات کا منبع بھی امت کے ہاتھ میں رہے۔

جس قوم کے پاس فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کا اسوہ موجود ہو اس قوم کا حق یہ نہیں ہے جہاں پر آج یہ ملت کھڑی ہے۔ جس قوم کا سرمایہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا ہیں، جس قوم کا سرمایہ سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا ہیں، جس قوم میں اللہ نے کوثر خلق فرمائی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ احسان جتلایا ہو کہ (اے رسولؐ ہم نے آپکو کوثر عطا کی ہے اور اب آپ خدا کی بندگی کریں اور خدا کی راہ میں قربانی کریں اور آپ دشمن کے شر سے مطمئن ہو جائیں، وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، دشمن آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا وہ دشمن ابتر و بے اساس و بے بنیاد و بے نسل ہے)۔جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا جیسا اسوہ موجود ہے اور جس قوم کے پاس یہ سرمایہ ہو اسے پست نہیں ہونا چاہئے، اسے بے اساس و بے بنیاد نہیں ہونا چاہئے۔مثلاً اگر کسی کو ماں باپ یا اولاد کی جائیداد سے وراثت میں کروڑوں روپے ملیں اور دس کروڑ جیب میں موجود ہوں اور کروڑوں روپے لے کر وہ پیٹ بھرنے کے لئے لوگوں کے گھروں میں جھانک رہا ہو کہ کسی کے ہاں اگر کھانا پکا ہوا ہے تو مجھے دے دے یا لباس کے لئے کسی چوکھٹ میں کھڑا ہو جائے کہ مجھے پہننے کے لئے کوئی لباس دے دے، یا گاڑی کے کرائے کے لئے ہر ایک کے سامنے ہاتھ پھیلائے کہ میں نے دور جانا ہے مجھے کرایہ دے دیں جبکہ اپنی دس کروڑ پڑا ہوا ہے اور اگر کوئی کھول کے بتائے کہ دس کروڑ آپ کی جیب میں ہے اور آپ کی یہ حالت ہے کہ آپ نے دستِ گدائی پھیلایا ہے۔آج یہ مثال عملی ہو رہی ہے کیونکہ ہمارے پاس صرف دس کروڑ نہیں بلکہ کوثر ہیں، ہمارا سرمایہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا ہیں۔

یہ سرمایہ تشیع و امت اسلامیہ کے پاس موجود ہے اور اتنا عظیم اسوہ اپنے پاس رکھتے ہوئے آج ذرا اپنی حالت دیکھیں، اپنے ملک، قوم، بچوں، جوانوں اور خواتین کا جائزہ لیں کہ دنیا کی بدترین قوم سے بھی بدتر حالت ہماری ہے، جبکہ دعویٰ یہ ہے کہ اللہ کا سب سے بڑا ذخیرہ یعنی کوثر اور خیر کا منبع ہمارے پاس موجود ہے۔ہمیں

احساس نہیں ہے کہ اللہ نے فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کی ہستی ہمیں دی ہے، ہم نے جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ عقیدت ضرور رکھی، ہم جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے لئے روئے ضرور ہیں لیکن حقیقتِ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے آگاہ نہیں ہیں۔ ہم عجیب قوم ہیں کہ ہم اپنے او پر بھی راضی نہیں ہیں، چونکہ ہمارا سارا وقت اپنی رنگت بدلنے میں گزرتا ہے، ہمارا سارا وقت اپنی شکل بدلنے میں گزرتا ہے، ہمارا سارا وقت جو اللہ نے بنایا ہے اسے تبدیل کرنے میں گزرتا ہے کیونکہ جو اللہ نے بنایا ہے وہ ہمیں پسند نہیں ہے، ہم اللہ کی خلقت پر راضی نہیں ہیں اور جو اللہ نے ہمارے لئے اسوے بنائے ہیں ہم ان پر بھی راضی نہیں ہیں۔ جو زہراء سلام اللہ علیہا اللہ نے بنائی ہیں ہم اس پر راضی نہیں ہیں اور خود سے ایک کوثر سلام اللہ علیہا بنانے میں مصروف ہیں، جو ہماری طرح اور ہماری خواہش وتمناؤں کے مطابق ہوں۔ ہم نے کیا بنایا ہے جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کو؟ ہم نے تصور کیا کہ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا وہ خاتون ہیں کہ جو اُس وقت راضی ہونگیں جب ہم چند بندوں پر لعن طعن کریں گے، ساری عمر سیدہ سلام اللہ علیہا نے لعن طعن سکھایا ہے کہ آپ لعنت کرتے رہو میں آپ سے بہت راضی ہوں۔ دوسرا کام ہم نے یہ تصور کیا ہے کہ بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ مجھ پر رو، گریہ کرو، میرے بچوں پر گریہ کرو میں تم سے راضی ہوں اور باقی ہم سے کسی چیز کا کوئی مطالبہ نہیں ہے جبکہ اللہ نے ان کو اسوہ بنایا، تمام خوبیوں کا مرقع بنایا اور اس پیکر کو ہمارے سامنے رکھا اور حکم دیا کہ اس کے مطابق بنو اور اس کے مطابق چلو، اللہ دنیا میں ہی تمہیں اسکا اجر دے گا۔

اس وقت جو ہماری حالت ہے، وہ اس اسوہ کی پیروی کا اجر نہیں ہے۔ جن کے پاس فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کا اسوہ ہے، اُن کی حکومت پوری دنیا پر ہونی چاہئے تھی، ان کا نظامِ تعلیم ساری دنیا کو پڑھنا چاہیئے تھا۔ نظامِ تعلیم ہمارا ہونا چاہیئے تھا، سکول سسٹم ہمارا ہونا چاہیئے تھا، سیاست و ہر چیز ہماری ہونی چاہیئے تھی۔ کیوں؟ اس لیے کہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا ہمارے پاس ہیں۔ ہم بی بی زہراء سلام اللہ علیہا سے بچے مانگتے ہیں اور سیدہ علیہا السلام سے بچے لے کر ان بچوں کو جس مکتب میں بھیجتے ہیں اور جو وہ اس مکتب میں بن رہے ہیں، ان کا بی بی زہراء سلام اللہ علیہا سے کیا تعلق ہے؟ وہ بی بی زہراء سلام اللہ علیہا کی راہ پر کیسے چلیں گے؟ ہم نے حیاء کو صرف نفسانی امور کے اندر منحصر کر دیا ہے لیکن در اصل حیاء احساس ہے، جو عورت میں بھی ہونا چاہیئے اور مرد میں بھی بلکہ ہر طبقے کے

اندر اس احساس کا ہونا ضروری ہے اور حیاء کا پیکر فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی رحلت کے بعد ساری امت جب ولایت سے دور ہوئی، تو فقط ایک ہستی نے قیام کیا اور وہ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا ہیں، بی بیؑ نے آواز اٹھائی اور ولایت کا دفاع کیا، ولایت کا حق جتلایا اور سب کو متوجہ کیا۔ جو خاموش رہنے والے تھے، جو لاتعلق تھے ان سب کی سرزنش وملامت اور مزمت کی۔ انکو جگایا اور بیدار کرنے کی کوشش کی اور آخر کار جب وہ نہیں متوجہ ہوئے اظہارِ ناراحتی اور اظہارِ ناراضگی کیا۔

کس چیز نے فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا سے یہ سب کچھ کروایا؟ وہ کیا راز تھا جو سیدہ سلام اللہ علیہا کے اندر موجود تھا؟ لیکن کسی اور نے محسوس نہیں کیا؟ وہ صرف حیاء تھی جس نے سیدہ سلام اللہ علیہا کو اٹھایا۔ شرم اور حیاء انسان کو صرف اخلاقیات کے میدان تک محدود نہیں رکھتی۔ ہم نے میدانِ حیاء خالی کیا تو اخلاقیات میں بھی حیاء کو نہیں سنبھال سکے۔ ہم نے حیاء کو صرف جنسی تمایل میں منحصر کر دیا ہے اور یہ کام دین کی تبلیغ کرنے والوں نے کیا، انہوں نے حیاء کو جنسی امور میں منحصر کیا کہ محرم اور نامحرم میں حیاء ہونی چاہیئے اور حیاء کے باقی میدان ذکر نہیں ہوئے، حیاء کو جب تذکروں میں، تعلیم میں، تبلیغ میں نہیں لائے نتیجہ یہ ہوا کہ عورت اور مرد میں بھی حیاء ختم ہوگی اور پھر کہیں بھی حیاء نہیں بچا سکے۔ حیاء کو محفوظ رکھنا ہے کہ حیاء کی بنیاد پر ساری عمارت تعمیر ہوگی، حیاء ایمان ہے۔ دین سارے کے سارا حیاء ہے۔

حیاء کے بغیر منافقانہ معاشرت

انسانیت حیاء سے قائم ہے لیکن ہم نے فہمِ دین میں یہ کوتاہی و ناسمجھی کی کہ حیاء کو فقط مرد اور عورت میں منحصر کر دیا کہ یہاں حیاء ہونی چاہیئے۔ لوگوں کے سامنے عورت مرد علیحدہ ہوتے ہیں لیکن خلوتوں میں الگ نہیں ہوتے مثلاً واٹس ایپ (whatsapp) فیس بک (face book) سوشل میڈیا پر الگ نہیں ہوتے کمروں کے اندر موقع مل جائے الگ نہیں ہوتے، باقی سب جگہوں پر مخلوط ہوتے ہیں لیکن بڑوں کے سامنے ریا کاری کرنے کے لئے الگ ہوجاتے ہیں۔ مثلاً ہم جو اولاد پالتے ہیں منافق پالتے ہیں اولاد کو منافق بنا دیتے ہیں

یعنی ماں باپ کے سامنے پاکیزہ، بالکل ٹھیک، صاف ستھرے لیکن باقیوں کے سامنے گندے اور بہت آلودہ، ہر گند ان کے ذہنوں اور موبائلوں میں بھرا ہوا ہے اور یہ گندگی ان کے ہر عمل کے اندر موجود ہے لیکن ماں باپ کے سامنے جب وہ آتے ہیں تو بہت باادب ہوتے ہیں۔ماں باپ کے سامنے نماز بھی پڑھ لیتے ہیں اور نگاہیں بھی جھکا لیتے ہیں یہ منافق اولاد ہے۔اولاد کو مومن بنائیں، مومن اولاد آپ کے سامنے بھی پاکیزہ رہتی ہے اور آپ کی غیر موجودگی میں بھی پاکیزہ رہتی ہے اور یہ کب ہوگا؟ ہم انسان اور مومن جوان بنانے میں کب کامیاب ہوں گے؟ ایسا نہیں کہ ہم اسلامی اقدار کو سمیٹ کر منحصر کر دیں صرف ایک طبقے کے اندر، ایک خاص ماحول کے اندر اور باقی سارا میدان ترک کر دیں اور تمنا رکھیں کہ عورت اور مرد آپس میں رابطہ کے لحاظ سے باحیاء ہوں گے۔

جب تک حیاء کا سایہ ہماری زندگی پر نہیں چھا جاتا اور جب تک ہم حیاء کے تمام پہلو اپنی زندگی کے ہر شعبے میں نہیں اپنا لیتے جنس مخالف کے ساتھ حیاء کبھی قائم نہیں ہوسکتی، یہ حیاء کے نام پر فقط منافقت ہوگی۔حیاء کو پوری زندگی کے لئے بنایا گیا ہے اور حیاء ہر طبقہ کے لئے ضروری ہے۔حکومت باحیاء ہو، حکمران باحیاء ہوں، علماء و سیاست دان باحیاء ہوں، تاجر اور قوم کی ہر صنف باحیاء ہو۔معلم اور ہر پڑھانے والا باحیاء ہو، طالبات اور طلّاب باحیاء ہوں، کاریگر، مزدور، ملازم سب باحیاء ہوں۔ہم نے ان شعبوں میں کبھی حیاء کا ذکر ہی نہیں سنا، کیونکہ کسی نے بتایا ہی نہیں کہ اسکول میں پڑھنے کے لئے بھی حیاء چاہیئے۔یوں نہیں کہ جب لڑکی، لڑکا ایک دوسرے کو دیکھنا چاہیں تو وہاں حیاء چاہیئے، بلکہ معلم اور شاگرد، دونوں کے اندر حیاء کا ہونا ضروری ہے اور یہ حیاء دیکھنے کے حوالے سے نہیں اور نہ ہی جنسی حیاء ہے، یہ علمی حیاء ہے۔آپ خوبصورت وحسین اور سر بہ فلک عمارتیں دیکھتے ہیں، یہ حُسن کیسے قائم ہوا؟ اس لئے کہ بنانے والا باحیاء تھا، اگر مستری، انجینئر، مزدور کے اندر اینٹیں لگاتے ہوئے حیاء نہ ہو کبھی بھی مضبوط اور خوبصورت عمارت قائم نہیں ہوسکتی۔یہ وہ حیاء نہیں ہے جو محرم اور نامحرم کے ساتھ چاہیئے، یہ صنعتی وطبقاتی حیاء ہے۔

حیاء کے بغیر منافقانہ معاشرت

حیاء وشرم کے مقامات

ا۔احساسِ ذمہ داری کا نہ ہونا:

حیاء اس احساس کو کہتے ہیں کہ جس کی وجہ سے انسان سمٹ جائے اور جب یہ کسی انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے، تو پھر یہ مجبور کرتا ہے کہ انسان اپنے اندر شرم محسوس کرے۔ اگر ایک مزدور نے اینٹ غلط لگائی ہے تو یہ احساس اس کے اندر پیدا ہونا چاہیئے کہ میں نے یہ کام غلط کیا ہے اور اس احساس سے سمٹ جائے۔ احساس شرمندگی کرے کہ میں نے معاوضہ لے کر غلط اینٹ لگائی ہے، یہی احساس حیاء ہے۔ گھر کے اندر گھریلو خاتون، مرد اور اولاد کے اندر حیاء ہونی چاہیئے۔ حیاء یعنی یہ میری ذمہ داری تھی، یہ کام مجھے کرنا چاہیئے تھا اور میں نے نہیں کیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جب تک عورت نامحرم مرد کے ساتھ بات نہ کرے حیاء نہیں ٹوٹتی، ایسا نہیں ہے، خواتین کی جو بھی ذمہ داریاں ہیں، مثلاً خاتون نے گھر سنبھالنا ہے اور صاف ستھرا رکھنا ہے لیکن صاف نہیں ہے اگر یہ احساس نہ ہو کہ گھر صاف نہیں ہے، یہ حیاء کی کمی ہے، یہ حیاء ہی ہے کہ جو خواتین سے اس کی ذمہ داریاں ادا کرواتی ہے۔

تعلیم وتربیت میں حیاء کا کردار

حیاء وہ احساس ہے جو اکساتا ہے، اٹھاتا ہے، جو چُبتا ہے، جیسے جب کوئی غلط کام کرتا ہے، تو سب کہتے ہیں کہ شرم نہیں آتی، مثلاً اگر کوئی چوری کرے اُسے کہتے ہیں شرم نہیں آئی، دیر سے کوئی آئے اسے کہتے ہیں شرم نہیں آتی، کوئی جھوٹ بولے اسے کہتے ہیں شرم نہیں آتی ٹھیک کہتے ہیں، کیونکہ انہی موقعوں پر شرم آنی چاہیئے۔ ہر فرد کے اندر شرم کا ہونا ضروری ہے۔ تعلیم وتربیت رٹا لگانا، طوطا بنانا نہیں ہے کہ ہم طوطا بنائیں رٹا لگوائیں کسی کو انگلش، کسی کو عربی سکھائیں، کسی کو فارسی، کسی کو صرف، نحو کسی کو، ریاضی (math) کیمسٹری اور کسی کو الجبرا پڑھا کر طوطا بنا دیں، امتحان پاس کروا دیں یہ نہ تعلیم ہے اور نہ ہی تربیت ہے۔

تعلیم وتربیت کیا ہے؟ تعلیم وتربیت یہ ہے کہ اس بچہ کے اندر یہ احساس زندہ کردو کہ زندگی میں مرنے تک جہاں بھی جائے، اپنی ذمہ داریاں پوری کرے اور جس دن ذمہ داریاں پوری نہ کرے تو اس کے

اندر شرم پیدا ہو اور یہ شرم اس سے ذمہ داری ادا کروائے کہ یہ میرا عہد اور ذمہ داری تھی جو میں نے پوری کرنی تھی۔ ہم عموماً تماشائی بن جاتے ہیں۔ تماشائی وہ ہے جو کچھ کرتا نہیں ہے بس دیکھتا رہتا ہے کوئی کام کر رہا ہے وہ چاہے اچھا ہو یا برا تماشائی بس دیکھتے رہتے ہیں۔

جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کو سب سے برا طبقہ تماشائیوں کا لگتا تھا اور سیدہ سلام اللہ علیہا ان سے سخت ناراض تھیں کیونکہ ان میں حیاء نہیں تھی۔ اگر حیاء ہوتی چپ نہ ہوتے، حیاء ہوتی تماشائی نہ ہوتے اور صرف کھڑے نہ رہتے۔ حیاء انسان کو میدان میں لے آتی ہے، اس حیاء اور شرم سے امت قائم رہتی ہے، اس حیاء سے امتوں کا نظام چلتا ہے۔ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے پیروکار اپنا جائزہ لیں، کسی بھی شعبہ کا جائزہ لیں، بعنوان ملتِ تشیع اپنا جائزہ لیں، بہ حیثیت قوم وملت اپنے سرمائے کا جائزہ لیں، پاکستان بننے کے بعد کیا ہوا؟ پاکستان کو بنے ہوئے ستر (۷۰) سال ہو گئے ہیں۔ ماضی کی ستر سالہ تاریخ کا جائزہ لیں اور پھر یہ دیکھیں کہ ان ستر سالوں میں آپ کے پاس قومی و ملکی سرمایہ کیا ہے؟ دوسری قومیں کہاں ہیں؟ اور شیعہ کہاں ہیں؟ اس وقت ہم کہاں کھڑے ہیں؟ تشیع کے پاس تعلیم اور تعلیمی مراکز حتیٰ دینی تعلیم جس پر کروڑوں روپے خرچ کیے جاتے ہیں، آج بھی اس ملت وقوم کو اپنے بچوں کو دینی، بنیادی وضروری تعلیم مثلاً وضو اور تیمم سکھانے کے لئے دوسرے ملکوں میں بھیجنا پڑتا ہے۔ یہیں پر کیا ہمیں شرم نہیں آنی چاہیئے؟ پورے ملک کا سروے کریں کیا بڑے تعلیمی مراکز ہیں؟ نہیں ہیں ہم دوسروں کے محتاج ہیں، یہیں پر ایک قوم کو شرم آنی چاہیئے، یہیں پر ندامت ہونی چاہیئے۔

غور کریں، دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے سرمایہ کیا دیا ہوا تھا؟ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا وہ ہستی، وہ تجلی خدا ونورِ خدا ہیں کہ جنہوں نے بہانہ نہیں کیا، اگر بہانہ کرنا چاہتیں تو بہانہ موجود تھا، بہانہ یہ تھا کہ قوم ساتھ نہیں دے رہی۔ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا تن وتنہا میدان میں آئیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جب دیکھا کی سایہ امامت اس قوم کے سر پر نہیں ہے، تو حیاء فقط جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا میں تھی اس لئے کہ فقط آواز فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا نے اٹھائی۔ آیا ہمیں یہ احساس ہے؟ ہم میں اور فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا میں نسبت ہی کیا ہے؟ ہم چودہ سو سال سے بغیر امامت کی زندگی پر راضی ہیں، ہم چودہ سو سال سے بغیر ولایت کے راضی ہیں۔ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا ایک دن

کے لئے بھی راضی نہیں تھیں، ایک رات نظام ولایت کے بغیر گزارنا فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کو قبول نہیں تھا۔

حیائے فاطمیہ سلام اللہ علیہا کی حقیقت

فاطمہ الزاہراء سلام اللہ علیہا کی حیاء اور شرم ہر شعبہ میں ہے جیسے سید سلام اللہ علیہا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف فرما تھیں اور ایک نابینا عصا ٹیکتا ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آرہا تھا، جب قریب آیا جناب سیدہ سلام اللہ علیہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محضر سے اٹھ کر اندر چلی گئی۔ نابینا آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا مدعا بیان کیا اور چلا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو دوبارہ طلب کیا اور پوچھا کہ جب نابینا آیا آپ کیوں چلی گئیں؟

بی بی سلام اللہ علیہا نے فرمایا وہ مرد تھا میں اس لئے چلی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، وہ تو نابینا تھا اس کی آنکھیں نہیں تھی؟

سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا، اس کی آنکھیں نہیں ہیں میری تو ہیں، میں تو نابینا نہیں ہوں میں دیکھ سکتی ہوں! اور دوسرا یہ کہ اس کی آنکھیں نہیں ہیں، اس کی ناک ہے جس سے وہ سونگھ سکتا ہے، اسے سونگھ کر احساس ہوجائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی اور بھی ہے اور میں نہیں چاہتی کہ نامحرم کے سامنے اتنا بھی اظہارِ وجود کروں۔

یہ شرم شخصی ہے۔ یہ نفسانی شرم ہے نابینا کے سامنے بھی اظہارِ وجود نہیں کیا اور ایک شرم مسجدِ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جانا اور خطبہ دینا ہے۔ ایک شرم ہے جو محضرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نابینا کے سامنے سے اٹھا کر حجرے میں بھیج دیتی ہے اور یہی شرم ہے جو حجرے میں بیٹھی فاطمہ سلام اللہ علیہا کو نکال کر مسجد میں بیٹھا دیتی ہے۔ یہ دونوں شرم اور حیاء ہیں، یہاں حیاء اور ہے اور وہاں حیاء اور ہے۔ یوں نہیں کہ جو حجرے میں بیٹھے ہیں یا جو گھروں میں جا بیٹھے ہیں وہ سارے باحیاء ہیں۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا عورت ہیں یہ عورت جو نابینا کے سامنے بیٹھنا پسند نہیں کرتیں، باہر مجمع میں آ کر خطبہ دے رہی ہیں۔

اب کوئی پوچھے نابینا سے بچ رہی ہیں لیکن مسجد میں تو سارے آنکھوں والے ہیں، ان کے سامنے کیوں خطبہ دے رہی ہیں؟

بی بی سلام اللہ علیہا فرمائیں گی یہ بھی حیاء ہے کہ کوئی نامحرم مرد وعورت کے بدن کی بو بھی نہ سونگھ سکے، اپنے آپ کو اتنا دور رکھو، نامحرم سے اپنے آپ کو بچاؤ اتنا بچاؤ کہ اپنے تن کی بو بھی نامحرم تک نہ پہنچاؤ۔ لیکن اس حیاء کے بعد جب دیکھو کہ تم موجود ہو اور تمہاری موجودگی میں اللہ کا دین نافذ نہیں ہو رہا، تو یہاں یہ نہیں کہ گھر میں جا کر گھس کے بیٹھ جاؤ اور کہو کہ ہم باحیاء خواتین ہیں، باحیاء مرد ہیں، ہم باحیاء علماء ہیں، ہم باحیاء مومن اور متدین ہیں، یہاں پر حیاء کا تقاضا یہ ہے اب باہر آجاؤ۔

ثانی زہراء سلام اللہ علیہا جنابِ زینب سلام اللہ علیہا کی طرح جو کہ والدہ بھی ہیں، بیٹی بھی ہیں اور ماں بھی، اس کے باوجود بھی امام حسین علیہ السلام سے جنابِ زینب سلام اللہ علیہا نے اصرار کیا کہ مجھے آپ کے ساتھ جانا ہے، اس قیام میں طاغوت کے خلاف، ظلم اور بے دینی کے خلاف مجھے آپ کے شانہ بشانہ قیام میں شریک ہونا ہے اور اصرار کر کے اجازت لی۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ شوہر سے اجازت لیں۔ بی بی سلام اللہ علیہا نے شوہر کو جا کر بتا دیا کہ اگر آپ نے روک دیا تو نہیں جاؤں گی لیکن میں امام حسین علیہ السلام کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ جنابِ زینب سلام اللہ علیہا کا یہ کہنا حیاء تھا، کربلا میں پہنچنا حیاء تھا۔ ورنہ بی بی سلام اللہ علیہا یہ کہہ سکتی تھیں کہ یہاں تو سارے نامحرم ہیں، سارے مرد ہیں، سارے دشمن ہیں، یہاں پر عورتوں کا کیا کام؟ میں جاتی ہوں گھر پر جا کر بچے سنبھالتی ہوں، اپنے شوہر کی خدمت کرتی ہوں، میرا کیا کام اس میدانِ جنگ میں؟ ہم سمجھتے ہیں حیاء والی خواتین وہ تھیں جو معرکہ کربلا میں گھروں میں بیٹھی رہیں اور نامحرم کے سامنے نہیں آئیں جبکہ نہیں ایسا نہیں ہے، جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا و جنابِ زینب سلام اللہ علیہا نے میدان میں آکر بتا دیا کہ جب دین کے اوپر آنچ آئے، جب امامت وولایت کے اوپر آنچ آئے، وہاں برقعہ اوڑھ کر گھر میں بیٹھ جانا بے حیائی ہے۔ جب قوموں کے اندر زوال آتا ہے تو آغاز بے حیائی سے ہوتا ہے۔ بے حیائی صرف پردے اتار دینا، چادریں اتار دینے میں منحصر نہیں ہے۔ چہ بسا چادریں اوڑھ لینا بھی بے حیائی کا نمونہ ہو۔

باحیاء خواتین کون ہیں؟

حیاء کو پہلے سمجھیں کہ ہر پردہ حیاء کی علامت نہیں ہوتا یہ حیاء کا ایک مرحلہ ہے کہ خواتین نامحرم سے دور رہیں، محفوظ رہیں، مستور رہیں یہ حیاء چھوٹا میدان ہے۔اس میدان میں اگر کوئی عورت اور مرد باحیاء نکل بھی آئیں تو انہیں حیاء اور شرم کا سرٹیفکیٹ نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ ابھی حیاء کے باقی میدان موجود ہیں تمام مستورات جو گھروں میں بیٹھیں ہوئی ہیں اور جنہوں نے نگاہیں جھکائی ہوئی ہیں اور لب بند کئے ہوئے ہیں، یہ سب حیاء کے زمرے میں نہیں آتیں، یہ ساری باحیاء نہیں ہیں۔اگر کوئی ملت باحیاء ہو اُس ملت میں حیاء کا پہلا اثر حیات ہے اور یہ زندہ ملت ہوتی ہے باحیاء ہی درحقیقت باحیات ہے۔جن چیزوں کے اوپر حیاء اور شرم آنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ انسان کو گناہ پر شرم آئے اور حیاء گناہ سے بچاتی ہے۔

ملتوں کی ہلاکت کی وجوہات

آپ اپنی قوم کا جائزہ لیں کہ صورتحال کیا بنی ہوئی ہے؟ تعلیم، معیشت، صنعت، زراعت کسی بھی پہلو سے جائزہ لیں، کسی بھی پہلو سے دیکھیں اس وقت حکمران، عوام نے ملکر جو حشر کیا ہے وہ عبرت ناک ہے۔اسلئے کہ سب خواہشات کی دلدل میں ڈوبے ہوئے ہیں، خواہشات کی تکمیل میں غرق ہیں ایسی صورتِ حال میں عفت کے ذریعہ سے ہی گناہ سے بچا جاسکتا ہے۔ہر عورت اور مرد کو چاہیے کہ عفت اختیار کریں اور سب عفیف ہوں۔روایات میں ہے کہ دو عمل ایسے ہیں جن میں انسان عفت سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ایک شکم اور لذت کی خواہشات اور دوسری شہوانی خواہشات۔جس قوم کے اندر دو چیزیں رائج اور عام ہوجائے وہ تباہ ہوجاتی ہے معصومین علیہم السلام اور ائمہ علیہم السلام کا قول ہے یہ دو حرام کام اگر کسی قوم کے اندر عام ہوجائیں تو اس کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہوجاتی ہیں۔

۱: لقمہ حرام

۲: نطفہ حرام

اور یہ دونوں عفت سے محفوظ رہیں گے۔عفت پرورش کا حصہ ہو۔گھروں میں مائیں عفت کا منبع

ہیں۔ماں کیوں اتنی عظیم اور ارجمند ہے؟ ماں کو کیوں اللہ نے اتنا عظیم درجہ عطا فرمایا ہے؟ اس لئے کہ ماں جو کچھ عطا کرتی ہے وہ ماں کے علاوہ کوئی اور عطا نہیں کرسکتا۔ماں زمین کے اوپر مظہرِ ربوبیتِ خدا ہے، ماں بچوں کے اندر عفت پیدا کرتی ہے، ماں کے وجود سے عفت پھوٹتی ہے، درحقیقت ماں اپنے خاندان اور اولاد کو عفیف بناتی ہے۔وہ ماں جو خود مجسمہ و پیکرِ عفت ہے اور نمونہ ہے فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کی زندگی کا اور جس نے بی بی سلام اللہ علیہا کی زندگی سے اقتباس لیا ہے اور اپنی شخصیت جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کی اقدار سے تشکیل دی ہے، اب وہی شخصیت اپنی اولاد میں منتقل کرتی ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے اتنا عظیم مقام ماں کا بنایا ہے۔مائیں انسانوں کو معراج تک پہنچاتیں ہیں۔مائیں اولاد کو معراج کرواتی ہیں، ماؤں کی مٹھی میں جنت اور دنیا کی کامیابی ہے۔ہر چیز اللہ نے ماں کے اختیار میں دی ہے اس لئے کہ یہ عفت کا منبع ہے۔عفت کو تعلیم و تربیت کا حصہ اور گھریلو ماحول کا ضابطہ بنانا ضروری۔

۲۔قومی غیرت:

جب ہم آپس میں بیٹھتے ہیں تو قومی، ملکی، دینی و مکتبی کمزوریاں دیکھتے ہیں اور ستر سال سے یہ کمزوریاں موجود ہیں، یہی پر حیاء انسان کے اندر پیدا ہو کہ اس زمانے میں ہم اتنے ضعیف کیوں ہیں؟ الحمد للہ آج پوری دنیا کے اندر تشیع عظمت پہ جا پہنچا ہے اور اس میں امام خمینی کی ذات کا بہت بڑا کردار ہے۔انہوں نے گمنام تشیع کو کہ جسے خود تشیع کے سرکردہ لوگوں نے اور دشمنوں نے گمنام رکھا ہوا تھا، امام خمینی نے اسے گمنامی سے نکال کر چمکتی ہوئی کہکشاں بنا دیا۔ساری دنیا امریکہ سے لرزتی ہے اور امریکہ سب سے زیادہ تشیع سے خوف زدہ ہے۔تشیع کی سرکوبی کے لئے عرب و عجم کو جمع کر رہا ہے، غرب اور شرق کے شیاطین کو اکٹھا کر کے تشیع کو سرکوب کرنا چاہتا ہے، یہ عظمتِ تشیع ہے، یہ سبق ہمیں کربلا سے ملا ہے تشیع نے عروج کا سفر شروع کر دیا ہے۔اب جائزہ لیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ کیا شرم نہیں آنی چاہیئے کہ پورے پاکستان کے اندر خواتین کے لئے تعلیمی مراکز نہیں ہیں؟

آپ سروے کریں کہ ان تعلیمی اداروں کا لیول کیا ہے؟ یہ اصل شرم کا مقام ہے۔ایک طنزیہ شاعر گزرے ہیں اردو کے نظیر اکبر الہ آبادی انہوں نے حیاء کے موضوع پر اردو طنزیہ شاعری کی ہے۔مرد یا عورتوں

میں اگر کسی کے اندر بھی شاعرانہ صلاحیت ہے وہ یہ کام ضرور کریں کہ اکبر الہ آبادی کے اس شعر کے ایک حصے کو موضوع قرار دے کر پوری نظم لکھیں اور وہ شعر یہ ہے:

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا

اکبر ان کا تخلص ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب چند بے پردہ بیبیوں کو دیکھا تو غیرت قِومی سے، شرم سے زمین میں گڑھ گیا۔ایسے ہی ہونا چاہیئے باشرم اور باحیاء انسان جب یہ مناظر دیکھتا ہے، تو وہ شرم کے مارے زمین میں گڑھ جاتا ہے۔

پوچھا جو میں نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

وہ مضمون یہ ہے **''اکبر زمین میں غیرت قومی سے گڑھ گیا''** چند بیبیاں دیکھ کر یہ شاعر غیرت سے زمین میں گڑھ گیا اور پورا ملک ویران دیکھ کر کوئی شخص کیوں غیرت قومی سے مر نہیں جاتا؟ کیوں کوئی شرم سار نہیں ہوتا؟ پورے ملک کے اندر خواتین کے لئے کوئی انتظام نہیں ہے، ایک ہسپتال بنا یا ڈسپنسری نما ہے اس کے اندر خواتین کے لئے علیحدہ سہولتیں بنائی اور مردوں کے لئے الگ۔ بلڈنگ ایک ہے لیکن دو حصوں پر مشتمل ہے، خواتین کو خواتین چیک کرتی ہیں ہر چیز دو، دو ہیں مثلاً آپریشن تھیٹر، ایمرجنسی وغیرہ۔سب نے اعتراض کیا کہ یہ کیا بدعت شروع کر دی ہے؟ اس زمانے میں تو مردوں کو عورتوں کا علاج اور عورتوں کو مردوں کا علاج کرنا چاہیئے۔ پورے ملک کے اندر عورتوں کے لئے علیحدہ ہسپتال نہیں ہے کیا مرنا نہیں چاہیئے؟ کیا شرم نہیں آنی چاہیئے؟ کیا صاحبانِ مال وثروت کو حیاء نہیں آنی چاہیئے؟ یہی شرم وحیاء کا مقام ہے کہ خواتین کی علیحدہ یونیورسٹی، کالج، دینی تعلیمی ادارے نہ ہوں اور خواتین کو نظر انداز کریں، پھر ان سے شرم وحیاء کی توقع بھی رکھیں۔

یہاں صرف خواتین کو ووٹ کے لئے رکھا ہے، یہ شرم کا مقام ہے، یہاں لیڈروں کو اور جن کے پاس قومی وسائل ہیں، قومی پیسہ ہے، جن کے پاس خمس جمع ہے، ان کو مر جانا چاہیئے کہ ہمارے پاس معاشرے میں

خواتین کے لئے نہ تعلیم کا انتظام ہے نہ تربیت، نہ علاج ومعالجہ کا انتظام ہے، نہ ہی کوئی اور دینی و دنیاوی انتظام ہے اور موچھیں رکھ کر گھوم رہے ہیں یہیں پر اکبر زمین میں غیرت قِومی سے گڑھ گیا۔ یہاں مقام ہے کہ ملت کا ہر غیور، غیرت قِومی سے زمین میں گڑھ جائے۔ کروڑوں کی تعداد میں ملت ہے لیکن اسکول نہیں ہیں۔ اسکول ہیں لیکن ایسے اسکول جو ہمارے بچوں کو بے دین بنا رہے ہیں، وہ اسکول جو اقبال کے بقول شاہین کے بچوں کو بکری بنا رہے ہیں، شیر کی نسل کو بکری کا درس دے رہے ہیں، وہ جو ممولے بنا رہے ہیں، وہ جو انہیں لیبر بنا رہے ہیں، مغربی سرمایہ داری اور چائنہ کے لئے مزدور تیار کر رہے ہیں۔

پاکستان میں شیعہ اثناء عشری اور شش امامی

فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے نام پر لی ہوئی نسل چائنہ کے لئے تیار کر رہے ہیں، یہاں پر اکبر غیرت قِومی سے زمین میں گڑھ گیا، یہاں غیرت مند چاہیئے، یہاں غیور انسان چاہیئے جو غیرت قِومی سے گڑھ کے مرجائے، یہاں اقدام اور حیاء کی ضرورت ہے۔ پورے پاکستان میں کوئٹہ سے کراچی اور کراچی سے پاراچنار تک دیکھیں کوئی ادارہ، کوئی انفراسٹرکچر، کوئی بنیاد نظر نہیں آتی ہے۔ نعروں میں ستر سال گزر گئے، یہ غیرتِ قومی کا مقام ہے۔ پاکستان میں بعض کمیونٹیز کے ہسپتال ہیں، جیسے کراچی میں آغا خان ہسپتال، پورے پاکستان میں مشہور ہے سب سے بڑا ہسپتال ہے اور سب کے لئے اس میں علاج کرانا فخر ہے، فخریہ طور پر بتاتے ہیں کہ آغا خان سے علاج کروایا ہے جو بیرونِ ملک نہیں جاسکتے وہ آغا خان میں جا کر علاج کرواتے ہیں۔ آغا خان میں علاج کروانا ایک اسٹیٹس ہے، ایک طبقاتی امتیاز سمجھا جاتا ہے۔ ایک بیماری ہمیں بھی آغا خان ہسپتال لے گئی جب ایڈمٹ ہوئے وہاں جا کر دیکھا بہت باشکوہ و باعظمت واعلیٰ انتظام و بہترین ہسپتال نظر آیا، یہ مارکیٹنگ نہیں ہو رہی ایک اہم مطلب آپ کی خدمت میں بیان کر رہا ہوں۔ وہاں جا کر جب بیڈ پہ لیٹا یا اور علاج شروع ہوا تو واقعاً وہی احساس جو اکبر الہ آبادی میں تھا وہی پیدا ہوا، اکبر زمیں میں غیرت قِومی سے گڑھ گیا کہ یہ اسماعیلی فرقہ پاکستان کے اندر شیعوں کی ایک چھوٹی سی شاخ ہے اور اس مقام پر پہنچ گیا ہے؟

یہ شش امامی ہیں اور چند لاکھ ہیں ان کے اپنے خاص عقائد ہیں یہ اپنے امام کے پیرو ہیں، رہتے پاکستان میں ہیں پیروی اپنی مخصوص امامت کی کرتے ہیں اور انہوں نے ہسپتال بنایا ہے جو پورے پاکستان کی ضرورت کو پوری کرتا ہے اور میں اثنا عشری ہوں اور ان کی ہسپتال میں علاج کروا رہا ہوں کیا میں اس بات پر فخر کروں؟ جبکہ شرم سے مرجانا چاہیئے کہ شیعوں کی ایک چھوٹی سی شاخ نے پاکستان کے اندر اتنا بڑا ہسپتال بنایا تو جو بڑی شاخ ہے اور تعداد میں پانچ کروڑ ہے ان کے پاس ڈسپنسری بھی نہیں ہے، یہاں پر غیرت قومی سے مرجانا چاہیئے، جہاں جا کر فخر کرتے ہیں کہ فلاں بڑی یونیورسٹی یا کالج میں اپنے بچے کا ایڈمیشن کروایا ہے وہی پر غیرت قومی سے مرجانا چاہیئے کیونکہ اپنا کچھ نہیں ہے۔ اگر فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا سے حیاء و شرم سیکھی ہوتی تو آج سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملت پاکستان اور شیعہ قوم ہوتی اور ابھی دیر نہیں ہوئی آج بھی اگر ملتِ پاکستان اور بالخصوص تشیع حضرت زہراء سلام اللہ علیہا سے حیاء لے لیں، وہ حیاء جو بی بی سلام اللہ علیہا کے اندر تھی کہ جو بی بی سلام اللہ علیہا کو نابینا سے دور بھی کرتی ہے اور بی بی سلام اللہ علیہا سے مسجد میں خطبہ بھی دلواتی ہے اور یہی حیاء جو بی بی سلام اللہ علیہا سے قیام بھی کرواتی ہے۔ اگر یہ حیاء ہماری ملت کے اندر پیدا ہو جائے تو (ان شاء اللہ) پاکستان کے ہر شہر کے اندر فخر کرنے کے لئے ہمارے پاس بہت کچھ ہوگا۔

حیائے فاطمیہ سلام اللہ علیہا ملتوں کا سرمایہ

خداوند متعال نے ہمیں حیاء فاطمیہ سلام اللہ علیہا جیسی نعمت عطا فرمائی ہے اور اس حیاء کے اندر ہی قومی ترقی ہے۔ یہ حکمران اور سیاستدان بے شرم و بے حیاء ہیں، ہمیں چاہیے کہ اس میڈیا اور سیاستدانوں سے اس طرح سے دور ہوں، جس طرح سیدہ سلام اللہ علیہا نابینا سے دور ہوئیں کہ اگر یہ نابینا ہے تو میں تو بینا ہوں، مجھے تو نظر آتا ہے، میں اس سے دور ہوتی ہوں، اس کے قریب نہیں ہوتی اور جس طرح بی بی سلام اللہ علیہا نے قہر کیا اور ناراض ہوئیں، ہم بھی دور ہو جائیں، ان دونوں سے بائیکاٹ کریں، یہ دونوں تباہی کی طرف لے کر جا رہے ہیں۔ ملتِ پاکستان توجہ کرے کہ جب سیاست کا رن پڑتا ہے اور یہ سیاسی ڈرامہ رچتا ہے۔ تو سب شیعہ، سنی کئی دلیلوں اور فتوؤں سے اس میں

شریک ہوتے ہیں اور پھر بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا کے نام پر ووٹ مانگتے ہیں، شرم وحیاء کی یہاں ضرورت ہے کہ ابھی جس سیاست دان کو چنا ہے، اس کی پچھلی شادی سات محرم کو ہوئی تھی اور تیسری شادی اس عورت کی عدت گزرنے سے پہلے ہوئی ہے، کسی شادی شدہ عورت کو کوئی مرد اگر جا کر شادی کی پیشکش کر دے یہ نہ صرف گناہ ہے بلکہ اس کی شریعت میں سزا بھی ہے یہ دونوں مجرم ہیں اور یہ کام آپ کے ملک میں ہوا ہے کہ شادی شدہ عورت کو جا کر شادی کی پیشکش کی اور اُس عورت نے بھی اپنے شوہر سے طلاق لی اور عدت گزرنے سے پہلے سیاست دان سے شادی کرلی اور وہ مولوی جس نے عدت میں نکاح پڑھایا پہلے نہیں پڑھ رہا تھا، کیونکہ عدت میں نکاح نہیں ہوتا لیکن سیاست دان نے سیاسی پڑی دی اس کو کہا کہ تجھے سینیٹر بنائیں گے اور پھر اس نے بھی نکاح پڑھا دیا۔ یہاں حیاء کی ضرورت ہے اور ہمیں چاہیے کہ ہر میدان میں فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کو یاد رکھیں۔ کیونکہ اگر صرف محرم اور نامحرم کے میدان میں حیاء قائم کرلی اور باقی قومی میدانوں میں حیاء قائم نہیں ہوئی تو ہم بے حیاء ہیں اور خدا جب حیاء اٹھاتا ہے تو پھر ملتیں تباہ ہو جاتی ہیں۔

حیائے فاطمیہ سلام اللہ علیہا وسیلۂ نجات

ہمیں اقدارِ فاطمیہ سلام اللہ علیہا کی ضرورت ہے اور اقدارِ فاطمیہ سلام اللہ علیہا میں سرِفہرست حیاءِ فاطمی سلام اللہ علیہا ہے۔ پاکستان کے ہر عالم دین کے اندر حیاء وشرمِ فاطمی سلام اللہ علیہا پیدا ہو کیونکہ جب یہ شرم پیدا ہوتی ہے، تو پھر ہی حق بیان ہوسکتا ہے۔ کیونکہ بی بی سلام اللہ علیہا جب مخالفین کی بھری محفل میں جا کر حق بیان کرسکتی ہیں تو یہ عالم اپنی قوم کے درمیان منبر پر حق کیوں نہیں بیان کرسکتا؟ یہ شرم کی کمی ہے کہ اپنی قوم میں حق بیان نہیں کرسکتا اور جس بی بیؑ کی پیروی کرتے ہیں وہ مخالفین کے سامنے حق بیان کرتی ہیں اور تنہا ہیں کوئی لشکر ساتھ نہیں ہے کنیز کو ساتھ لے کر گئیں اور حق بیان کیا۔ یہ حیاء قوموں کا سرمایہ اور خزانہ کوثر ہے۔ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا اسوہ ہوتے ہوئے ذلت کسی قوم کو جچتی نہیں ہے، محرومیت اور تماشائی بننا جچتا نہیں ہے، کیا آج ہمارے پاس بی بی سلام اللہ علیہا کو دیکھانے کے لئے کچھ ہے؟ تاکہ سیدہ سلام اللہ علیہا کی بارگاہ میں جا کر کہہ سکیں کہ "اے بی بی سلام اللہ علیہا آپ تو چند شب ولایت وامامت

سے محرومی کو برداشت نہیں کر سکیں" اور ہم نے تو یہ محرومی وراثت میں لی ہے ابھی ہم صرف بی بی سلام اللہ علیہا کے لئے روتے ہیں کیونکہ ہم یہ سمجھ بیٹھیں کہ سیدہ کے نزدیک ان پر اور انکی اولاد پر رونے والی قوم بہت اچھی ہے۔ ہم نے حقیقتِ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کو نہیں سمجھا اور خود (نعوذ باللہ) بی بی سلام اللہ علیہا کی ایک تصویر بنالی ہے کہ ایک خاتون جس کو جائیداد چھننے پر بہت غصہ آیا ہو اور اسی کھجوروں کے باغ کے غم کو لے کر دنیا سے چلی گئیں۔ جبکہ حقیقتِ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا یہ نہیں ہے جو ہم نے بی بی سلام اللہ علیہا کی تصویر بنائی ہے۔

فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا حیاء کا منبع ہیں، فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا باعفت قوم کا منبع ہے۔ جس قوم کے پاس یہ سرمایہ ہے وہ کبھی بھی ذلیل نہیں ہو سکتی۔ ہم اگر شرمِ فاطمی سلام اللہ علیہا کا احساس کریں کہ یہ احساس بہت ضروری ہے، اس فکر کی ترویج بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ پاکستان کے ہر فرد کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنی پسماندگی پر شرم آنی چاہیئے، اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑھ گیا اگر حیاء فاطمی سلام اللہ علیہا ہر قوم کے پسماندہ فرد کے اندر پیدا ہو تو ایکسویں صدی میں کہ جہاں پر محروم ترین قومیں ترقی کرگئی ہیں اور بہت آگے پہنچ گئی ہیں لیکن ہم اپنی ابتدائی ضروریات سے بھی محروم ہیں۔ ہے کوئی جو، ان جوانوں کی بدتہذیبی کی حالت دیکھ کر غیرت قومی سے زمیں میں گڑھ جائے؟ کسی کو افسوس ہوتا ہے؟ جب جوان بچوں کو آوارگی کی حالت میں تعلیم سے بیزار، فسق وفجور میں مبتلا دیکھ کر غیرتِ قومی سے گڑھ جائے، کم عمری میں بلوغ کی علامتوں کا ظاہر ہونا یہ سب بدتہذیبی کی علامت ہے۔

آج کل والدین اپنے ان بچوں کو تربیت کے لئے مدرسوں میں لاتے ہیں جو فاسد ہو چکے ہیں، پہلے نالائق اور نااہل بچوں کو مدرسوں میں لایا جاتا تھا لیکن اب فاسق بچے زیادہ لاتے ہیں کہ ان کو سنبھالیں، ایسے نمونے بھی موجود ہیں۔ ایک پانچ چھ سال کا بچہ ہے اور اس نے ہر نشہ کیا ہوا ہے، ہر فساد کو مرتکب ہوا ہے یہ حالت دیکھ کر کیوں غیرت قومی سے زمیں میں گڑھ نہ جائیں۔ یہ لاکھوں بچے، ہماری قوم کے بچے ہیں، ہمارے اپنے بچے ہیں، یہ لاکھوں جوان کوئٹہ سے گلگت تک ہمارے بچے ہیں، ان لاکھوں بچوں کو بدتہذیب اور فاسد و فاسق دیکھ کر حیاء اور شرم آجاتی ہے۔ کیوں؟ ہم بھی موجود ہوں اور ہمارے بچے بھی اسطرح آوارگی کا شکار ہوں؟

۳۔طاغوتیت:

یہ آفت طاغوتیت جوابھی اس قوم کے اندر ہے کوئی ہے جو طاغوت کا سایہ دیکھ کر غیرت قومی سے گڑھ جائے؟

اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا

چودہ سو سال سے طاغوت نظر آئے، طاغوت کے سایہ میں پلے بڑے کیوں کوئی غیرتِ قومی سے گڑھ نہیں گیا؟ بلکہ طاغوت سے قربت کی کشش کی اور رشتہ ملائے، ائمہ علیہم السلام کو چھوڑا، امامت کو تنہا کیا، فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کو اکیلا چھوڑ دیا، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے رونے کے سبب بنیں۔ امام حسین علیہ السلام کے زیارت نامہ میں اور انکے القابات میں سے ہے کہ "قَتِيلُ العَبَرَات" (۱) یعنی آنسوؤں کا شہید جسے رلارلا کر مارا گیا ہو۔ سیدہ سلام اللہ علیہا بھی رنجیدہ، غم زدہ اور روتی ہوئیں اس دنیا سے گئیں۔

پانچویں امامؑ فرماتے ہیں کہ جب عید کا دن آتا ہے تو ہمارا زخم تازہ ہو جاتا ہے۔

صحابی نے پوچھا! کون سا غم ہے مولا؟

فرمایا وہ غم یہ ہے کہ عید کا دن جو کہ امامت وولایت کا دن ہے اور اس دن جب میں مسندِ امامت پر طاغوت کو بیٹھا ہوا دیکھتا ہوں تو میرا غم تازہ ہو جاتا ہے۔ (۲)

اس غم سے ائمہ علیہم السلام کو کون نکالے گا؟ بارہ سو سال سے فرزند فاطمہ سلام اللہ علیہا پرچمِ ولایت لے کر پردہ غیبت میں منتظر ہیں۔ کس کے منتظر ہیں؟ ہماری شرم وحیاء کے منتظر ہیں کہ کب ان کو شرم آئے، کب طاغوتیت کے سائے میں زندگی گزرنے پر حیاء آئے۔ ہے کسی کے اندر یہ غیرت؟ ہم کتنی تسلی سے رات کو سوتے ہیں، کتنے آرام و چین سے چلے جاتے ہیں اور گھروں کے اندر اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمارا ہر چیز میں دوسروں پر انحصار ہے،

---

(۱) زیارت اربعین، زاد المعاد - مفتاح الجنان، ص ۲۴۷

(۲) عَنْ حَنَانِ بْنِ سَدِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ذُبْيَانَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ: قَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ مَا مِنْ يَوْمِ عِيدٍ لِلْمُسْلِمِينَ أَضْحَى وَلَا فِطْرٍ إِلَّا وَهُوَ يُجَدِّدُ اللَّهُ لِآلِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ فِيهِ حُزْناً قَالَ قُلْتُ: وَلِمَ قَالَ إِنَّهُمْ يَرَوْنَ حَقَّهُمْ فِي أَيْدِي غَيْرِهِمْ۔۔۔۔ (وسائل الشیعہ، ح: ۹۸۹۸)

ملک پڑھنے کے لئے کس سطح پر ہے؟ اگر پڑھنا ہے امریکہ جاؤ، برطانیہ جاؤ، دین پڑھنا ہے تو قم، مدینہ اور نجف جاؤ۔ اگر ایک ملت اور ملک ہو، اسلامی ممالک میں سپر پاور ہو، ایٹمی طاقت ہو، بائیس کروڑ عوام کی آبادی ہو اور ہمارے پاس زرخیز آبادی کا ایک ملک ہے لیکن ایک مدرسہ نہیں ہے کہ جو اپنے بچوں کو پڑھا سکے، یونیورسٹی نہیں ہے جو اعلیٰ درجے کا ڈاکٹر اسی ملک میں بنا سکے۔ پاکستان میں کسی امیر کو زکام ہوتا ہے تو علاج کے لئے برطانیہ چلا جاتا ہے لیکن اپنے ملک میں ہسپتال نہیں بنایا اور آخر کار سارا ملک اٹھا کر چائنہ کو دے دیا یہاں غیرت آنی چاہیئے۔

۴۔ غلامی:

چوتھا مقام جہاں ہمیں شرم آنی چاہیئے وہ یہ کہ ہم نسل اندر نسل غلام بنتے جا رہے ہیں۔ یہ موجودہ نسل کیا بن رہی ہے؟ غلام بن رہی ہے، یہی غلامی ان کو برطانیہ پرست اور ملکہ برطانیہ کا عبد بناتی ہے اور یہ آج ہمارے لیے کتنی بڑی معراج ہے، کتنے فخر سے کہتے ہیں کہ ہمارے بچے امریکہ میں ہوتے ہیں۔ کیا فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو بھی کہوں گے کہ ہمارے بچے برطانیہ، امریکہ میں ہوتے ہیں؟ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے سامنے حیاء وشرم نہیں آئے گی ہمیں؟ اخلاقی پستی، اقدار کی پستی، تعلیم کی کمی، تعلیمی اداروں کی کمی، گمراہی، بے عدالتی، ناانصافی ان چیزوں کے اوپر غیرت چاہیئے، یہ سب میدانِ حیاء ہیں۔ اگر ان میدانوں سے حیاء کو نکال دیا، جیسے کہ پہلے سے نکلی ہوئی ہے اور فقط عورت اور مرد کے درمیان حیاء کو تھامنے کی کوشش کی، تو یہ حیاء تمہیں بھی بے حیائی میں لے جائے گی اور ایسا ہی ہوا آخر کار عورت اور مرد میں بھی حیاء قائم نہیں کر سکے۔ آج بازار میں کوئی ایسی چیز ہے کہ جسے لے کر تسلی سے کھائیں اور کہیں کہ اس میں ملاوٹ نہیں ہے؟ آج کوئی بھی چیز لیں اس میں ملاوٹ ہے۔ پتی، چینی، دودھ، دوائی ہر چیز میں ملاوٹ ہے۔ حیاء اور شرم اس قوم میں کہاں گئی؟ اگر یہ ملاوٹ کرنے والے عورتوں سے دور رہیں اور عورتیں ان سے دور رہیں، ان کو کون باحیاء کہے گا؟ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے مکتب میں یہ سب بے حیاء ہیں۔

خواتین کا بی بی سلام اللہ علیہا سے عہد

خواتین کا عہد فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے ساتھ ہو، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے ساتھ بیعت یقیناً نتیجہ لائے گی۔ ایک بی بی سلام اللہ علیہا نے اکیلے قیام کیا اور اس کو رہتی دنیا کے لیے ایک تحریک بنا دیا۔ اگر سب مائیں اور خواتین اپنے عصر میں قیام کریں اور کچھ نہیں تو صرف اپنے عصر کے خواتین کی نجات کا سامان بنا سکتی ہیں تاریخ میں ایسے نمونے رہے ہیں۔ جہاں پر بھی باحیاء خواتین ہیں انہوں نے بے حیاء مردوں کو میدانِ جنگ کے لئے تیار کیا اور یہی حیاء کا مقام ہے۔ مرد تیار نہیں تھے عورتوں نے انہیں حیاء دلوائی کہ شرم کرو، وہ شرم عورت کے اندر تھی۔ عورت کی ظرفیت حیاء کے لئے زیادہ آمادہ ہوتی ہے، عورت کی نسبت مرد حیاء کا پردہ جلدی توڑ دیتا ہے لیکن عورت کے لئے حیاء کے دامن کو ہاتھ سے چھوڑنا سخت ہوتا ہے۔ حیاء کو فقط مرد اور عورت کے درمیان منحصر نہ رکھیں۔ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا درس یہ ہے کہ انسان ہر میدان میں حیاء کو لے کر آئے۔ خواتین کو ولایت وامامت کا حامی حیاء بناتی ہے۔ جو پردے کا بہانہ بنا کر ولی کو تنہا چھوڑ دیں، وہ باحیاء نہیں ہیں۔ بی بی زینب سلام اللہ علیہا بے پردہ کربلا سے شام تک گئیں اور بہت سارے دینداروں کی باپردہ عورتیں گھروں میں بیٹھیں رہیں۔ اب آئیں اور پروردگارِ عالم سے پوچھیں کہ ان میں باحیاء خواتین کون ہیں؟ وہ پردہ دار جو گھروں میں تھیں، یا وہ جن سے پردہ چھین لیا گیا؟ اور دینِ خدا کی خاطر جن بیبیوں پر رنج وغم اور دکھوں کے پہاڑ ٹوٹے؟ لیکن یہ ان غم کے پہاڑوں کے نیچے دبی نہیں۔

عصرِ حاضر میں خواتین کی ذمہ داری

عورتوں کی ایک کمزوری ہوتی ہے البتہ عورتوں کی کمزوریاں فطری نہیں ہوتیں، جیسے کہتے ہیں کہ عورتوں میں تنگ نظری ہوتی ہے، یہ سب ان پر ماحول نے ٹھونسا ہوا ہے۔ کیونکہ جس ماحول میں عورت پرورش پاتی ہے مثلاً اپنی ماں، دادی، نانی سے یہ کمزوریاں وراثت میں لیتی ہے، اب خواتین کو چاہیے کہ اس جہالت کی میراث کو چھوڑیں اور فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی وراثت کو اپنائیں اور اس کو اگلی نسلوں کے اندر بھی منتقل کریں۔

جب ان کے پاس فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا موجود ہیں تو یہ موجودہ حالت راضی کنندہ نہیں ہونی چاہیئے۔ بلکہ خواتین کا فریضہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھیں اور اپنی اولاد، اپنی صلاحیت اور اپنے مال و دولت کی محافظت کریں۔

عموماً خواتین ساری عمر مال بچا بچا کر رکھتی ہیں اور پھر کسی نااہل بیٹی یا داماد پر خرچ کر دیتی ہیں اور اس طرح انکا سارا مال ڈوب جاتا ہے۔ جبکہ حکم ہے کہ اپنے مال کو توشۂ آخرت بناؤ، اسکو اپنی قوم کی ارتقاء کا ذریعہ بناؤ۔ خواتین بڑے بڑے اقدام کر سکتی ہیں پاکستان میں ایک وقت ایسا آئے گا کہ جس میں خواتین پیش پیش ہونگی اور ان شاء اللہ ایسے عمل کرے گئیں کہ پوری دنیا توجہ کرے گی۔ ایک بیدار امت اور بیدار خواتین کی مثال بنیں گئیں، اس کام کے لیے وقت لگے گا لیکن ذرخیزی اس مٹی میں موجود ہے اور بیداری، حیاء کی فصل ضرور اگائے گی لیکن اس کے لیے درِ زہراء سلام اللہ علیہا پر آنا ضروری ہے کیونکہ شعور اور بیداری کا منبع فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا ہیں۔

فصل ہفتم:

اسلامی تہذیب کی تشکیل میں
خواتین کا کردار

فقال تبارک و تعالیٰ:

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱)

ترجمہ: بشرطیکہ جو کوئی عمل صالح انجام دے مومن ہو تو ہم اسے حیات طیبہ عطا کریں گے اور ان کے بہترین اعمال کی جزاء ہم انھیں اجر ضرور دیں گے۔

۲۰ جمادی الثانی کا دن جو بی بی دو عالم سلام اللہ علیہا کا یوم میلاد ہے، یہ دن منسوب ہے مادرانِ سے "یوم مادر" بھی ہے، یہ یومِ عظیم میلاد ہے جو کہ مادرانِ اسلامی اور مادرانِ گراں قدر کی خدمت اور بارگاہ میں تحسین و تکریم پیش کرنے کا دن ہے، میں تمام مادرانِ عزیز و گرامی کو آج کا دن بی بی کی ولادت اور یوم مادر تبریک و تہنیت عرض کرتا ہوں اور ایسے ہی آج کا دن یومِ تکریمِ نساء بھی ہے، یومِ تکریمِ خواتین ہے چونکہ ایک اسوہ کاملہ کی ولادت کا دن ہے اور بجتا ہے کہ یومِ خواتین حضرتِ سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا کا یومِ میلاد مقرر ہو تا کہ خواتین اپنا ہمیشہ مقام و کردار آئینہ فاطمی میں نگاہ کریں اور دیکھیں اپنے آپ کو تا کہ اس قالب و کردارِ فاطمی و سیرتِ فاطمہ سلام اللہ علیہا میں ڈھالیں۔

یہ دن تمام خواتین و مخدراتِ امت کو تبریک و تہنیت عرض ہے اور ایسے ہی آج کا یہ مبارک دن جو اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے ملتِ پاکستان کو و بالخصوص نسآء اسلامی و مخدراتِ اسلامی کو اللہ نے سرزمین پاکستان میں جو ہدیہ عنایت فرمایا ہے جامعہ ام الکتاب کا یومِ تاسیس بھی ہے، یہ محفل مجلس باشکوہ تمام ملک سے تشریف فرما خواتین کے وجود سے یہ ام الکتاب کے اندر منعقد ہونا قرار پائی تھی لیکن موسمی حالات متغیر ہونے کی بنیاد پر یہاں جامعہ ام الکتاب و جامعہ عروۃ الوثقیٰ کے متعلق مسجد البیت العتیق میں منعقد ہے، یہ یومِ تاسیس جامعہ ام الکتاب و

(۱) سورۃ النحل، آیت: ۹۷

طالباتِ ام الکتاب و معلماتِ ام الکتاب اور خدمتگذارانِ ام الکتاب اور اسی طرح وہ خواتین جو اس مرکز اسلامی سے منسلک ہیں اور مرتبط ہیں ان کو اور ان کے اہلِ خاندان کو اور باقی خواتین کو تبریک و تہنیت عرض کرتا ہوں اور ایسے ہی اس کانفرنس کے انعقاد میں جن خواتین اور افراد نے زحمتیں و کوششیں کی ہیں الحمدللہ یہ بہت ہی منفرد اور زیبا خوبصورت کانفرنس مخدراتِ اسلام کی شرکت سے منعقد ہوئی ہے انہیں بھی تحسین و تکریم عرض ہے اور انکے لئے بھی خداوند تبارک و تعالیٰ سے توفیقات کی اور صحت و سلامتی کی دعا ہے۔

اسلامی تہذیب کی تشکیل میں خواتین کا کردار

اس کانفرنس کا موضوع اسوہ فاطمیہ کی مناسبت سے جیسا کہ تشہیرات میں آپ کے سمع و نظر سے گذرا ہوگا ہے اور یہاں بھی اس موضوع کے متعلق خواتین نے گفتگو کی ہے وہ ہے: **اسلامی تہذیب کی تشکیل میں خواتین کا کردار** آج فقط اس موضوع کا تعارف کروانا چاہوں گا آج اس عظیم کانفرنس میں اور پھر بعد میں مناسب فرصتوں میں یہ موضوع زیادہ کھلے گا ان شاءاللہ مقصد اس موضوع سے خواتین و مخدراتِ اسلام کی خدمت میں وہ میدانِ عمل متعارف کروانا ہے، جس سے خواتین کو باہر رکھا گیا ہے۔ تاریخ، ماضی میں اور آج بھی اس میدان سے خواتین کو محروم کیا گیا ہے، خواتین عملی طور پر دین کے میدان سے باہر ہیں۔ مومنہ صالحہ ہونے کے باوجود، پاکیزہ سیرت و کردار کی حامل ہونے کے باوجود ایک مثبت تعمیری سوچ و افکار رکھنے اور عملاً زندگی کے ہر پہلو میں شریک ہونے کے باوجود دین کے اصلی میدان سے خواتین برکنار ہیں، بلکہ حاشیہ میں ہیں اور اس میں کچھ کردار حکومتوں کا، کچھ کردار مبلغین و علماء کا اور کچھ کردار عوام کا ہے اور یہاں موجود تہذیب و ثقافت و ماحول کا نتیجہ ہے، لیکن اسکا ایک بڑا حصہ خواتین سے بھی مربوط ہے کہ خواتین نے کوشش و ہمت ہی نہیں کی کہ اپنا میدانِ عملی جو اللہ نے مقرر فرمایا ہے اس کو سمجھنے کیلئے اہتمام کریں۔ آپکی خدمت میں قرآن کی سورۃ مبارکہ نحل کی آیۃ ۹۷ تلاوت کی ہے جس کا مضمون یہ ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ

حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم میں سے جو بھی عمل صالح انجام دے، عورت ہو یا مرد (مساوی طور پر جو

بھی عمل صالح انجام دے) اور وہ مومن بھی ہو تو اللہ کا وعدہ ہے کہ

فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً

اللہ انہیں حیات طیّبہ عطا کرے گا۔

اہلِ عمل صالح عورتیں ہوں انہیں بھی اور مرد ہوں تو انہیں بھی اللہ حیات طیبہ عطا فرمائے گا یا حیاتِ دیگر عطا فرمائے گا۔ موجودہ حیات جس کے تحت تم زندگی بسر کر رہے ہو یہ حیات تمہیں حق تعالیٰ کی طرف سے نصیب ہوئی ہے۔

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

اگر تم نے یہ عمل صالح کیا تو حق تعالیٰ کی طرف سے تمہیں، تمہارے عمل سے بہت بڑھ کر جزا عنایت ہوگی۔

عملِ صالحاً

عملَ صالحاً

اس آیت کریمہ میں حق تعالیٰ نے خواتین کو باقاعدہ طور پر میدانِ عمل صالح مساوی طور پر دیا ہے جیسا کہ مرد کے سامنے رکھا ہے۔ تم سے مرد و عورت جو بھی عمل صالح بجالائے اللہ تعالیٰ اسے حیات طیبہ عطا فرمائے گا لیکن میدانِ عمل صالح مردوں نے اپنی تفسیر کر کے اپنے ساتھ مختص کر دیا ہے اور خواتین کو مکمل طور پر میدانِ عمل صالح سے دور رکھا ہے۔ گویا دین مردوں کیلئے ہے، دین مردانہ عمل ہے و مردانہ چیز ہے اور خواتین ایک حاشیہ میں رہ کر مردوں کے عمل کی مؤید ہونے کے اعتبار سے دین میں کوئی کردار ادا کریں۔ قرآنِ کریم نے مساوی طور پر عورت و مرد کو دین کا میدان عطا فرمایا ہے۔ آج جس ہستی کے میلادِ مسعود کی مناسبت ہے اور جن سے عقیدت و والہانہ محبت آپ سب کو کھینچ کے یہاں اس جامعہ میں اور مسجدِ عظیم الشان میں دور دراز سے ناگوار موسم کے باوجود لے آئی ہے، وہ شخصیت و کردار حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہے حضرتِ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ تعالیٰ علیہا کی شخصیت کے متعلق بہت کچھ ہم نے سنا بھی ہے اور کہا بھی ہے لیکن وہ سب عقیدت و محبت کی حد تک منحصر ہے۔ عقیدتِ محبت سیدہ علیہا السلام سے آگے قدم نہیں رکھا اور عقیدت و محبت کی پاداش وصلہ و جزا ہم نے یہ رکھی ہے کہ

بی بی سلام اللہ علیہا اللہ کے ہاں ہماری شفاعت کریں گی جب کہ وہ کردار، وہ اسوہ، وہ سیرتِ طیبہ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کی جس کے تحت اللہ تعالیٰ نے یہ جامع، دینی ترکیب بنائی ہے، امت تشکیل دی ہے اور نے اپنی آغوشِ شفقت میں اور سایہء نبوت و رسالت میں جس ہستی کی تربیت کی ہے وہ فقط یہ نہیں ہے کہ ان سے محبت وعقیدت رکھ کر اور شفاعت کی توقع پیدا کرکہ آپ بات یہیں پر ختم کر دیں بلکہ یہ اسوۂ کاملہ، یہ حیاتِ انسانی کا پاکیزہ وحیاتِ طیبہ کا مل رول ماڈل اللہ کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پروان چڑھایا اور اس کی اہمیت کیلئے اہتمام کیا ہے، صحابہ کرام و باقی امت کو بتایا ہے کہ بارگاہِ رسالت میں جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کیا مقام رکھتی ہیں؟ تا کہ امت کی توجہ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کے کردار کی طرف آئے۔ جسے رسولِ خدا نے محنت اور شفقت کے ساتھ تشکیل دیا ہے۔

یہ موضوع جو کانفرنس کیلئے رکھا گیا ہے وہ "اسوہ فاطمیہ سلام اللہ علیہا" کا حقیقی میدان ہے۔ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا درحقیقت اس میدان کی سپاہی، محافظہ، مبلغہ اور اس میدان کی رہبر و پیشوا ہیں سیدہ سلام اللہ علیہا نے اسلامی تہذیب کی تشکیل میں اپنا کردار پیش کیا اور اسوہ قائم کیا۔ تاریخ میں امت کی تمام خواتین اس اسوہ کی پیروی کریں، اطاعت کریں اور وہی کردار ادا کریں جو جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا نے اپنے عہد اور مختصر سی زندگی میں نبھایا ہے اور وفا کیا ہے۔ آپ پہلے تھوڑا اس موضوع سے آشنا ہو جائیں چونکہ یہ موضوعات عموماً خواتین کیلئے بیان نہیں کئے جاتے اور پاکستان میں تو مردوں کیلئے بھی بیان نہیں کئے جاتے۔ ہم دینی محافل، میلاد کے جشن اور وفات، سوگ وشہادت کی عزاء عقیدت و جذبات اور احساسات میں صرف کر دیتے ہیں اور اسی وجہ سے ہم اس میدان کے اندر آگے بڑھ نہیں سکے اور تب تک آگے نہیں بڑھیں گے جب تک یہ بنیادی موضوعات آپ سمجھیں گی نہیں، اپنا میدانِ عمل تشخیص نہیں دیں گی، اس میدانِ عمل میں نہیں اتریں گی اور تیاری نہیں کریں گی۔

تہذیب سے مراد

تہذیب ویسے معمولات میں، بول چال میں سب کی زبانوں پہ یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ عام گفت گو، میڈیا میں اور عوامی گفتگو میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اردو میں تہذیب، عربی میں ثقافت اور فارسی میں اس کے لئے

فرہنگ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔انگلش میں اسے کلچر کہا جاتا ہے یا اس کے متبادل لفظ بھی ذکر کیا جاتا ہے۔جن کا مختلف زبانوں سے انس ہے جنکی کوئی اکیڈمک بنیاد ہے،جن کے لئے انگلش لفظ کو سمجھنا زیادہ آسان ہے،جن کا فارسی عربی سے تعلق ہے انکا انکو سمجھنا آسان ہے،جن کا اردو سے تعلق ہے ممکن ہے وہ اردو کو زیادہ بہتر پہچان سکیں ۔ثقافت و تہذیب کا پنجابی میں کیا لفظ استعمال ہوتا ہے مجھے علم نہیں ہے عموماً رسم و رواج کہتے ہیں یا کچھ اور کہتے ہونگے تحقیق کی ضرورت ہے اور اہلِ فن سے پوچھنے کی ضرورت ہے کہ پنجابی میں اسکا متبادل لفظ ہے یا نہیں ہے۔

تھذیب ماں ھے

تہذیب دراصل آغوش ہے یا بہتر کہوں کہ تہذیب انسان کی شخصیت کے جنم اور پرورش کی رحم ہے۔ جس طرح سے انسان کا جسم ایک رحم میں بنتا ہے اور پھر اس کی ولادت ہوتی ہے،جنم لیتا ہے،دنیا میں آتا ہے، اس جسم کے ساتھ انسان کی شخصیت بھی بنتی ہے۔وہ شخصیت جس ماں کے ہاں بنتی و جنم لیتی ہے اور جس ماں کی آغوش میں پرورش پاتی ہے اس کا نام تہذیب ہے۔عموماً بچے ماں باپ کے ہاں پیدا ہوتے ہیں اور مائیں یہ سمجھتی ہیں کہ آخر تک ہم ہی اس کی ماں ہیں اور اپنا حق مادر بھی اس مولود کے اوپر مرتے دم تک جتلاتی ہیں اور ان کا حقِ مادر ہے،جو محفوظ ہے لیکن انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جس مولود کو اس ماں نے جنم دیا ہے،اس مولود کی ایک اور بھی ماں ہے،یہ اس کے رحم سے بھی تعلق رکھتا ہے اور اس کی آغوش سے بھی اسکا تعلق ہے جس طرح اپنی ماں سے جسمانی ولادت ہوتی ہے اور اس کے دودھ سے پلتا ہے اس سے زیادہ تعلق اس کا تہذیب سے ہوتا ہے۔اتنا ماں سے نہیں کھاتا پیتا ہے جتنا تہذیب سے اپنا تغذیہ کرتا ہے وہ دودھ جو تہذیب اسکو پلاتی ہے وہ زیادہ اثر ڈالتا ہے،اس دودھ سے جو ماں اس کو پلاتی ہے،اس لئے تہذیب کو سمجھنا ضروری ہے۔

ہم سب فرزندانِ تہذیب ہیں آپ سب بناتِ تہذیب ہیں ہمیں ایک تہذیب نے جنم دیا ہے اور ایک تہذیب کی آغوش میں پرورش پائی ہے اور ابھی ایک تہذیب کا حصہ ہیں اور ایک تہذیب کے تحت زندگی بسر کر رہے ہیں اور وہی تہذیب جو ہم نے اپنائی ہوئی ہے اور جو تہذیب ہم پر سایہ ڈالے ہوئے ہے،جس کی بنیاد پر ہم

زندگی گزار رہے ہیں اور اسی تہذیب کی راہوں پر چل رہے ہیں اور اسی تہذیب کی منزلوں پر ہم پہنچیں گے اور اسی تہذیب کے ساتھ ہم محشور ہونگے۔تہذیب نے ہمیں جہاں پہنچانا ہے ہم وہیں پر پہنچیں گے۔ہم تہذیب سے ہٹ کر اپنا راستہ بنانا چاہیں یا تہذیب کے اندر کسی اور منزل کو مدِنظر رکھیں، یہ ناممکن ہے۔پس تہذیب وہ چیز ہے جس سے آپکا سروکار ہے، جس میں ہم سب زندگی بسر کر رہے ہیں۔تہذیب کے بارے میں گفتگو کرنا ایسے ہی ہے جیسے میں آپ کے محلے کے بارے میں آپ کے سامنے گفتگو کروں۔آپ اگر لاہور کے کسی محلے سے ہیں اور میں یہاں بیٹھ کر اس محلے کی خصوصیات بیان کروں کہ جہاں آپ رہتی ہیں وہ کیسا محلہ ہے اسی طرح اگر آپ کسی اور شہر میں کراچی، اسلام آباد چھوٹے بڑے شہر میں کسی گاوں میں رہائش پذیر ہیں اور میں اسی گاوں کی گفتگو کروں کہ اس گاوٴں میں اتنی گلیاں ہیں، اتنے مکانات ہیں اور اتنی قومیں اسکے اندر آباد ہیں، اتنے افراد ونفوس وہاں زندگی بسر کرتے ہیں، انکے تعلقات یہ ہیں، تو آپ کو بالکل ایسے لگے گا جیسے ہمارے گھر کی بات ہو رہی ہے۔اجنبیت نہیں ہوگی چونکہ آپ کے شہر اور آپ کے گاوٴں کی گفتگو ہو رہی ہے۔

ایک اہم سوال

تہذیب اجنبی امر نہیں ہے جو یہاں زیرِ بحث لایا گیا ہے بلکہ ہمارا گھر ہے، وہی ہماری آغوش ہے جس میں ہم رہ رہے ہیں اور جس نے ہمیں بنایا ہے اس لیے اسکے ساتھ انسیت رکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جو چیز ہمارے اوپر اثر انداز ہو رہی ہے وہ ہے کیا؟ وہ ہمیں کیا بنا رہی ہے؟ اور ہم اس تہذیب کے اندر اگلی نسل کو لانے کے لئے تیار ہیں تو کس کے حوالے کرنے کے لئے تیار ہیں وہ کون ہے؟ آپ اپنی اولاد یں اپنی نسلیں جس کے سپرد کر کے جائیں گی بظاہر آپ انسانوں کے حوالے کر کے جاتی ہیں لیکن حقیقتاً ایسے نہیں ہے جو ماں باپ اس دنیا سے جاتے ہیں بظاہر اپنی اولاد بھائیوں کے حوالے چچا، ماموں، رشتہ داروں کے حوالے کر کے جاتے ہیں کہ ان کا خیال رکھنا یہ اپنی تسلی کے لئے کہتے ہیں بھائی چچا ماموں خالہ اور پھوپھی یہ آپ کی اولاد کو نہ بنا سکتے ہیں نہ بچا سکتے ہیں، نہ انہیں بگاڑ سکتے ہیں نہ انہیں ہلاک کر سکتے ہیں اور نہ انہیں معمولی نقصان وتکلیف پہنچا سکتے ہیں اور

نہ ہی کوئی فائدہ دے سکتے ہیں درحقیقت اصل وارث جس کے سپرد آپ اپنی اولاد اور نسل کر کے اس دنیا سے جا رہے ہیں وہ تہذیب وثقافت ہے وہ آپ کی فرہنگ اور آپ کا کلچر ہے پس! اب ہمیں تہذیب کے موضوع کو زیادہ حساسیت کے ساتھ دیکھنا ہوگا۔

تھذیب، نظامِ زندگی

تہذیب ہماری معمول کی زندگی کا ایک نظام ہے معمولات کی زندگی جو ہم روزمرہ انجام دیتے ہیں یہ ایک نظام کے تحت انجام دیتے ہیں۔ یعنی روزمرہ کے معمولات کا نظام ہی حقیقت میں تہذیب کہلاتا ہے۔ عالمانہ اور طالب علمانہ اصطلاحوں سے دوری اختیار کر کے یہ سادہ اصطلاحیں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں چونکہ تہذیب کے متعلق جب اہل علم گفتگو کرتے ہیں، یا لکھنے بیٹھتے ہیں، تو اتنی پیچیدہ گفتگو کرتے ہیں کہ کسی انسان کی سمجھ میں ہی نہیں آتی کہ تہذیب کیا چیز ہے؟ تہذیب وہی چیز ہے جس میں ہم اپنے معمولات انجام دے رہے ہیں۔ ہر معاشرہ ہر قوم ہر قبیلہ ہر نسل ایک تہذیبی نظام کے اندر زندگی بسر کر رہی ہے جسطرح آپ کا سیاسی نظام ہے یعنی جو ملک ومملکت چلاتا ہے، قوم کے سیاسی امور انجام دیتا ہے اس کو حکومت کہتے ہیں۔ حکومت کے اپنے قوانین ہیں جو لوگوں کیلئے بنائے گئے ہیں حکومتوں کیلئے لازمی ہے کہ ان قوانین پر عمل کرائیں، ہر چند پاکستان میں نہ حکومتیں عمل کرتی ہیں اور نہ ہی عوام لیکن ایک قانون اور ایک نظام تہذیب کا بھی ہے لیکن یہ حکومتی اور سیاسی نظام نہیں ہے، بلکہ روزمرہ کے معمولات زندگی کا نظام ہے جس طرح حکومت کے مختلف شعبوں کے قوانین ہیں مثلاً اگر خریدنا ہے تو یہ قانون ہے بیچنا ہے تو یہ اس کا الگ قانون ہے، آپ نے بنانا ہے تو اور قانون ہے آپ نے پڑھنا ہے تو اس کا ایک الگ قانون ہے، تجارت کرنی ہے تو اسکا قانون موجود ہے۔ ایسے ہی عام لوگوں کی زندگی میں ایک علیحدہ قانون ہے، جو حکومت کے اختیار میں نہیں ہوتا، حکومت اسے لاگو و نافذ نہیں کرتی اور یہ نظام تہذیب کہلاتا ہے۔ جسے لوگ خود نافذ کرتے ہیں یعنی ہر آدمی اس نظام کو اپنے اوپر اور دوسروں کے اوپر بھی نافذ کرتا ہے اور ہم اپنے روزمرہ کے معمولات، روزمرہ کا لین دین، یہ سب اس نظام کے مطابق طے کرتے ہیں۔

آپکی بول چال مثلاً اگر میں مثال دوں آپ اس زبان میں گفتگو نہیں کرتے جو حکومت نے مقرر کی ہے پاکستان کے آئین میں لکھا ہے کہ آپ کی قومی زبان اردو ہے اردو بولنا پاکستانیوں کیلئے شرمندگی کا باعث ہے، ان پڑھ بھی ہو تو اردو بولنا پسند نہیں کرتا، کیونکہ اردو سے اس کی شخصیت نیچے آجاتی ہے اردو سے اس کا مقام گر جاتا ہے، اردو سے وہ بہکا بہکا، یا پسماندہ انسان سمجھا جاتا ہے۔ آپ جس زبان میں گفتگو کرتی ہیں اسکا ایک نظام ہے آپ نظام کی طرف سے پیش کی گئی زبان بولتی ہیں وہ کونسا نظام ہے؟ یہ وہ نظام ہے جو آپکی تہذیب نے آپ کیلئے بنایا اور آپ کے سامنے پیش کیا ہے آپ پنجابی بولیں، آپ پشتو بولیں آپ سندھی بولیں، سرائیکی بولیں، یا جس خطے میں موجود ہیں، اس کی زبان بولیں۔ یہ زبان حکومتوں کے کہنے سے یا تعلیم وتربیت سے یہ بولنا شروع نہیں کی، بلکہ آپ کی تہذیب نے یہ قانون رکھا ہوا ہے، کہ اگر آپ نے گفتگو کرنی ہے، تو اس زبان میں گفتگو کریں۔

آپ نے جو لباس پہنا ہوا ہے یہ آپ کیلئے دین نہیں لایا البتہ میں حجاب کی بات نہیں کر رہا الحمدللہ! عظیم جمعیت ہزاروں کی تعداد میں، مخدراتِ دین، محجبہ اور اس حلیے کے اندر، باوقار لباس کے اندر یہاں موجود ہیں خوب یہ دین کا پیش کردہ لباس ہے لیکن وہ لباس جو گھروں، سڑکوں اور شادی بیاہوں میں پہنا جاتا ہے میں اس کی بات کر رہا ہوں یہ وہ لباس ہے جو حکومت نے نہیں ڈیزائن کیا، نہ منظور کیا اور نہ پارلیمنٹ نے کہا ہے کہ پاکستانیوں کو یہ لباس پہننا ہوگا بلکہ یہ تہذیب معین کرتی ہے کہ آپ نے کیا پہننا ہے۔ وہ نظام زندگی جو حکومت کی وساطت کے بغیر نافذ ہوتا ہے جسے لوگ خود اپنے اوپر نافذ کرتے ہیں اور جسمیں زندگیوں کے متعلق تمام آداب و رواج موجود ہیں اس کا نام تہذیب ہے۔ میں نے دو مثالیں دی کہ آپ کا کھانا پینا کیا ہے اور آپ کا پکانا کیا ہے؟ آپ کیا پسند کرتے ہیں یہ تہذیب نے آپ کیلئے معین کیا ہے آپ پاکستانی مرچ مصالحے والی چیزیں پسند کرتے ہیں اور دوسری اقوام جن میں مرچ مصالحہ نہیں ہوتا وہ پسند نہیں کرتی ہیں یہ تہذیبیں ہیں جنہوں نے ان کے کھانے کی شکلیں، ذائقے اور مصنوعات بنائی ہیں۔ آپ کا جو رویہ اور انداز ہے یہ حکومتیں یا مذہب تعین نہیں کرتا درحقیقت انسان عملی زندگی تہذیب کے اندر بسر کرتا ہے۔ سیاست اور حکومت ہوتی ہے لیکن حکومت کسی اور طریقے سے عوام کی رہنمائی کرتی ہے اور کبھی کبھار اپنی بات منوا بھی سکتی ہے۔ دین ومذہب ذہنوں میں ہوتے ہوئے،

دلوں میں ہوتے ہوئے، زندگیوں میں نہیں ہوتے، ہم دل میں دین رکھتے ہیں ہم دل میں جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کیلئے محبت وعقیدت رکھتے ہیں لیکن ہماری زندگی میں کوئی اثر اور کوئی نشانی فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی نظر نہیں آتی۔ہمارے گھر میں ہماری گفتگو میں ہمارے رویہ میں، ہمارے آنے جانے میں، ہمارے معاملات میں، ہماری ترجیح، ہماری سوچ، ہماری فکر اور تمام جملہ امور جو ہم بجالاتے ہیں، اس میں فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے کردار کا کوئی رنگ نظر نہیں آتا کیونکہ جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا ایک مذہبی کردار ہیں جو دل میں ہونا چاہیئے جو ذہن میں ہونا چاہیئے، جس سے عقیدت ومحبت ہونی چاہیئے لیکن زندگی کا ضابطہ وہ ہوگا جو تہذیب اور ثقافت نے بتانا ہے کہ آپ نے زندگی کیسے بسر کرنی ہے؟ ہم نے آپس میں گفتگو کیسے کرنی ہے؟ مثلاً میاں بیوی نے آپس میں بولنا کیسے ہے؟ ان کا انداز تکلم کیسا ہوگا یہ مذہب رکھتے ہوئے مذہبی تعلیمات کے مطابق نہیں ہوتے۔انکا ایک دوسرے کو دیکھنے کا انداز، ایک دوسرے سے بولنے کا انداز، ایک دوسرے سے تقاضے کا انداز سب تہذیب نے سکھایا ہے۔

ہم بچوں کے ساتھ جب بات کرتے ہیں یا بچے جب ماں باپ کے ساتھ مخاطب ہوتے ہیں تو دین و مذہب کی تعلیمات کے مطابق عمل نہیں کرتے۔حکومت وسیاست کے کہنے پر عمل نہیں کرتے بلکہ یہ حکمران جو عوام پر حاکم بنے ہوتے ہیں یہ دراصل اپنی زندگی میں تہذیب کے محکوم ہیں، یہ اپنی زندگی تہذیب کے مطابق بسر کرتے ہیں۔علمائے دین جو ممبروں، مدرسوں، محرابوں اور گفتگو میں مذہبی بنے ہوتے ہیں یہ زندگی دین کے مطابق نہیں بلکہ تہذیب کے تحت بسر کرتے ہیں۔اگر آپ کو شک ہے تو پاکستان میں آپ ریفرینڈم میں کسی عالم کے گھر چلے جائیں، اسکی نجی زندگی میں چلے جائیں، آپ کوئی حاکم چن لیں سیاستدان چن لیں اور اس کی زندگی میں جا کر دیکھیں یہ جو عہدہ رکھتا ہے، حکومت میں یا دین میں یہ اپنی عملی زندگی میں کرتا کیا ہے؟ مثلاً جب بچوں کی شادیوں کا معاملہ ہوتا ہے جب رشتے لینے دینے کا وقت آتا ہے یہ عالم دین کس ضابطہ کے تحت اپنے بیٹے بیٹیوں کی شادیاں کرواتا ہے؟ تہذیب کے اصولوں کے مطابق یا دین کے اصولوں کے مطابق؟ تمام شادیوں میں صرف نکاح دینی ہوتا ہے باقی سب تہذیب تعیین کرتی ہے باقی سب تہذیب کے فتوے کے مطابق ہوتا ہے۔

تمام مذاہب میں تہذیب کا اشتراک

پس تہذیب وہ اصلی نظام ہے جو زندگی میں حاکم ہے جس میں ہم سب رہ رہے ہیں ہم مذہبی ہوں کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں پاکستان کے اندر کتنے مذاہب کے لوگ رہتے ہیں ان مذاہب کے آپس میں تعلقات کتنے خراب ہیں ایک دوسرے کے ساتھ غلط فہمیاں کتنی زیادہ ہیں ایک دوسرے سے دوریاں کتنی زیادہ ہیں، ایک دوسرے سے سوچتے کتنا مختلف ہیں، ایک دوسرے سے نفرتیں کتنی زیادہ کرتے ہیں۔ جو مذہب میں ایک دوسرے سے بلکل مشابہت نہیں رکھتے مذہبی مراکز علیحدہ بنائے ہوئے ہیں، مسجدیں انکی علیحدہ ہیں، ایک دوسرے کی مسجد میں نہیں جاتے، نمازِ جماعت میں نہیں جاتے، ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے، ایک دوسرے کے مذہبی معاملات میں شریک نہیں ہوتے لیکن یہی سب تہذیب میں شریک ہیں۔ آپ دیکھیں، سنی کے ہاں جو پکتا ہے، وہی شیعہ کے ہاں بھی پکتا ہے، یعنی ایک بریانی دونوں کے ہاں پکتی ہے، ایک حلوہ دونوں کھاتے ہیں، ایک پائے کا شوربا پیتے ہیں، یعنی ہر شے دونوں میں مشترکہ ہے تہذیب میں نہ نزاع، نہ جھگڑا اور نہ ہی فرقہ واریت ہے۔ تہذیب میں نہ تو دشمنی ہیں نہ ہی مناظرہ تہذیب میں کوئی دوری نہیں ہے، ہو بہو تہذیب میں بھائی لگتے ہیں۔

خواتین کسی بھی مذہب و دین سے تعلق رکھتی ہوں اگر انکے تہذیبی نظام کو دیکھیں تو یہ ایک مذہب و ایک مسلک کی لگتی ہیں، لیکن ذہنوں کو دیکھیں تو ذہن بلکل مختلف ہیں۔ پاکستان کے اندر مسلمان بھی رہتے ہیں اور غیر مسلم بھی رہتے ہیں، انکے معمولاتِ زندگی کو دیکھیں ایک خدا کو مانتا ہے جبکہ ایک نہیں مانتا، ایک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کو مانتا ہے جبکہ دوسرا رسول اللہ کو نہیں مانتا، ایک قرآن کو مانتا ہے، ایک نہیں مانتا، ایک اہلبیت کو مانتا ہے ایک نہیں مانتا لیکن ان کی عملی زندگی ان کی روزمرہ کی زندگی ان کے معمولاتِ زندگی ایک جیسے ہیں، ان کے اندر مشابہت اور مماثلت ہے سوئی جتنا فرق ان کے اندر موجود نہیں ہے دونوں ایک زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔ اس کی پوشاک بھی وہی ہے اس کی پوشاک بھی وہی ہے ان کی خوراک بھی ایک جیسی ہے ان کے روپے بھی وہی ہیں ان کے روپے بھی وہی ہیں۔ پس تہذیب میں سب شریک ہیں پاکستان میں تنہا چیز جس میں سب سے زیادہ ہم

آہنگی اور انسجام ہے وہ تہذیب ہے البتہ علاقائی لحاظ سے مختلف ہیں پنجاب کی ایک اپنی تہذیب ہے سرائیکی کی تھوڑی سی مختلف تہذیب ہے جوں جوں رویہ بدلتا ہے تہذیب علیحدہ ہوتی جاتی ہے پشتو علاقے میں جائیں تہذیب ایک اور طریقے سے ہے گلگت بلتستان میں جائیں تہذیب ذرا اور انداز میں ہوگی علاقائی طور پر تہذیبیں مختلف ہیں۔

تہذیب کبھی تبدیل نہیں ہوتی

یہ تہذیب آئی کہاں سے ہے؟ جس کے ہم سب پابند ہیں جس کے ہم سب مقلد ہیں تہذیب کو کوئی بھی ترک نہیں کرتا تہذیب کا کوئی عمل چھوٹتا نہیں ہے لیکن دین کے اعمال ہم چھوڑ دیتے ہیں دینی فرائض ٹھونسنے پڑتے ہیں، مسلط کرنے پڑتے ہیں لیکن تہذیب کے اصولوں کو انسان رضا کارانہ طور پر اور رضا و رغبت کے ساتھ اپناتا ہے۔ تہذیب آتی کہاں سے، ہے؟ اور تشکیل کیسے پاتی ہے؟ تہذیب کا منبع چند چیزیں ہیں یہ روز مرہ زندگی کے اصول یہ روز مرہ زندگی کے آداب اور روز مرہ زندگی کا رائج عملی نظام جو خود عوام نے بنایا ہوا ہے اور اپنے اوپر نافذ کیا ہوا ہے حکومتیں بدلتی رہتی ہیں لیکن تہذیب وہی رہتی ہے، مذہب بدل جاتے ہیں تہذیب وہی رہتی ہے۔ ممکن ہے ایک شخص غیر مسلم ہو اور مسلم ہو جائے یا ایک شخص اپنا مسلک اسلامی فرقے میں بدل دیتا ہے لیکن تہذیب نہیں بدلتا، یوں نہیں ہے کہ پہلے شیعہ تھا اب کچھ اور ہو گیا ہے پہلے کچھ اور تھا اب کچھ اور ہو گیا ہے اب لباس کچھ اور پہنتا ہے اب کھانا کچھ اور رکھتا ہے اب پنجابی نہیں بولتا اب سندھی نہیں بولتا اب کچھ اور گفتگو کرتا ہے، جبکہ ایسا نہیں ہے سب کچھ ہو بہو وہی ہے۔ وہی دین وہی نظام اس نے رکھا ہوا ہے اور اس کی پابندی کرتا ہے۔

تہذیب کی علامات

ا) تہذیب کی ایک علامت یہ ہے کہ یہ وہ نظام ہے جس پر لوگ سختی سے کاربند اور پابند ہیں، سب کچھ توڑ دیتے ہیں تہذیب کا ضابطہ نہیں توڑتے۔

۲) دوسری علامت اس کی یہ ہے کہ اگر کوئی تہذیب شکنی کرے، یعنی اس نظام کا ضابطہ کوئی توڑ دے تو سب اس کی سرزنش و مذمت کرتے ہیں، اس سے ناراض ہوتے ہیں کہ تم نے یہ کیوں نہیں کیا؟

تہذیب کی یہ پہچان وعلامت ہے کہ تہذیب کو کوئی ترک نہیں کرتا اور اگر تہذیب کا کوئی ادب، قاعدہ وقانون چھوٹ جائے تو سب مل کر مذمت اور سرزنش کرتے ہیں کہ تم نے یہ کیوں چھوڑا ہے؟ یہ تو ہمارے نظام، برادری اور زندگی کا ایک حصہ ہے، آپ ایسا کیوں نہیں کرتے؟ گھر کے اندر اس شخص سے شکوہ ہوتا ہے، جو مذہب یا کسی اور وجہ سے تہذیب کے اصولوں کی اعتناء و پروا نہیں کرتا۔ اسے سارے گھر والے مذمت کرتے ہیں اور اسے اپنا جیسا نہیں سمجھتے۔

معاشرے کا ہر فرد تہذیب کا محافظ

مثال کے طور پر ہمارے گھر میں تہذیب ہے کہ بچے گھر میں کس طرح رہیں کس کے ساتھ رہیں بڑوں کے ساتھ کیسے پیش آئیں؟ چھوٹوں کے ساتھ کیسے پیش آئیں فرض کریں عمر میں جو بڑا ہے اس نے چھوٹے کو تکلیف پہنچائی ہے یا جیسے اس کا حق ضائع کیا ہے بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کا، بڑی بہن نے چھوٹی بہن کا، بھائی بہنوں نے آپس میں یا دادی نانی نے کسی چھوٹے بچے کو تکلیف پہنچائی ہے، جو عمر میں چھوٹا ہے ضروری نہیں کہ وہ بچہ ہو اگر یہ چھوٹا شکوہ یا شکایت کرے کہ آپ نے میری اجازت کے بغیر میری چیز استعمال کی ہے میری چیز کو ہاتھ لگایا ہے؟ تمام گھر والے اس بچے کی مذمت کرتے ہیں شرم کرو حیاء کرو یہ تم سے بڑے ہیں، جبکہ وہ ان کی توہین تو نہیں کر رہا بلکہ یہ کہہ رہا ہے کہ یہ میری چیز محفوظ تھی میں نے اپنے لئے خریدی تھی مجھے شوق تھا آپ نے اسے ہاتھ کیوں لگایا؟ آپ نے اسے ضائع کیوں کیا؟ آپ نے کسی کو کیوں دے دی؟ اگر یہ بڑوں سے اٹھ کر ادب کے دائرے میں اخلاق کے دائرہ میں رہتے ہوئے بھی شکایت کرے، قیام کرے، تو سارے گھر والے مل کر پولیس بن جاتے ہیں اسے ڈانٹتے ہیں کہ یہ تم سے بڑے ہیں۔ یہ کس نظام کا قانون ہے کہ بڑے کے سامنے حق بات بھی نہ کی جائے؟ بڑے سے حق بھی نہ مانگا جائے؟ بڑے سے تقاضہ بھی نہ کیا جائے؟ بڑے سے اس کی بڑائی، احترام وتقدس اس حد تک مسلم ہو جائے کہ اس کے سامنے انسان درست بات بھی نہ کر سکے؟ یہ تہذیب نے

بنایا ہے مثلاً اگر ماں باپ بیٹی کی یا بیٹے کی شادی کرنا چاہتے ہیں ماں باپ نے تشخیص دی ہے کہ تم نے خالہ کے ہاں پھوپھی کے ہاں چچا کے ہاں، ماموں کے ہاں شادی کرنی ہے اور بیٹی یا بیٹا نہیں چاہتے انہیں یہ رشتہ کسی بھی وجہ سے قبول نہیں ہے ماں باپ اور پورا خاندان اس کو عجیب نگاہوں سے دیکھتا ہے، بے شرم ہیں، بے حیاء ہیں ان کے دلوں میں خاندان کا کوئی احترام ہی نہیں ہے، بڑوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے ماں باپ کو کچھ سمجھتے نہیں ہیں، کن کن الفاظ سے ان کو نوازتے ہے جبکہ یہ اس کا حق ہے۔آپ ان کیلئے ایسی جگہ پسند کرو جہاں یہ بھی راضی ہوں جہاں ان کی مرضی ہو بلکہ ان کی مرضی کو ترجیح دیں بے شک یہ خود نہ کریں ماں باپ ہی کریں اور بہترین نظام یہی ہے کہ رشتوں کا لین دین ماں باپ کے ذمہ ہونا چاہئے، جوان خود یہ کام نہ کریں یہ ان کے میدان نہیں ہیں اپنی تجاویز دے سکتے ہیں لیکن بچے اپنے فیصلے خود نہ کریں فیصلے بڑوں سے کروائیں کیونکہ ماں باپ تجربہ کار اور باشعور ہوتے ہیں ماں باپ کو بہت کچھ مدِنظر رکھنا ہوتا ہے جو بچوں کے مدِنظر نہیں ہوتا لیکن اس سارے عمل میں بچے کی مرضی کا شامل ہونا ضروری ہے۔ ہماری تہذیب میں اگر بچہ اپنی مرضی بتادے اور بس یہ کہہ دے کہ یہاں نہ کریں اور جہاں مرضی کر دیں تو اس کے بعد بچہ باغی ہو جاتا ہے، نافرمان ہو جاتا ہے اور اسکو پسند نہیں کرتے اب والدین اسکے ساتھ علیحدہ سے رویہ اختیار کرتے ہیں۔

یہ ہماری تہذیب میں لکھا ہوا ہے کہ بچے کے متعلق جب بڑے فیصلہ کرتے ہیں تو بچوں کی مرضی پوچھنا ضروری نہیں ہے اور اگر بچہ اپنی مرضی بتادے تو اس نے تہذیب کا قانون توڑ دیا ہے، خصوصاً جو بچے پڑھ لکھ جاتے ہیں وہ اکثر یہ قانون ادھر اُدھر توڑ دیتے ہیں اور ماں باپ اس وقت طیش میں آجاتے ہیں۔ماں باپ کا یہ غضب اس وجہ سے ہے کہ اس نے تہذیب کے قانون کو توڑا ہے، اگر یہی بچہ دین کے سارے اصول توڑ دے مثلاً ماں باپ کو کہے کہ میں نے نماز نہیں پڑھنی وہ کہیں گے کہ نہ پڑھو ہم بھی نہیں پڑھتے تم بھی نہ پڑھو، اگر کوئی بچی کہے میں نے روزہ نہیں رکھنا تو ماں باپ کہیں گے کہ ہم بوڑھے ہو گئے ہیں لیکن آج تک کوئی روزہ نہیں رکھا تو تم بھی نہ رکھو کیا ہو جائے گا؟ اللہ کریم ہے۔اگر یہ سارا دین ماں باپ کے سامنے توڑ دیں تو ماں باپ ناراض نہیں ہوتے، یہ بچی حجاب اتار دے ماں باپ ناراض نہیں ہوتے۔بعض مومنین کے ہاں ایسے بچے ہیں

جو خدانخواستہ تہذیب کی وجہ سے جو فساد کا شکار رہیں اور ماں باپ کو ان کے غلط تعلقات کا علم ہے انہیں معلوم ہے کہ اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں لیکن ماں باپ ناراض نہیں ہوتے، بہت زیادہ بھی ہوں تو ہنستے ہنستے یہ تذکر دے دیتے ہیں کہ ذرہ خیال رکھنا یہ لوگ صحیح نہیں ہوتے۔ یہ وہ ماں باپ ہیں جن کے پاس ابھی واٹس اپ یا ٹچ موبائل نہ ہو تو انہیں پتہ چل جاتا ہے کہ بچے کیا کر رہے ہیں؟ لیکن جن کے پاس واٹس اپ یا ٹچ موبائل، ہیں انہیں یہ بھی نہیں پتہ چلتا کہ یہ کیا کیا؟ یہ سوتا کب ہے؟ یہ جاگتا کب ہے؟ یہ آتا کب ہے؟ یہ جاتا کب ہے؟ یہ بیٹھتا کہاں ہے؟ یہ کھاتا کیا ہے؟ یہ تو بالکل ہی غافل ہیں، بلکہ کبھی بچہ بھی آجائے کسی ضرورت کے تحت تو ماں جھڑک کے دور کر دیتی ہے کہ دیکھتے نہیں میں مصروف ہوں اپنے دوستوں کے ساتھ رابطے میں ہوں، ایسی مائیں یا تو موبائل چلا سکتی ہیں یا بچے پال سکتی ہیں، دونوں میں سے ایک کام ہو سکتا ہے دونوں باہم نہیں چل سکتے اور یہ بات ذہن میں بٹھالیں کہ دونوں چیزیں اکٹھی نہیں چل سکتیں۔

اگر بچے ہماری آنکھوں کے سامنے دین و مذہب کے سارے ضابطے توڑ دیں ہم احتجاج نہیں کرتے، ہم شکایت نہیں کرتے، ہم انہیں ٹوکتے نہیں ہیں، ہم انہیں روکتے نہیں ہیں ہم ان سے ناراض نہیں ہوتے لیکن ہمارے بچے تہذیب کا کوئی ضابطہ توڑ دیں تو ہم انہیں باغی سمجھتے ہیں نافرمان سمجھتے ہیں۔ یہ تہذیب کی پہچان ہے یہ ایک نظام ہے توجہ فرمایئے میں بات کو تکرار کرتا ہوں تاکہ ذہن نشین ہو جائے ایک دفعہ تو یہ گفتگو یہاں سننی ہے یا جو خواتین باہر بیٹھ کر اور مرد گھروں میں بیٹھ کر سن رہے ہیں یا بعد میں سنیں گے ایک دفعہ سننا کافی نہیں ہے اس کو مختلف فرصتیں نکال کر کہ جب آپکا ذہن مطمئن ہو، آپ کو کوئی پریشانی نہ ہو، صحت بھی ٹھیک ہو، بھوک بھی نہ لگی ہو، نیند کا غلبہ بھی نہ ہو زندگی میں ایسا وقت کبھی کبھار مل جاتا ہے تو اس وقت بیٹھ کر دوبارہ اس گفتگو کو سنیں خصوصاً جب سفر لمبا ہو جاتا ہے وقت مل جاتا ہے تو اپنے موبائل میں یہ رکھ لیں اور اس کو سنیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی تقریریں چونکہ بہت لمبی ہوتی ہیں گھروں میں اتنا وقت نہیں ہوتا کہ سنیں تو سفر میں وقت مل جاتا ہے ہم سفر میں سن لیتے ہیں اس کو اس وقت تک تکراراً سنتے رہے جب تک آپ کا ذہن خود سوچنا شروع کر دے ،تہذیب ایک نظام ہے جس سے ہماری زندگی کا سب سے زیادہ تعلق ہے جس سے ہم فرداً فرداً وابستہ ہیں کوئی بھی

مستثنیٰ نہیں ہے، تہذیب ایک مشترکہ نظام ہے، مذہبی و غیر مذہبی، سنی و شیعہ، سیاستدان و غیر سیاستدان، حکومت و غیر حکومت ان سب میں تہذیب مشترک ہے، تہذیب کی ایک علامت یہ ہے کہ جس پر لوگ سختی سے کاربند ہوتے ہیں اور سب کچھ توڑ دیتے ہیں لیکن تہذیب کا ایک بھی ضابطہ نہیں توڑتے۔

اگر کوئی تہذیب شکنی کرے، تہذیب کا کوئی ضابطہ توڑے تو سارے اس سرزنش کرتے ہیں، مذمت کرتے ہیں، ناراض ہوتے ہیں، غصہ کرتے ہیں کہ آپ نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟ یہ تہذیب ہماری پوری زندگی کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے کوئی شعبہ حیات شادی بیاہ، موت و مرگ، کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، لڑنا جھگڑنا محبت و پیار یہ سب تہذیب کے زیرِ اثر ہیں کوئی شعبہ تہذیب کی زد سے باہر نہیں ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ تہذیب آئی کہاں سے ہے؟ ہاں تہذیب کا ہونا ضروری ہے تاریخِ بشر میں کوئی نسل ایسی نہیں گزری جس کی کوئی تہذیب نہ ہو جس کا کلچر نہ ہو، جس کی فرہنگ نہ ہو، جس کی کوئی ثقافت نہ ہو ہر قوم و نسل کی ایک تہذیب ہے۔ نبی بھی جس معاشرے میں آئے اس میں تہذیب تھی آئمہ نے جس معاشرے میں زندگی گزاری اس میں تہذیب تھی۔ تہذیب آتی کہاں سے ہے؟ بنتی کیسے ہے؟ لائی کہاں سے جاتی ہے؟ تہذیب بننے کے جو عوامل اور جو محرکات ہیں وہ یہی جو اس کانفرنس کا موضوع ہے۔

اسلامی تہذیب میں خواتین کا کردار

اسلامی تہذیب کی بناوٹ اس کی ترکیب و تعمیر ایسا عمل ہے جو خواتین نے انجام دینا ہے، کیونکہ خواتین ہی کی معمار ہیں۔ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ تہذیب بنانے والے معمار کون ہیں اور تہذیب کس مواد سے بنتی ہے؟ آپ اس عظیم اور پرشکوہ مسجد میں تشریف فرما ہیں، یہ مسجد معماروں نے بنائی ہے اور ایک مواد سے بنی ہے جیسے معمار تھے ویسی ہی انہوں نے بنائی ہے اور جیسا اس کے اندر مواد استعمال کیا ہے ویسی یہ مسجد ہے۔ الحمدللہ مظبوط و وسیع ہے، آپ نے اس کے اندر نماز پڑھی ہے، شرکت کی ہے اور آپ نے یہ دیکھ لیا ہے کہ یہ بھی ایک خصوصی عنایت ہے جو اللہ نے آپ کے لئے عطا کی ہے۔ تہذیب بھی اسی طرح معمار کے

ہاتھوں بنتی ہے وہی نظام جو لازمی و واجب ہے، جس کی ایک انسان بغاوت و نافرمانی نہیں کرتا۔ ہم سب کی نافرمانی کرتے ہیں ماں باپ کی، استاد کی، آئمہ کی خدا کی اور رسولوں کی نافرمانی ہماری رگوں میں دوڑتی ہے لیکن ایک چیز جسکی ہم نافرمانی نہیں کرتے وہ تہذیب وثقافت ہے۔ کتنے ہی ایسے جرائم پیشہ لوگ ہیں جو جرم کرتے ہیں، یہ مجرمین قانون کے مجرم ہیں یہ دین کے مجرم ہیں لیکن یہ تہذیب کے مجرم نہیں ہیں۔ یہ بدماش یہ ڈنڈے مار، یہ لاٹھی مار، یہ سب دہشت گرد، یہ قانون انسانیت کے مجرم ہیں لیکن تہذیب کے نہیں ہیں کیونکہ وہ بھی تہذیب کی پابندی کرتے ہیں۔ یہ نکتہ بہت اہم ہے کہ ایک ایسا نظام جو انسان کی زندگی پر چھایا ہوا ہے انسان اسکی پابندی کرتا ہے اور اسکو توڑتا نہیں ہے، بلکہ اگر کوئی توڑے تو اس کی مذمت کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں آجاتے ہیں۔

تھذیب کی بنیادیں

تہذیبی نظام کو سمجھنا بہت ضروری ہے کہ یہ نظام کہاں سے آیا ہے؟ ہماری زندگیوں پر اس نے اتنا گہرا اثر کیوں ڈالا ہے؟ تہذیب کی بنیاد چند چیزوں پر ہوتی ہے:

۱) مذھب:

کوئی بھی کسی قسم کا مذہب تہذیب کی تشکیل کا باعث بنتا ہے ایسی تہذیبیں ہیں، جو مذاہب کے پیٹ سے نکلی ہیں یعنی مذاہب نے انکو جنم دیا ہے اس خطے کے جو مذہبی عقیدے تھے جو مذہبی رسومات تھیں یہ تہذیب نے جنم دی ہیں جیسے ہندی تہذیب ہے یہ وہی تہذیب ہے جس سے ہمارا تعلق ہے ہم کہاں ہیں اور کس تضاد کے اندر زندگی بسر کر رہے ہیں؟ ہم سب خواتین و مرد، شیعہ وسنی، سب علماء وغیرِ علماء ایک عجیب وغریب نابود گر اور تباہ کن فساد کے اندر پھنسے ہوئے ہیں۔

۲) فلسفه:

تہذیب یا مذہب سے بنتی ہے یا اس کے پیچھے کوئی فلسفہ ہوتا ہے۔ فلسفہ ایک علم، دانش اور نظریہ ہے۔

۳) خرافات:

تہذیب کے پیچھے کوئی خرافات ہوتی ہیں خرافات مذہب بھی جنم دیتی ہیں مثلاً ہماری تہذہب کے اندر کچھ ایسی چیزیں ہیں جن سے ہم سارے شیعہ سنی ملکر پرہیز کرتے ہیں ویسے لڑتے ہیں آپس میں لیکن جب خرافات سامنے آجائیں تو سب اسکو قبول کرتے ہیں۔

اگر صبح سویرے آپ کی چھت پہ کوا آ کر بولے شیعہ کے گھر میں بولے یا سنی کے، مطلب ایک ہی لیا جاتا ہے کہ مہمان آنے والے ہیں، یہ آپکے مذاہب علیحدہ علیحدہ ہیں شیعہ الگ سوچتے ہیں سنی الگ سوچتے ہیں، یہ بنیرے پر کوا بولنے کے بارے میں الگ الگ کیوں نہیں سوچتے؟ شیعہ کے ہاں تو شیعہ والی تفسیر ہونی چاہیے مثلاً کوّا بولا ہے کوّا کالا ہے اسکا مطلب ہے کوئی نوحہ پڑھ رہا ہو گا لیکن شیعہ کوّے کو کالا ہونے کے باوجود اس کو عزادار نہیں سمجھتا بلکہ کہتا ہے کہ مہمان آنے والا ہے اگر سنی ہے تو شیعہ کو تو نہیں مانتے لیکن آپ کے ہاں کیوں مہمان آنے والا ہے؟ خوب! کوا بولا ہے آپ تو اہلحدیث ہے آپ تو بدعتوں کو نہیں مانتے لیکن جوں ہی کوّا بولتا ہے بیوی کو کہتا ہے چلو نکلو تالا لگا وکسی اور کے مہمان بن جاتے ہیں سب کے ہاں ہی ایک ضابطہ اور تفسیر کی ہے۔ یہ تہذیب کس مذھب وفلسفہ سے آئی ہے؟ خرافات سے آئی ہے۔خرافات، تخیلات، افسانے، کہانیاں یہ تہذیب کو جنم دیتی ہیں ہندی تہذیب جس سے ہمارا تعلق ہے ہم ہندی تہذیب کے پیروکار ہیں ہندستانی تہذیب کی بنیاد نہ تو مذہب پر ہے نہ فلسفے پر اسکی بنیاد ساری خرافات پر ہے اس لئے ہندوستان، پاکستان کے اندر جادو اور تعویذ یہ ساری چیزیں یہاں کثرت سے ہیں۔ بیماریوں کی وجہ بھی یہی بتاتے ہیں کاروبار ٹھپ ہو جائے کسی نے جادو کر دیا ہے، امتحان میں فیل ہو جائیں کسی نے جادو کر دیا ہے، رشتے ٹوٹ جائیں کسی نے جادو کر دیا ہے ،سر میں درد ہو جائے کسی نے جادو کر دیا ہے، ہانڈی غلط پک جائیں، کوئی چیز کھو جائے، کسی نے جادو کر دیا ہے یہ اس لئے ہے کہ اس تہذیب میں خرافات ایک خزانے کے طور پر ہیں۔

خرافات کا مطلب ہے ایک کام کو ایک ایسی چیز سے منصوب کرنا جس سے اسکا تعلق نہ ہو۔ جیسے بعض لوگوں کو کہتے ہیں کہ یہ منحوس ہے جب بھی ان سے ملتے ہیں کوئی نقصان ہو جاتا ہے لوگوں کو منحوس سمجھنا، دنوں کو منحوس

سمجھنا، اشیا کو منحوس سمجھنا، کالی بلی کو منحوس سمجھنا، قرآن نے انکو تطیّر کہا ہے یہ بدشگونیاں خرافات ہیں ایک تہذیب جب خرافات پر قائم ہو جائے تو اس میں رہنے والے افراد مذہبی ہوتے ہوئے، عالم ہوتے ہوئے، پڑھے لکھے ہوتے ہوئے، یونیورسٹی کالج میں پڑھتے ہوئے، بھی خرافات پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ یہ خرافات تہذیب کا جز ہیں اور ہم تہذیب کے پابند ہیں۔

۴) آبائی دین:

آبائی نظام، آبائی دین، آبائی سوچ تقلیدی سوچ یہ سب چیزیں بھی تہذیب کو جنم دیتی ہیں۔قرآن کریم نے تہذیب کی تشکیل میں آبائی عنصر کو زیادہ ذکر کیا ہے کہ جو کچھ تم کر رہے ہو جو سوچتے ہو جو کہتے ہو یہ تم نے کہاں سے لیا ہے؟ نبیوں سے کہتے تھے کہ تم کیا کر رہے ہو ہمارے پاس تو آباء کا بتایا ہوا سب کچھ موجود ہے درحقیقت کہ تہذیب اللہ کے دین کے مقابلے میں آبائی دین کا نام ہے۔کیونکہ تہذیب مقدس ہوتی ہے جتنے تہذیبی کام ہیں آپ ان کے سختی سے پابند ہیں پاکستان میں ایک کام جو بہت زیادہ ہو رہا ہے کیونکہ لوگ مسئلہ پوچھنے آتے ہیں تو اس سے پتا چلتا ہے کہ کتنے لوگ ہیں جنہیں نکاح کا علم ہی نہیں ہے نمازِ جنازہ کا علم ہی نہیں ہے کوئی مرجائے تو جنازہ در کفن دفن کے احکام انہیں معلوم ہی نہیں ہوتے لیکن موت کے اوپر جو تہذیب کے قانون ہیں وہ انہیں ازبر ہیں۔

تہذیب نے کچھ ضابطے بنائے ہوئے ہیں کہ اگر کوئی مرجائے تو یہ کام کرنے ہیں اور وہ سب پورے بھی کر دیتے ہیں لیکن دین جو کہتا ہے وہ ہم نہیں کرتے مثلاً تہذیب کا یہ کہنا ہے کہ اگر کوئی مرجائے تو اس کا جنازہ روک کر رکھو جب تک سارے رشتہ دار نا آجائیں حتیٰ وہ رشتہ دار بھی جنہوں نے کبھی اس کو فون ہی نہیں کیا، کبھی سلام تک نہیں کیا، بیماری میں کبھی اس کا حال نہیں پوچھا اس کے بچوں کا حال نہیں پوچھا سب آئیں گے تو جنازہ ہو گا اور یہ سب بہت پابندی سے آتے ہیں اور وہ اس وجہ سے نہیں آتے کہ میت کے ساتھ ہمدردی ہے بلکہ اس وجہ سے آتے ہیں کہ اگر نہ گئے تو تہذیب کے لوگ کہیں گے دیکھو ان کا رشتہ دار مر گیا پھر بھی یہ لوگ نہیں آئے تہذیب کے احترام میں آتے ہیں نا کہ مومن کے احترام میں، جبکہ دین یہ کہتا ہے کہ اگر کوئی مرجائے تو وقت ضائع کئے بغیر اور کسی کا انتظار کئے بغیر اس کو غسل و کفن دو اور فوراً جا کر اس کو دفن کر دو لیکن تہذیب اس کے مقابل میں یہ کہتی

ہے کہ آخری مہمان کے آنے تک اس میت کو محفوظ کر دو اگر چہ گھر میں پڑا خراب ہوتا رہے، سرد خانے میں لے جاو، فلائٹ کا ٹائم دیکھو کوئی امریکہ سے چل پڑا ہے کوئی سعودی عرب سے چل پڑا ہے، کوئی آفریقہ سے چل پڑا ہے کوئی انڈیا سے چل پڑا ہے کوئی پاکستان کے کسی اور علاقے سے چل پڑا ہے کوئی ٹریفک میں پھنس گیا ہے کسی کی گاڑی لیٹ ہے اور تہذیب یہ کہتی ہے جب تک یہ سب نہ آجائیں میت پڑی انتظار کرتی رہے۔ تہذیب کا اتنا احترام ہے اور دین کی پرواہ تک نہیں ہے دین تو کہتا ہے فوراً دفن کرو اگر بیٹا فوت ہو گیا باپ کہیں گیا ہوا ہے آپ دفن کرو باپ آجائے گا مومنین کا کام دفن کرنا ہے، وہ قبر پہ آ کر فاتحہ پڑھ دے گا۔ باپ فوت ہو گیا ہے بیٹا نہیں آیا باپ دفن کر دو بیٹا آجائے گا۔ میت کی زندگی میں جب کوئی اس تک نہ پہنچے زندگی میں اس کی ضرورت نہیں سمجھی مرنے کے بعد کیوں اسکا انتظار کرتے ہیں؟ کیونکہ تہذیب کہتی ہے۔ اگر نہ آئے تو لوگ سرزنش کریں گے اگر کوئی نہ آنے کی پوزیشن میں ہو تو بھی آتا ہے کہ اگر نہ گیا تو لوگ گالیاں دیں گے لوگ ساری عمر مذمت کریں گے کہ یہ تو کسی کے جنازے میں بھی نہیں آتا اور جنازے میں بھی آ کر میت کا منہ تک نہیں دیکھتا جب سے آیا ہے ٹوٹل موبائل پر رہا ہے یا اپنا کاروبار کرتا رہا ہے اپنے گھر والوں کے ساتھ رابطہ رکھے ہوئے ہے لیکن میت کے لیے اسکی آنکھ میں آنسو تک نہیں ہے اور میت کے لیے اظہارِ ہمدردی نہیں کیا، اظہارِ تاسف نہیں کیا، اس کے یتیموں کی پرورش نہیں کی صرف موبائل پہ لگا رہا کیونکہ تہذیب کا تقاضہ پورا کرنا ضروری ہے چاہے دین کا تقاضہ چھوٹ جائے۔

نکاح میں آپ جتنی تیاریاں کرتے ہیں ہمارے نکاح، شادیاں ننانوے فیصد تہذیب کے اصولوں کے مطابق ہوتی ہیں اور ایک فیصد دین ہوتا ہے۔ ان میں نکاح کے علاوہ کوئی ایک بھی چیز دین کی شامل نہیں ہوتی جہیز دینا ہے، زیادہ دینا ہے، کیوں دینا ہے؟ کیونکہ تہذیب ہے۔ یہ تہذیب ہے کیونکہ لوگ کہیں گے کہ بیٹی تھی اس کو دیا کچھ نہیں؟ یہ کام کتنا شرمناک ہے کہ بیٹی کی شادی ہو ٹرک بھر کر اس موچھندر کے گھر میں جائے اس نے کئی خالی کمرے بنا کہ رکھے ہوئے ہیں کہ یہ عورت آ کر انہیں بھرے گی اور پھر یہ اپنے دوستوں کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ اس کا چچا، ماما، بھائی سارے آ کر چوڑے ہو کر کھائیں گے اور اس بچاری کا کام صرف اپنے جہیز کے لائے ہوئے برتنوں کو دھونا ہے۔ جتنے ماں باپ نے دیئے تھے ٹرک بھر کر اب اس کا کام ہے کہ وہ بستر

گندا کرے اور یہ دھوتی رہے، یہ دین نے ان کو کہا ہے کہ بیٹی ہونا جرم ہے؟ یہ دوڑک جرمانہ کے ہیں؟ بیٹی ہونا عذاب کیوں ہے؟ قرآن تو کہتا ہے کہ یہ بیٹی اعزاز ہے۔ یہ بیٹی ایک امانت ہے، یہ بیٹی ایک حرمت ہے، اس کو عزت وقار کے ساتھ لے کر آؤ۔ اس کی حرمت کا خیال رکھو، اس کو سر آنکھوں پہ بٹھاؤ لیکن تہذیب نے اس بیٹی کو کیا بنا دیا؟ خواتین! وہ کام جو آپ کے کرنے کا ہے اگر نہیں کیا تو پھر اس کے اندر آپ ہی پائمال ہونگی۔

خواتین، تہذیب کی تباہی کا پہلا شکار

تہذیب جو کچھ تباہیاں پھیلا رہی ہیں اس کا پہلا شکار خواتین ہیں۔ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ میں صرف ابھی موضوع متعارف کروا رہا ہوں ان شاءاللہ بعد میں یہ موضوع کھلے گا اس وقت درست اندازہ ہوگا کہ تہذیب کی تباہیاں کیا ہیں؟ اور ان تباہیوں میں آپکا کتنا نقصان ہے مثلاً اگر آپ یہاں بیٹھی ہوئی ہیں اور جوتے باہر اتار کر آئی ہیں اور باہر سے کوئی جوتا اٹھا کے لے جاتا ہے تو ہی آپ کو پتہ چلتا ہے کہ جوتا غائب ہو گیا ہے تو کانفرنس چھوڑ کر دین کو چھوڑ کر شور مچائیں گی کہ میرا جوتا کون لے گیا؟ جوتوں کا اتنا احترام ہے تو جہاں آپکا احترام، آپکی شخصیت، آپکی ھویت، آپکا تقدس، آپکی کرامت، آپکا وقار، آپکی شرافت، آپکی ہستی جو چیز تباہ کر رہی ہے اس کی جوتے جتنی بھی اہمیت نہیں ہے؟ آپ کو اپنے جوتے کا زیادہ احساس ہے لیکن اپنا احساس نہیں ہے؟ اگر کوئی آپکے جوتے کے اوپر پاؤں رکھ کر جاتا ہے جیسا کہ پاکستان میں رواج ہے، کیونکہ حقوق کا پاکستان میں کوئی رواج نہیں ہے۔ کسی کا کوئی حق نہیں ہے اگر آپ نے جوتا اتارا ہے اور دوسرا کوئی کیچڑ والا پاؤں رکھ کر لتاڑ دے یا خراب کر دے تو آپ کو دکھ ہوتا ہے، لڑائی پر اتر آتی ہیں، اگر کوئی آپکی شخصیت کو لتاڑ کے چلا جائے، اگر آپکی حیثیت کو کوئی پائمال کر کے چلا جائے آپکی حیثیت کو کوئی نابود کر کے چلا جائے تو اتنا بھی احساس نہیں ہوتا جتنا جوتے کے خراب ہونے پر ہوتا ہے آپ اتنی تو آواز اٹھاؤ یہ کون کر رہا ہے؟ کیسے ہو رہا ہے؟ اور اس کو کون روکے گا؟ اس کے سامنے بند کون باندھے گا؟

جہاد النساء کا میدان تہذیب ہے

دین نے مردوں کا ایک میدان بنایا ہے جتنے سخت اور مشقت والے کام ہیں وہ مردوں کے سپرد ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورتوں کے کام صرف گھر میں کچن چلانا ہے، جھاڑو دینا ہے، برتن مانجھنا ہے، نہیں عورتوں کا ایک میدان ہے جو ان کے اپنے وجود اور انکی اپنی توانائیوں کے مطابق ہے عورتوں کو تہذیب کا میدان دیا، جہاد نساء اس میدان کے اندر ہے چونکہ تہذیب کی ترکیب میں عورت کا ایک اہم اور بنیادی کردار ہے مرد ایک قسم کی تہذیب کے فولوورز ہیں، عورتوں کے مقلد ہوتے ہیں۔

تہذیبیں خواتین کے ہاتھوں بنتی ہیں، تشکیل، خواتین کے ہاتھوں پاتی ہیں مضبوط، خواتین کے ہاتھوں ہوتی ہیں۔تہذیب کی حفاظت خواتین کرتی ہیں۔آپ یہی بتادیں میں نے دوتین مثالیں دیں۔اگر کوئی جنازے میں مصروفیت کی وجہ سے نہیں پہنچا تو مرد زیادہ مذمت کرتے ہیں یا خواتین زیادہ مذمت کرتی ہیں؟ خواتین زیادہ مذمت کرتی ہیں۔دیکھو جی! وہ تو آیا ہی نہیں؟ اس کو آنا چاہیئے تھا عورتیں زیادہ شور مچاتی ہیں، اگر کسی شادی میں جہیز کے اندر کوئی چیز کم ہوگئی تو کون زیادہ باتیں کرتا ہے؟ عورتیں زیادہ باتیں کرتی ہیں مرد تو کہتے ہیں ٹھیک ہے نہیں ہے تو جانے دو لیکن عورتیں پکڑ لیتی ہیں کہ یہ چیز کم ہوگئ ہے عورتوں کے خوف سے ایک بیٹی کا باپ اعضاء جسمانی بیچتا ہے کیونکہ اس معاشرے میں، اس محلے میں رہنا ہے کیونکہ یہ معاشرہ اس مرد کے رہنے کے قابل ہی نہیں ہے اگر وہ اپنی بیٹی کو جہیز نہ دے تو یہ بھی ایک دہشت ہے اس کا اتنا خوف ہے کہ اسکو جاکر اپنے اعضاء وحاصلہ ختم کردے بیچنے پڑتے ہیں تاکہ بیٹی کو بیاہ سکے ایسے کیوں ہے؟ جب کے دین کا حکم ہے کہ دین کا سب سے آسان ترین کام بچوں کی شادی کرنا ہے باقی کام کرنا مشکل ہیں گھر بنانا مشکل ہے، سفر کرنا مشکل ہے، باقی سارے کاموں میں دشواریاں ہیں لیکن ایک کام جس میں دین نے کوئی دشواری نہیں رکھی اور اسے بہت آسان بنایا، اتنا آسان ہے کہ عورت اور مرد راضی ہوں اس سے زیادہ اور خرچہ نہیں ہے سوائے حق مہر کے دین کے اندر شادی بیاہ کتنا آسان امر ہے اور ہم نے اسے کیا بنادیا ہے؟ تہذیب نے کیا بنادیا ہے؟ تہذیب نے پہاڑ بنادیا ہے سروے کریں ابھی یہی جمعیت جو یہاں موجود ہے اگر آپ اپنے اپنے گھروں میں دیکھیں

اور بتائیں کہ کتنی جوان بیٹیاں آپ کے گھروں میں بیٹھی ہوئی ہیں جن کا انتظام نہیں ہو رہا اہتمام نہیں ہو رہا؟ کیوں لوگ نہیں آرہے؟ کیونکہ غریب ہیں اور اتنے ٹرک سامان نہیں دے سکتے اور بچیوں کو دیکھنے کی بجائے ان کے باپ کو، پراپرٹی کو، ان کے گھروں کو، نوکریوں کو، دیکھتے ہیں یہ کدھر جائیں؟ یہ ظالمانہ کام پچھلی نسلوں کا اس نسل میں جاری ہے اور ہم نے یہ وراثت چھوڑنی ہے اگلی نسل کیلئے؟ یہ کام نہیں کرنا، جو ہم نے وراثت میں پایا ہے۔ ہم نے وراثت سے نفرتیں اور فرقہ واریت پائی ہے اور اس کے علاوہ بہت کچھ پایا ہے پچھلی نسلوں نے جو کچھ کیا ہم نے اسے آگے منتقل نہیں کرنا آپ وہ نسل بنیں جو بند باندھیں، جو رکاوٹ بن جائیں جو فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی طرح میدان میں آجائیں۔

پاکستان میں موجود تہذیبیں

۱) آبائی تہذیب:

ایک تہذیب پاکستان کے اندر جو ہماری مقامی و لوکل تہذیب ہے کہ جو ہمارے اپنے ہی آباء و اجداد جو پاکستان و ہندوستان کی سرزمین میں گزرے، انہوں نے خود بنائی ہے، اس تہذیب کے بننے میں صدیوں کا عرصہ لگا ہے انہوں نے ہمارے لئے یہ تہذیب بنا کر چھوڑی ہے اور ہم نے اس کو مقدس سمجھ کر اپنایا ہوا ہے اور اسی پر عمل پیرا ہیں۔

۲) مغربی تہذیب:

ایک تہذیب جو امپورٹیڈ (Imported) ہوئی ہے، وارداتی ہے، باہر سے درآمد کی گئی ہے یعنی مقامی نہیں ہے، وہ مغربی تہذیب ہے اور مقامی تہذیب سے زیادہ بدتر، تباہ کن ہے۔ ان میں سے بہت بڑی ''مغربی تہذیب'' کی یلغار ہے۔ رہبرِ معظم انقلاب عرصے تک اپنی قوم و ملت کو اسکی طرف متوجہ کرتے رہے ہیں۔ تاریخ میں بہت بڑی بڑی یلغاریں وقوع پذیر ہوئی ہیں ہیں۔

مغربی تہذیب کی یلغار

یلغار اس حملے کو کہتے ہیں جو ایک ملک یا ایک فوج دوسرے ملک پر کرتی ہے اور تہس نہس کر دیتی ہیں۔ شہروں کو مسمار کر دیتی ہیں انسانوں کو قتل کر دیتی ہے اموال سارے لوٹ لیتی ہے بالکل اس شہر کے آثار مٹا دیتی ہے اس طرح کے حملوں کو یلغار کہتے ہیں۔ یہ یلغاریں بہت ہیں جیسے مغلوں نے یلغار کی، جس شہر سے گزرے خون کی ندیاں بہا دیں مکان مسمار کر دیئے۔ اس طرح باقی اقوام کے اندر بھی یہ یلغاریں ہوئی ہیں دوسرے ممالک کو جلا کر تہس نہس کر دیا لیکن جو یلغار اور جو تباہی موجودہ زمانے میں مغربی تہذیبیں مچا رہی ہیں اتنی تہذیب نے تاریخ بشر میں یلغار اور تباہی نہیں مچائی۔

مغربی تہذیب نے ادیان مسمار کر دیئے، قومیں مسمار کر دیں، اقوام کی شخصیت کو پائمال کر دیا اور اس کی ہستی خاکستر بنا دی، ایمانی تہذیب متزلزل کر دی سب سے کثیف اور پلید مغربی تہذیب ہے علامہ اقبال نے ساری عمر جو تعلیم پڑھی تھی، توجہ فرمائیں! علامہ اقبال کی قدر جانیں، خدا نے یہ نعمت ہمیں دی ہے ہم اس کی قدر نہیں جانتے انہوں نے انگلش میڈیم پڑھا انگلش تعلیم پائی پھر انگلش ملکوں میں گئے مثلاً برطانیہ و جرمنی میں گئے وہاں جا کر اعلیٰ تعلیم حاصل کی قانون میں بھی، فلسفہ میں بھی اور پھر وہاں سے بیزار ہو کر آئے اور اپنی قوم کو بھی بتایا کہ اس مغربی تہذیب سے بچو یہ تمہیں تباہ و نابود کر دے گی۔

علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے اندر جھانک کر نچلی تہوں کے اندر انکی تہذیب کو دیکھا ہے جتنی کثافت اس فرہنگ کے اندر ہے اتنی پوری دنیا میں نہیں۔ اگر گندگی جمع کی جائے اور اکھٹا کر کے ڈھیر لگا یا جائے اتنی کثافت اس میں نہیں ہوگی جتنی مغربی تہذیب کے اندر ہے اور جس طرح شیطان نے قرآن میں اللہ کی ضد میں قسم کھا کر خدا سے یہ کہا کہ میں تیرے ان بندوں کو، ان انسانوں کو جن کی وجہ سے مجھے دھتکارا گیا، جس کو میں نے سجدہ نہیں کیا، جس کی وجہ سے مجھے رجیم بنایا گیا: میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان کو تباہ کرونگا اور تباہ کیسے کرونگا؟

قَالَ رَبِّ بِمَا اَغْوَيْتَنِي لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِينَ (۱)

ترجمہ: میں برائی اور بدی کو حسن، خوبصورت و پرکشش بنا کر ان کے سامنے پیش کرونگا پھر یہ خود کھینچے چلے آئیں گے۔

یہ شیطانی تہذیب ہے، مزین سجی اور سنواری ہوئی، سنگھار کی ہوئی، مومن خود کھینچتے ہوئے اس کے قریب چلے جاتے ہیں اور اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں یہ تہذیب کی یلغار ہے جس نے تقریباً مقامی تہذیب کو میدان سے نکال دیا اور اس کی جگہ شیطانی تہذیب کو دے دی۔ اب ہماری تمام زندگی کے اوپر غربی تہذیب کے اثرات ہیں۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ مومنین دوسروں سے زیادہ آگے بڑھتے ہیں اور مومنین و مومنات کو اس کے اندر زیادہ دلچسپی ہے۔

۳) دینی تہذیب:

تمام تہذیبوں میں سب سے بہترین دینی تہذیب ہے لیکن افسوس یہ تہذیب بن کر عملی میدانوں میں نہیں آئی بلکہ زندگی کے کنارے میں منتظر تماشہ دیکھ رہی ہے اور حاشیہ میں ہے ہم نے اس کو تہذیب بنایا ہی نہیں، ہم نے اس کو تقدس کا رنگ دے کر کنارے پہ رکھا ہوا ہے جیسے فرض کریں یہ ہال ہے اس ہال کے اندر خواتین تشریف فرما ہیں لیکن اس ہال کو سجانے کے لئے کپڑے پردے آویزاں ہیں وہ اصل شرکاء نہیں ہے۔ اصل شرکاء آپ ہیں ارکان کانفرنس آپ ہیں وہ سجاوٹ کے لیے ہیں دین کا ہم نے یہی استعمال کیا ہوا ہے کہ شرکاء زندگی شریک زندگی ہندی اور غربی تہذیب ہے اور دین سائیڈ پہ دیواروں، کھڑکیوں پر سجا کر خوبصورتی کے لیے رکھا ہوا ہے اور کبھی کبھار ہم دینی رنگ اپنا لیتے ہیں۔ ماہِ محرم و ماہِ رمضان آئے تو ہم مذہبی بن جاتے ہیں ہم سب نے جو اصل کام کرنا ہے وہ یہ ہے کہ دین کو، اہلِ بیت کی تعلیمات کو، قرآن کو، نظامِ زندگی کے معمولات کا نظام بنانا ہے ایک نظام کی میں پہلے ہمیشہ بات کرتا آیا ہوں اور وہ امامت و ولایت کا نظام ہے۔

(۱) سورۃ الحجر، آیت: ۳۹

نظامِ ولایت کی راہ میں رکاوٹ

نظامِ ولایت کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ کیا ہے؟ سب سے بڑا مزاحم کون ہے؟ آگے کون کھڑا ہے جو نظامِ ولایت کو آگے نہیں آنے دیتا؟ یہاں آپ کی تشریف آوری سے چند دن پہلے اہلِ سنت کے معروف عالم دین تشریف لے آئے یہاں پر انہوں نے سارا جامعہ دیکھا، جامعہ ام الکتاب دیکھا، عروۃ الوثقیٰ کو دیکھا اور یہ سارا نظام دیکھ کر یہ اہلِ سنت کے عالم دین کہہ کر گئے اور سب کے سامنے یہ کہا:

یہ بنا ہوا نظام دیکھ کر یقین ہوگیا ہے کہ امام مہدی (عج) کے ظہور کیلئے میدان تیار ہے۔

اور یہ بات بھی آپ کے خدمت میں عرض کروں کہ سال ۱۳ رجب کو جو عروۃ الوثقیٰ کا یومِ تاسیس ہوا کہ جو مولا علیؑ کی ولادت کا دن بھی تھا، اس موقع پر ایران سے ایک سرکاری وفد دورے کے لئے آیا اور اس میں سابقہ وزیرِ خارجہ تھے اور ایک بھاری وفد تھا اتفاقاً آئے ہوئے تھے تو یہاں بھی تشریف لے آئے اور ہمیں علم نہیں تھا انہوں نے خود رابطہ کر کے ہم سے کہا کہ ہم آرہے ہیں انہوں نے تقریر کی اور جاتے ہوئے یہ کہا کہ

پہلے جب میں تعجیل امامِ زمانہ عجل اللہ تعالیٰ کے لئے دعا کرتا تھا تو دل میں کھٹکا ہوتا تھا یعنی کہتا تو تھا چونکہ حکم ہے، ادب ہے کہ آپ امام کے ظہور کے لئے دعا کرو تو العجل کہتا تھا لیکن اندر کھٹکا سا رہتا تھا کہ اگر امام آگئے تو کیا کریں گے؟ اگر آگئے تو کیا ہوگا؟ تو انہوں نے کہا کہ میں یہاں آیا ہوں اور یہاں دیکھ کر اب میں یقین کے ساتھ دعا کروں گا کہ امام آجائیں اب میدان تیار لگ رہا ہے!

میں نے ان دو شخصیتوں کے الفاظ بیان کر دیے ہیں لیکن اگر کسی پاکستانی کے سامنے نظامِ امامت کا نام لیا جائے تو وہ کیا جواب دیں گے آپ نے سنا ہوا ہوگا کہ وہ کیا جواب دیتے ہوں گے وہ کہتے ہیں یہ کام ناممکن ہے۔ ہم امامت کو نہ ماننے والے کن کو کہتے ہیں؟ سنیوں کو کہتے ہیں اور سنی کہتا ہے کہ میں یقین کر چکا ہوں کہ اب امام زِمانہ (عج) کا ظہور ہوگا لیکن کیوں پاکستان کا شیعہ عورت و مرد امامت کو نہ ممکن سمجھتے ہیں۔ یہ اہلِ سنت کے مذہب پر تہمت ہے ان کے مسلک کے اندر، ان کی کتابوں کے اندر امامت مسلّمات میں سے ہے، مہدویت مسلّمات میں سے ہے اور ایسی کتابیں ہیں جو امامت پر لکھی گئی ہیں جو اہل سنت کے تمام مسالک میں آپ نے

بھی دیکھی ہوں گی باقاعدہ طور پر انہوں نے منابع اور اپنی کتابوں سے لکھی ہے اور یہ مسلمات میں سے ہیں امامت بھی مسلمات میں سے ہے اور مہدویت بھی مسلمات میں سے ہے لیکن تردید اسکو ہے جو صدیوں سے امامت کا نام لے رہا ہے وہ ناممکن سمجھتا ہے یہاں میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ کونسی چیز ہے" جو امامت کی راہ میں ہمیں دیوار نظر آتی ہے؟ وہ تہذیب ہے" ہماری تہذیب امامت کی تہذیب نہیں، امامت پذیر تہذیب نہیں ہے، دین پذیر تہذب نہیں ہے، توحید پذیر تہذیب نہیں ہے، اسلام پذیر تہذیب نہیں ہے، قرآن پذیر تہذیب نہیں ہے۔

یہ رکاوٹ ہٹانی ہے ورنہ کبھی بھی اللہ کا نظام اس سرزمین پر نافذ نہیں ہوسکتا۔ ۷۰ سالہ ملک جو لاالہ الااللہ کی بنیاد پر بنا آج لاالہ کیلئے ہی اس کے اندر بڑی دیوار بنی ہوئی ہے کہ یہاں لاالہ الااللہ نہ ہو ہر چیز ہو اس کے اندر ہر نظام ہو، ہر حکومت ہو، ہر ثقافت ہو لیکن لاالہ الااللہ کا یہاں کوئی نظام نہ ہو، اللہ کی حکومت کا کوئی نظام نہ ہو، کس چیز نے روکا ہوا ہے؟ آیا بھارت ہمیں روکتا ہے؟ پاکستان میں نظامِ توحیدی سے اسرائیل ہمیں روکتا ہے؟ پاکستان میں کون آکے دیوار بن کر کھڑا ہوا ہے؟ یہ تہذیب ہر چیز کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

ظہورِ امام زمانہ (عج) کی تیاریاں

آپ نے کیا کام کرنا ہے؟ کیا کوشش کرنی ہے؟ اگر آپ نظام امامت وولایت ونظام اللہ چاہتے ہیں کہ آپ اور آپ کی نسلوں پر حکم فرما ہو۔ جو دعائیں منہ پر ہیں، لبوں پر ہر وقت جو دعا آتی ہے کہ امام عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ظہور فرمائیں اس دعا کیلئے میدان بنائیں۔

میدان یہ نہیں کہ جو ہم نے سیکھا ہوا ہے مثلاً شیعوں نے ایک کام کیا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ امام عصر (عج) کی حاضری پکاتے ہیں ادھر لاہور میں میں نے سنا ہے کہ خواتین یہ کام کرتی ہیں یہ زیادہ تر لوگوں نے سکھایا ہے یا بعض علماء نے سکھایا ہے کہ امام عصر (عج) سے ملاقات کیسے کریں؟ پہلے امام کی نیاز پکتی ہے پھر ایک کمرے میں کرسی لگاتے ہیں اور اس کرسی کو خالی رکھتے ہیں، آگے دسترخوان لگا ہوتا ہے، باقی سب علیحدہ کمرے میں بیٹھ کر کھا رہے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کمرے میں امام بیٹھے ہوئے ہیں ظاہر ہے وہاں تو کوئی

بھی نہیں ہے نہ بعد میں کوئی وہ کھاتا ہے۔ بعد میں وہ یہ کہتے ہیں کہ امام نے چکھا ہے چکھ کے چلے گے ہیں باقی سب تبرک کے طور پر اس کھانے کو آپس میں بانٹ لیتے ہیں، یہ شعبدہ باز ہیں، مداری ہیں، انہوں نے یہ امام زمانہ(عج) کی توہین شروع کر دی ہے، امام زمانہ(عج) کو مذاق بنالیا ہے۔

امام زمانہ(عج) نے امت کیلئے آنا ہے امامِ امت کیلئے آتا ہے امام ریوڑ کے اندر نہیں آتا اور تہذیبیں امت نہیں بناتی بلکہ تہذیبیں ریوڑ بناتی ہیں امت دین بناتا ہے، اُمت قرآن بناتا ہے وہ کام جو خواتین کے کرنے کا ہے وہ یہ کہ آپ تشیع کو سیرت اہلِ بیت کو، سیرتِ فاطمۃ الزہراء کو پاکستان کے ہر ایک گھر میں، ہر گلی میں اور روزمرہ معمولات کی تہذیب میں بدل دیں۔

جنابِ سیدۃ سلام اللہ علیہا قرآنی تہذیب کا اسوہ

کیا ہمارے روزمرہ کے معمولات دین کے مطابق انجام پاتے ہیں، اللہ کے فرمان کے مطابق انجام پاتے ہیں؟ کیا آپ بتاسکتی ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا جس ماحول میں رہتی تھی وہ عربی تہذیب تھی، وہ قبیلے کی تہذیب تھی، وہ یثرب و مکہ کی تہذیب تھی، وہ جاہلیت کی تہذیب تھی اور آپ ڈھونڈیں جنم سے لے کر شہادت تک جنابِ فاطمۃ الزہراء کی زندگی میں ایک دن ڈھونڈیں، ایک دن تو زیادہ ہے، ایک گھنٹہ ڈھونڈیں، ایک گھنٹہ بھی بڑا ہے، ایک منٹ ڈھونڈیں ایک منٹ بھی لمبا عرصہ ہے ایک ثانیہ ولمحہ ڈھونڈیں کہ فاطمۃ الزہراء نے اپنے معمولات قرآن سے ہٹ کر جاہلیت کی تہذیب کے اندر بسر کئے ہوئے ہوں؟ آپکو ایک لمحہ بھی نہیں ملے گا۔ جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا پیدا کہاں ہوئی تھی؟ جہاں تہذیب ہی جاہلیت کی تھی، جہاں قبائلی تہذیب تھی قبائلی تہذیب کے اندر پیدا ہونے والی ہستی اسلام کی تہذیب کی پرچمدار بن گئیں اور قبائلی تہذیب والوں کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئیں۔

قیامِ فاطمہ سلام اللہ علیہا قبائلی تہذیب کے خلاف تھا

کیوں بی بی سلام اللہ علیہا میدان میں آئیں؟ آپ کو پتا ہے کہ وہ سیاسی فیصلہ جو اس وقت کیا گیا وہ کس قانون اور کس نظریہ کے مطابق ہوا، آیا یہ قرآن کے مطابق تھا؟ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد جو فیصلہ ہوا وہ قرآنی حکم نہیں تھا، وہ اسلامی حکم نہیں تھا، وہ قبائلی تہذیب کے مطابق تھا، قریشیت قبائلیت ہے، قریشیت اسلام کا حصہ نہیں ہے کہ ولی قریش میں سے ہونا چاہیئے یہی تو رسول للہ نے آ کر ختم کیا کہ کسی قریشی کو غیر قریشی پر ترجیح حاصل نہیں ہے لیکن ترجیح بعد میں کس بنیاد پر دی گئی؟ پس معلوم ہوا کہ رسولؐ اللہ نے آ کر جس رکن کو گرایا وہ قبیلہ پرستی تھی اسی کو دوبارہ اٹھایا اور اسی کو دوبارہ قائم کیا۔ میں یہ عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ! ہم بارہ سو سال سے امامت کو العجل کہہ رہے ہیں لیکن امامت کا ظہور نہیں ہوا بارہ سو سال سے العجل کہہ رہے ہیں لیکن ہندی تہذیب میں رہ کر العجل کہنا یہ ایک مذاق ہے قبائلی تہذیب میں رہ کر امامت کو العجل کہنا یہ امامت کا مذاق ہے وہ قدم اٹھائیں جو جنابِ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا نے اٹھایا۔ آپ جانتی ہیں کہ تنہا قدم اٹھایا اور پہلی دعوت دی اور جا کر دروازے کھٹکھٹائے جب کوئی بھی نہیں آیا تو میدان میں اتری، میدان میں اتر کر لوگوں کو بتایا کہ یہ کون سی تہذیب ہے؟

فَهَيهاتَ مِنكُمْ وَ كَيفَ بِكُمْ وَ اَنّى تُؤْفَكُونَ (۱)

افسوس تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم کہاں چلے جا رہے ہو؟

یہ تو دوبارہ تم جاہلیت کی طرف جا رہے ہو قبائلیت کی طرف جا رہے ہو قرآن میں تو اللہ نے کچھ اور بتایا ہے نے کچھ اور بتایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا وہ تو میرے گھر میں ہے تم کہاں ہو؟ اور کدھر جا رہے ہو؟ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا نے انصار کی خواتین سے بائیکاٹ کیا کہ میں نے تم سے کوئی بات نہیں کرنی جب تم اللہ کی راہ پر نہیں ہو تو میرا تم سے کیا تعلق ہے؟ تم جو دین کے تقاضے پورے نہیں کر رہے ہو تم تو قریشیت کے تقاضے پورے کر رہے ہو تو میرا تمہارا کوئی رابطہ نہیں ہے اور ملنا ملانا چھوڑ دیا امیر المومنین پر شدید دباو تھا کہ

(۱) خطبۂ فدکیہ۔ الإحتجاج على أهل اللجاج (للطبرسي) ج ۱، ص ۱۰۱

کسی طرح بی بی سلام اللہ علیہا سے عیادت کی اجازت لے کر دیں امام نے کئیں دفعہ آ کر بی بی تک یہ بات پہنچائی لیکن پھر بھی بی بی سلام اللہ علیہا نے اجازت نہیں دی اور انکار کر دیا آخر کار خواتین بہت سے واسطے ڈالے کہ ہم نے بی بی سلام اللہ علیہا سے ملاقات کرنی ہے اور پھر جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا نے اجازت دی۔

خطباتِ فاطمہ سلام اللہ علیہا

بی بی کے دو خطبے بہت مشہور ہیں!

1)ایک مسجدِ نبویؐ میں جو خطبہ بیان فرمایا

2)ایک انصار کی خواتین کے سامنے۔

اہلِ انصار: انصار وہ طبقہ تھا جو مدینہ میں ہی تھے مکہ سے ہجرت کر کے نہیں آئے۔اوس وخزرج جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا انہیں انصار کہتے ہیں رسولؐ اللہ نے انہیں یہ نام دیا اللہ تعالی نے انصار اسلام انصار رسول کہا، وہ خواتین آ کر التجا کرتیں اور اصرار کہ ایک دفعہ ہمیں موقع دیں ہمیں شرمندگی ہو رہی ہے کہ خاتونِ دو عالم ہم سے ناراض ہیں اور ہمیں دیکھنا تک پسند نہیں کرتیں، یوں نہیں تھا کہ وہ خواتین نفرت کرتی تھیں بلکہ وہ ہم سے زیادہ عقیدت رکھتی تھیں ہم نے فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کا نام سنا ہوا ہے لیکن وہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کیسا تھ زندگی بسر کر رہی تھی نفرت نہیں تھی شدید محبت تھی۔ہم جس عمل کے نتیجے میں قربِ الٰہی اور شفاعتِ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا چاہتے ہیں آپ دیکھ لیں اسکی کتنی تاثیر ہے؟ ہم قبائلیت اور ہندی تہذیب، پہ چل کہ صرف العجل العجل کہیں اور فاطمۃ الزہراء سے محبت کریں تو فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا اپنے ساتھ جنت میں بٹھالیں گی؟ یہ غلط فہمی ذہن سے نکال دیں نہ شکل دکھائیں گی اور نہ ہی شکل دیکھیں گی۔انصار کی خواتین نے اصرار کیا کہ ہمیں موقع دیں بی بی سلام اللہ علیہا نے قبول کیا اور شرط بھی رکھی کہ کوئی مہاجر عورت نہ آئے۔ یہ سب کوڈ ہیں یہ سمجھنے کیلئے کہ مہاجر خواتین میں سے کوئی نہ آئے جبکہ وہ بھی مسلمان تھیں مومنہ تھیں، وہ معصیت کار نہیں تھیں بدکار نہیں تھیں وہ ساری اہلِ عمل تھیں، وہ ساری عمل صالح انجام دیتی تھیں۔ان میں سے بعض کے بڑے کارنامے تھے ظاہر ہے مکہ سے دین کی خاطر ہجرت کر

کے آئی تھیں، رسول اللہ کی خاطر اپنے آباو اجداد، اپنے گھر بار سب کچھ چھوڑ کر آئیں تھیں، معمولی خواتین تو نہیں تھیں لیکن جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا نے اُنہیں سے کہا کہ میں تمہاری شکل نہیں دیکھوں گی انصار کی خواتین سے کہا وہ آجائیں مہاجر کی کوئی خاتون نہ آئے بی بی سلام اللہ علیہا نے پوچھا انصار کی خواتین سے کہ تم نے کیا کیا ہے؟

پھر پوچھا تمہارے مردوں نے کیا کیا ہے؟ بی بی سلام اللہ علیہا نے کہا: کہ جن مردوں نے علیؑ کی ولایت کا اقرار نہیں کیا ان مردوں کی تم بیویاں ہو؟ ان مردوں کی تم بہنیں ہو؟ تم ان مردوں کی بیٹیاں ہو؟ تم نے ان مردوں کیساتھ کیا کیا؟ وہیں پر ان خواتین نے آہ و بکاء کرنا شروع کیا کہرام مچا دیا، روتی ہوئی نکلیں اور اپنے اپنے گھروں میں جا کر اپنے مردوں کو گلیوں میں نکال کر ان پر لعنت کرنا شروع کی کہ تم نے فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کا دل دکھایا ہے وہ عورتیں اس وقت متوجہ ہوئی کہ اس وقت کیا ہوا ہے یہ خطبہ انصارِ مدینہ کی خواتین کو اس لیے دیا تھا کہ اپنی تہذیب بدلیں۔

تہذیب ڈنڈوں اور بندوقوں سے نہیں بدلتی، تہذیب جلوسوں سے بھی نہیں بدلتی، تہذیب اپنی ذات سے بدلنا شروع ہوتی ہے کیونکہ تہذیب ایک نظام ہے جو روزمرہ زندگی کا ہے تہذیب خود بدلیں اپنے اندر سے، اپنی ذات سے شروع کریں اپنے گھر سے شروع کریں جتنی تہذیبیں بنی ہیں وہ اسی طرح بننا شروع ہوتی ہیں انہیں ایک دن میں آ کر پوری مملکت میں نافذ نہیں کیا جاتا بلکہ یہ تہذیبیں ایک شخص سے شروع ہوتی ہیں ایک ہستی سے شروع ہو کہ عالمگیر بن جاتی ہیں۔

روز عہد

آپ یہ عہد کریں کیونکہ یہ روزِ عہد ہے بارہا میں نے کہا کہ ایامِ شہادت یا ولادت صرف لنگر کے دن نہیں ہوتے، عقیدت کے دن نہیں، عہد کے دن ہیں انہی ہستیوں کو واسطہ قرار دیں عہد کریں جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کیساتھ عہد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عہد کریں، امیر المومنین علیہ السلام کیساتھ عہد کریں، امام حسین علیہ السلام کیساتھ عہد کریں، امامِ عصر (عج) کیساتھ عہد کریں اور ان ہستیوں کو واسطہ قرار دے کر اللہ سے

عہد کریں، کہ ہم نے اپنے ملک کے اندر وہ تہذیب اپنانی ہے، وہ تہذیب فروغ دینی ہے، وہ تہذیب ترویج کرنی ہے کہ جس تہذیب سے ظہورِ امامت کیلئے میدان بن جائے۔

دلدلی تہذیب کا علاج

موجودہ تہذیب رکاوٹ و دلدل ہے بنجر نہیں ہے، دلدل ہے۔ بنجر زمین وہ ہوتی ہے جس میں بیج ڈالو وہ اگتا نہیں ہے دلدلی زمین وہ ہوتی ہے جس میں بیج نہ صرف اگتا نہیں ہے بلکہ مر جاتا ہے، ڈوب جاتا ہے، ختم ہو جاتا ہے تہذیب دلدل ہے بنجر زمینوں کو محنت کرنے سے ہموار کرنے اور نرم کرنے سے انسان انھیں زرخیز بنا سکتا ہے لیکن دلدلی زمینوں میں آپ نہ ہل چلا سکتے ہیں اور نہ ہی کچھ اور کر سکتے۔

دلدل: یعنی کالا کیچڑ جو عرصہ سے، سالوں سے ایک جگہ جمع ہو اور انسان اس کے اوپر پاؤں رکھے تو دھنس جاتا ہے۔ انہیں زرخیز نہیں بنایا جاسکتا، ان میں کچھ بھی نہیں اگایا جاسکتا انہیں دلدلوں کو نکال کر باہر پھینکا جائے، کالا کیچڑ اٹھا کر باہر پھینکو اور اس کی جگہ پر زرخیز مٹی کاشت کرو۔ یہ دلدلی و گندی تہذیب اٹھا کر دور پھینکو۔ کہاں سے پھینکنی ہے؟ پہلے اپنی ذات و وجود سے، اپنے گھر سے پھر اپنی قوم و قبیلے سے، اپنے ماحول و محلے سے گندی تہذیبیں نکالنا ہونگی کیونکہ انکے اندر نسلیں پاکیزہ نہیں ہوسکتی۔

گندی تہذیبوں میں پاکیزہ لوگ نہیں ہو سکتے امام مہدی (عج) کے پیروکار گندی تہذیب میں پیدا نہیں کیئے جاسکتے بلکہ الٰہی و فاطمی تہذیب میں پروان چڑھتے ہیں اس لئے تہذیب کی حقیقت کو سمجھنا بہت ضروری ہے چونکہ روزمرہ زندگی کا نظام تہذیبی ہے اور اسی کے بطن سے باقی تمام نظام نکلیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آتے ہی امامت قائم نہیں کی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۱۳ سال میں تہذیب بدلی۔ تہذیب کا تختہ الٹا، تہذیب کی گندگی کو صاف کیا، جب وہ تہذیب ختم ہوگئی پھر وہاں پر امامت کے ستون گاڑے۔ کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عمر حیاتِ مبارکہ کے آخری سال اعلان کیا؟ اسلئے کہ اس سے پہلے جو تہذیب تھی وہ امامت پذیر نہیں تھی۔ قبائلی تہذیب تھی، قریشی تہذیب تھی، امام حسین علیہ السلام نے دعاء شریفِ عرفہ میں جو شکر خدا کا

بجالایا ہے وہ یہی تھا کہ خدایا! میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تونے کفر و شرک کی تہذیب میں میری ولادت کو جائز نہیں سمجھا! میری ولادت سے پہلے کفر و شرک کی گندگی کو صاف کیا اور پھر میری ولادت ہوئی۔ میں اس توفیق پر تیرا شکر گزار ہوں! چونکہ تہذیبیں اثر ڈالتی ہیں۔

جنابِ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کا تقاضہ

ہم تہذیبوں میں مذہبی رسمیں تو بجالا سکتے ہیں یہ تہذیب جس میں (۷۰) سال جئے اور صرف رسومات بجالائے ستر سال اور بھی یہ تہذیب رہی تو پھر آپ صرف تشیع کے رسومات تک آگے جائیں گے، کبھی بھی تشیع کے ارکان حاصل نہیں ہونگے۔ کبھی بھی امامت قائم نہیں ہوگی کبھی بھی حسرتِ فاطمہ سلام اللہ علیہا پوری نہیں ہوگی اور اس وقت ذمہ دار ہم ہونگے یہ کام خواتین کے کرنے کا ہے یہ کام دوسروں کا نہی ہے، تہذیب کے سپاہی، تہذیب کا لشکر تہذیب کی ترکیب و تشکیل، یہ جن معماروں کے ہاتھوں سے ہوتی ہے وہ معمار خواتین ہیں لیکن معمار اناڑی نہ ہو، معمار نابلد نہ ہوں، معمار ناواقف نہ ہوں معمار خود جانتا ہو کیونکہ انہوں نے یہ عمارتیں خود بنائی ہیں آپ دیکھیں وہ معمار کتنے ماہر ہیں جنہوں نے مہارت کیسا تھ یہ سب کچھ کھڑا کر کے بنا کے ہمیں دیا ہے۔ آنے والی نسلوں کیلئے ابھی تک ہم نے وراثت لی ہوئی اس وراثت کو چھوڑ دینے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ خواتین ہندی تہذیب و مغربی تہذیب کی راہ میں سدو دیوار بن جائیں۔ خواتین مغربی تہذیب کے سامنے دیوار بن جائیں اس یلغار کو ناکام بنائیں اس یلغار کو روکیں یہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا تقاضہ ہے۔

ان شاء اللہ خداوند تبارک و تعالیٰ یہ توفیق و توانائی آپ سب کو اور ہم سب کو عطا فرمائے۔ ہم اس سرزمین پاکستان کو آباد کریں۔ یہ پاک، ستان ہے۔ ستان جگہ کو کہتے ہیں۔ ستان فارسی لفظ ہے یہ جس کی ساتھ بھی لگے اس کا مطلب جگہ ہے ہندوستان بھی ہندو کی جگہ اور پاکستان بھی پاک جگہ، گلستان بھی گل کی جگہ چمنستان چمن کی جگہ، پاکستان یعنی پاکیزگی کی جگہ، طہارت کی جگہ اس کو پاک بنائیں جتنی ناپاک تہذیبیں ہیں انہیں چھوڑ کر اسلامی و دینی تہذیب اختیار کریں اس کے لیے سب سے پہلے یہ دلدل ہٹائیں، اس کو اٹھا کر باہر پھینکیں تاکہ نورِ

خدا آئے، امامت کا نور آئے، اللہ کا، توحید کا، قرآن کا نور آئے دلدل میں نور نہیں لایا جا سکتا، ان شاء اللہ! آپکی ہمت سے، آپکی توانائی سے، آپکی کوششوں سے خداوندِ تعالی عنقریب وہ دن لائے گا کہ ہم وہ ایک جشن منائیں جس کی حسرت صدیوں سے لوگوں کو تھی اور وہ جشن ظہورِ امام زمانہ (عج) ہوگا۔ ہو اور آپ ان شاء اللہ اس پرچم کے نیچے محشور ہونگے ان شاء اللہ!

فصل ہشتم:

حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام
اسوۂ شعور و بیداری

مقامِ حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں پر سیدہ دو عالم سلام اللہ علیہا کا عظیم مقام و مرتبہ ذکر فرمایا ہے اور جہاں پر آپؑ کو کوثر منبع خیر کثیر (نہ ختم ہونے والی خیر) اور امت کے لئے اسوہ قرار دیا ہے وہیں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کا مقام و مرتبہ متعدد فرامین وارشادات اور احادیث کی روشنی میں مومنین، صحابہ کرام اور امتِ اسلامیہ کے سامنے بیان فرمایا ہے۔ ہر چند اِس وقت تعصب اور فرقہ واریت کا دور دورہ ہے اسکے باوجود یہ بات تمام مسلمین کے علم میں ہے اور تمام فرقوں میں یہ تعلیمات موجود ہیں کہ پیغمبرا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس قدر حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کا احترام کیا، اتنا احترام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کسی اور کے لئے نظر نہیں آتا حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں امہات المومنین کا اور دیگر مرد اور خواتین کا اس طرح احترام و مرتبہ مشاہدہ نہیں ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شخص یا شخصیت کے آنے پر قیام فرماتے ہوں یعنی ان کی تعظیم میں کھڑے ہو جاتے ہوں حتیٰ کہ ان کے احترام میں موضوع منقطع کرتے ہوں، گفتگو روک دیتے ہوں، محفل میں قیام کر لیتے ہوں، سب کے سامنے تعظیم و احترام بجا لاتے ہوں۔ نبی خاتم جو افضل مافی الارض ومافی العالم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی نبی اور ولی کا مقام نہیں ہے، یہی ہستی، سرورِ کائنات، سرکارِ دوعالم سیدہؑ کائنات سلام اللہ علیہا کے احترام میں کھڑے ہو جاتے ہیں، امت کو آگاہ کرنے کے لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بی بی سلام اللہ علیہا کو کس قدر عظیم مقام و مرتبہ پر فائز کیا ہے!

عقیدتوں کے حجاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہستی ہو یا ائمہ اطہار واہل بیت علیہم السلام اور بالخصوص حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی، ان کی نسبت عامۃ المسلمین کے اندر فراوان عقیدت پائی جاتی ہے اور بالخصوص مذہبِ امامیہ میں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے متعلق خاص عقیدت، محبت والفت پائی جاتی ہے۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام واولادِ علی علیہ السلام اور جناب

فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے متعلق مومنین ومومنات کے دلوں میں محبت وعقیدت ہے اور وہ اسی عقیدت پر ہی اکتفا کرتے ہیں جبکہ بیداری وشعور کی ضرورت محسوس نہیں کرتے! تاریخ بھر میں یہ سنت اور قانون رہا ہے کہ عقیدت مندوں کا بیداری کی طرف زیادہ رجحان نہیں ہوتا چونکہ عقیدت میں اتنی قوت وطاقت ہوتی ہے کہ وہ باقی تمام چیزوں کی ضرورت کو بھی پورا کردیتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں عقیدت ایسے ہی ہے جیسے آپ کو بھوک لگی ہو اور غذا کی ضرورت ہو اور اس سے پہلے آپ مٹھائی یا کوئی میٹھی چیز کھالیں تو پھر مرغوب ترین چیز کی رغبت بھی ختم ہو جاتی ہے یعنی مٹھاس بھوک کے اوپر ایسے اثر انداز ہوتی ہے کہ بھوک کو وقتی طور پر مٹا دیتی ہے۔

عقیدت ومحبت بھی مٹھاس کی طرح ہیں کہ جب تناول کرلیں تو پھر علم ومعرفت، شعور وبیداری، آگاہی اور مطالعہ کا احساس ختم ہوجاتا ہے۔ عقیدت مند عقیدت کے جذبے سے اتنے سرشار ہوتے ہیں جیسے اگر ایک برتن میں کچھ ڈالیں تو ایک حد تک اس میں گنجائش ہوتی ہے اس کے بعد مزید اس میں کچھ سمانے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ عقیدت مندوں کی بھی یہی حالت ہوتی ہے کہ عقیدت مندوں کو اگر عقیدت سے ہٹ کر کوئی بات بتائی جائے تو وہ اس کو الٹ دیتے ہیں، اس کو نگلتے نہیں ہیں پھر ان کے ظرفِ قلب میں اور کوئی بات سماتی ہی نہیں۔ گھریلو خواتین کا تجربہ ہے کہ چھوٹے بچے بعض اوقات بھوکے ہوتے ہوئے بھی غذا کی طرف رغبت نہیں کرتے، کئی کئی گھنٹے بھوکے رہیں گے لیکن وہ کھانا نہیں کھاتے، کھانا کھانے کی بجائے، ایسی چیز جو ان کی پسندیدہ اور بچگانہ چیز ہو، اس کو کھائیں گے، ان کی بے رغبتی کے باوجود مائیں بار بار کوشش کرکے کچھ نہ کچھ کھلا دیتی ہیں، کبھی پکڑ کے، کبھی جکڑ کے، کبھی پیار سے اور کبھی ڈانٹ کر، جب ماں کا بس نہ چل رہا ہو تو وہ بچے کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتی ہے کہ میرے بچے کو بھوک نہیں لگتی، یہ کھانا نہیں کھاتا، اب ڈاکٹر بھی اپنے تجربے اور علم کے مطابق کوئی نہ کوئی راہ حل نکال کر دیتا ہے اور بعض اوقات ماں کامیاب بھی ہوجاتی ہے، جو بچے کھانا نہیں کھاتے، اب وہ آہستہ آہستہ ماں کی کوشش سے اور ڈاکٹروں کی تجویز کردہ دوائی سے بچہ غذا کھانا شروع کردیتا ہے اور اس طرح سے بچے کی صحت بحال ہوجاتی ہے اور بعض اوقات کامیابی نہیں بھی ملتی کہ جس کے نتیجے میں بچہ لاغر اور دبلا ہوجاتا ہے، خون اور غذائیت کی کمی ہوجاتی ہے لہٰذا جسم نحیف ولاغر ہوجاتا ہے اور رنگت پیلی پڑ جاتی

ہے۔امتوں کا بھی یہی حال ہو جاتا ہے کہ امتیں بچوں کی طرح ایسی چیزیں تناول کر لیتی ہیں کہ ان کے اندر بھی آگاہی، بیداری و شعور کی طرف رجحان ختم ہو جاتا ہے۔ کبھی تو ایسے مبلغین اور علماء کہ جن کے اندر ماں جیسی شفقت ہوتی ہے چونکہ معلم اور ماں کو اللہ نے ایک جیسا احساس دیا ہے تو معلم بھی ماں کی طرح کوشش کر کے کسی نہ کسی طریقے سے وہ معرفت جو اِن کے لئے ضروری ہے وہ اِن کو دے دیتا ہے جبکہ بعض اوقات کامیابی نہیں ہوتی اور پھر کوئی اور جتن کر کے حکیم و دانا کے مشورے سے یا اسکی بتائی ہوئی تدبیر کے مطابق کوشش کرتا ہے کہ امت کو اس رغبت، عقیدت اور محبت کے ساتھ ساتھ علم و آگاہی اور معرفت بھی دے سکے۔

پاکستان کے اندر باقی تمام طبقات کی نسبت بالخصوص طبقۂ خواتین کیلئے اور بالاخص مومن خواتین کے لیے اس چیز کی اشد ضرورت ہے کہ جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ سعادت بخشی ہے اور یہ توفیق عنایت کی ہے کہ ان کے قلوب کے اندر نورِ ایمان ڈال دیا ہے اور ان کا وجود، ذات، دل، اذہان، گھرانے اور ماحول ایمان کی نورانیت سے منور ہوتا ہے، ان کے لیے آگاہی اور بیداری ضروری ہے۔

بیداری و شعور میں خواتین کا کردار

ہم پہلے بیداری و شعور کا معنیٰ سمجھ لیں کہ بیداری و شعور کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کی بیداری و آگاہی کے لیے کیا اہتمام فرمایا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے بیداری و آگاہی کے لیے جو اہتمام فرمایا ہے اسی اہتمام اور الٰہی تدبیر کا ایک حصہ جنابِ زہراء سلام اللہ علیہا ہیں۔ تاریخی اعتبار سے تاریخِ اسلام میں بلکہ ادیان کی تاریخ میں بھی بیداری و شعور اجاگر کرنے میں خواتین کا مردوں پر درجہ مقدم رہا ہے۔ قرآن کریم میں سابقہ امتوں اور اقوام کی جو داستانیں ذکر ہوئی ہیں ان کے اندر بھی خواتین کو نمایاں حیثیت حاصل ہے کہ انہوں نے بیداری و شعور میں مردوں پر سبقت حاصل کی ہے، جس تحریک کا بھی آغاز ہوتا تو اس میں عورتیں پہلے جبکہ مرد بعد میں اس تحریک کا حصہ بنے ہیں اور تاریخِ اسلام میں بھی ایسا ہی رہا ہے۔

۱۔ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عظیم مقام نبوت پر مفتخر فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث بہ رسالت ہوئے تو پہلی وحی جو پیش کی گئی پھر اولین شخصیت جو بالغ مرد وخواتین میں سے کہ جنہوں نے مکہ معظمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو سمجھا، قبول کیا، ایمان لائیں، اس دعوت پر لبیک کہا اور پھر عمر بھر اس پر قائم رہیں وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا ہیں۔ یہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی وہ خصوصیت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری عمر فراموش نہیں کر سکے اور ساری عمر باقی ازواج کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وصف کو دہراتے اور ذکر فرماتے تھے۔ امت اسلامیہ کو بھی بتایا کہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا کمال و ہنر کیا تھا؟ ہمارے نزدیک حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی جو سب سے بڑی خوبی ہے، وہ دولت وثروت ہے کہ عموماً اہلِ پاکستان و اہلِ ہندوستان حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کو دولت وثروت کی حد تک جانتے ہیں کہ وہ بڑی مالدار خاتون تھیں، انہوں نے اپنا سارا مال اسلام کی راہ میں خرچ کر دیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثروت سے زیادہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی بصیرت، معرفت اور آگاہی پسند تھی یعنی جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا کی اصل دولت آپ کی بصیرت تھی اور یہ بی بی اپنی زندگی میں ہی ساری ثروت انفاق کر گئیں۔

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے اتنا کچھ خرچ کیا کہ آخر عمر میں جب آپ کی وفات ہوئی تو حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے پاس اتنی رقم بھی نہیں بچی تھی کہ جس سے وہ ایک وقت کا کھانا ہی کھا سکیں۔ شعبِ ابی طالب علیہ السلام میں اگر کھجور مل جاتی تو اس سے اپنی بھوک کا احساس مٹا لیتی تھیں، اگر نہیں ملی تو اسی طرح فاقے کی حالت میں ہی رہتیں اور انہی فاقوں نے آپ کو اتنا ضعیف و ناتواں کر دیا تھا کہ اسی حالت میں ہی رحلت کر گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال کو کہ جس میں ان دو ہستیوں ''جناب ابوطالب علیہ السلام اور جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا'' کی وفات ہوئی ''عام الحزن'' قرار دے کر پورے سال کو مسلمانوں کے لیے عزاء کا سال قرار دیا کہ یہ دین کی عزاء کا آغاز ہے یعنی اس سال دین کے دو ستون و دو رکن گرے کہ جن کی معاونت اور تعاون سے شجرۂ اسلام مکہ کے اندر قائم ہوا۔

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی تین اہم خصوصیات

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی وفات کے بعد خود ام المومنین حضرت عائشہ جو اس حدیث (۱) کی راویہ ہیں وہ روایت کرتی ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت کے ساتھ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کا ذکر فرماتے تھے کہ جو مجھے برا لگتا تھا کئی مرتبہ میں نے اعتراض بھی کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ ان کا کیوں اتنا ذکر کرتے ہیں؟

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب زیادہ شدّ ومدّ کے ساتھ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کا ذکر کیا اور ان کے کردار اور شخصیت کی توصیف کی تو اب چونکہ حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے کم عمر زوجہ تھیں اس لیے انہوں نے کہا کہ میں آپ کی ایک خوبرو اور جوان بیوی ہوں لہٰذا میرے جیسی زوجہ کے ہوتے ہوئے آپ اس بڑھیا کو کیوں یاد کرتے ہو؟

یہی لفظ انہوں نے استعمال کیا، (عربی زبان میں عجوزہ کہا جس کا اردو میں ترجمہ بڑھیا بنتا ہے) آپ ان کو بھولتے کیوں نہیں ہو؟

یہ جملے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت ناگوار گزرے، خود ہی روایت بھی کر رہی ہیں کہ میری یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت ناگوار گزری کہ جس کی وجہ سے آپ غضبناک ہوئے اور فرمایا:

تمہیں کیا معلوم کہ خدیجہ سلام اللہ علیہا کیا تھیں؟

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل تین خصوصیات بیان فرمائیں کہ خدیجہ سلام اللہ علیہا رحلت کے بعد آج بھی مجھے کیوں پسند ہیں؟ اور خدیجہ سلام اللہ علیہا جیسی میری کوئی زوجہ نہیں ہے؟

۱۔ بصیرت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں نے حق کی طرف دعوت دینا شروع کی اور کوئی بھی میری

---

(۱) الاستیعاب، کتاب النساء ۳۳۴۷، خدیجۃ بنت خویلد، ج ۴، ص ۳۷۹

باتوں کو نہیں سمجھ رہا تھا تو اُس وقت سب سے پہلے جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کو دین خدا کی تشخیص کا ادراک ہوا یعنی اللہ کے دین کی معرفت سب سے پہلے حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کو حاصل ہوئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اظہار فرمایا کہ میں مبعوث بہ رسالت ہوا ہوں تو اِدھر سے حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے "اٰمَنْتُ" کہا کہ میں مومنہ ہوں، میں آپ پر ایمان لے آئی ہوں۔ آپؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پہ دیر نہیں لگائی، وقفہ نہیں کیا، یہ نہیں کہا کہ مجھے تھوڑا سوچنے اور غور وفکر کرنے کا موقع فراہم کریں، میں کسی سے مشورہ کرلوں یا میں کسی سے پوچھ لوں بلکہ فوراً تصدیق کی، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا میں یہ عظیم بصیرت وشعور تھا جو کسی اور میں نہیں تھا۔

۲۔انفاق:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں نے دعوتِ اسلام کا آغاز کیا تو اس وقت سب نے مخالفت کی اور کوئی بھی میرا ساتھ دینے والا موجود نہیں تھا، مجھ پر طرح طرح کے مصائب ڈھائے اور ستم کیے گئے حتیٰ کہ اپنے عزیز و اقارب بھی چھوڑ گئے، اُس وقت فقط حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا تھیں کہ جنہوں نے ایسے حالات میں میرا ساتھ دیا اور اس وقت جو مال و دولت حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے پاس تھا انہوں نے وہ سب کا سب دین کی راہ میں خرچ کر دیا بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ وہ پہلی خاتون ہیں کہ جوامتِ مسلمہ کی تشکیل کی رکن اور پہلی ممبر بنیں، بعد میں پھر مردوں کو یہ توفیق حاصل ہوئی کہ مرد سوچ کر، دیکھ کر، پرکھ کر، نفع ونقصان تول کر، آہستہ آہستہ شامل ہوئے جبکہ حضرتِ خدیجہ سلام اللہ علیہا وہ پہلی عظیم خاتون تھیں جو بغیر کسی وقفے کے یعنی اپنا وقت ضائع کیے بغیر آغوشِ دین اور اللہ کی راہ میں آئیں۔

۳۔اخلاص:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی جو نمایاں خصوصیت اپنی گھریلو خواتین کے سامنے یعنی ازواجِ مطہرات کے سامنے بیان کی، وہ یہ تھی کہ تم سب میری منکوحہ ہو، تم ایسے دور میں میرے حلقۂ نکاح میں آئی ہو کہ جب میرے نکاح میں آنا تمہارے لیے اعزاز تھا، تمہارے خاندانوں کے لیے فخر تھا، تمہاری دنیا اور آخرت کیلئے فخر تھا، تم تو فائدہ دیکھ کر میرے ساتھ آئی ہو جبکہ خدیجہ سلام اللہ علیہا نے اس وقت میرا ساتھ دیا جب میں مشکل میں تھا اور بالکل تنہا تھا یعنی وہ میرے وسائل سے فائدہ اٹھانے نہیں آئیں بلکہ دین خدا کا سہارا اور میری رسالت کا اہم رکن بن کر آئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خصوصیات اپنی دیگر ازواج کے سامنے بیان کیں، وہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی بصیرت، آگاہی اور شعور تھا۔ اب یہ تاریخی حقائق ہیں کہ نہضتِ اسلام میں پہلا قدم ایک خاتون نے ہی اٹھایا جبکہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام بھی اس وقت موجود تھے لیکن تاریخِ اسلام میں بعض علماء نے یہ لکھا ہے اور جو حقیقت بھی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام اس وقت کم سن تھے اور اُس وقت آپ کی عمر مبارک بارہ سال تھی یعنی ابھی بلوغ کی عمر کو نہیں پہنچے تھے جبکہ بالغ مرد و خواتین میں سے جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا نے سب سے پہلے تصدیق کی اور پھر بھر پور ساتھ بھی دیا۔

۲۔ حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا

دوسرا نمونہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ ازواجِ مطہرات کو بلکہ پوری امت کو پیش کیا، وہ یہ ہے کہ فاطمہ سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا اللہ کی جانب سے سردار ہیں، فاطمہ سلام اللہ علیہا راہنما ہیں، فاطمہ سلام اللہ علیہا عظیم ہستی و بزرگ خاتون ہیں اور اللہ کی جانب سے ہدایتِ بشر کیلئے خصوصاً نساء کیلئے نمونہ ہیں۔

متعدد احادیث ایسی ہیں جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کے لیے بیان فرمائی ہیں کہ جن احادیث سے حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی عملی سیرت و کردار واضح ہوتا ہے۔ یہی وہ تعظیم و تکریم تھی کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے سامنے بیان کی اور لوگوں کو عملی طور پر دکھائی، اسی بنیاد پر کہ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا آپ کے لیے نمونہ و اسوہ ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ (۱)

بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے۔

(۱) سورۃ الکوثر، آیت: ۰۱

یعنی اے رسول! ہم نے آپ کو ''اللہ کا عطیہ'' عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک کتاب عطا کی اور ایک کوثر، کتاب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کیلئے نہیں بلکہ امت کی ہدایت کیلئے تھی اور اسی طرح سے کوثر بھی امت کی ہدایت کیلئے تھی۔ کتاب منبع شعور، منبعِ معرفت اور آگاہی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہدیہ کوثر بھی امت کی بیداری، بصیرت وآگاہی کا ایک ماڈل ونمونہ ہے۔

۳۔ مادر موسی سلام اللہ علیہا کا کردار

قرآن کریم میں ایک اور خاتون کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ سورہ مبارکہ قصص میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک عظیم خاتون کا ذکر کیا جو تاریخی نہضت کی نہ صرف کارکن ہیں بلکہ بانی ہیں، دین وانقلاب کے قیام کا آغاز اسی خاتون سے ہوا کہ جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک بڑی قوم بنی اسرائیل میں سے چنا، اسے وحی کی اور آگاہی وشعور عطا کیا اور وہ مادر موسیٰ سلام اللہ علیہا ہیں۔

سورہ مبارکہ قصص میں اللہ تعالیٰ نے داستان بیان کی ہے کہ جس کی پہلی آیت سے یہ مطلب شروع ہوجاتا ہے:

طٰسٓمّٓ تِلْکَ آیَاتُ الْکِتَابِ الْمُبِیْنِ نَتْلُوا عَلَیْکَ مِن نَّبَإِ مُوسَی وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ یُؤْمِنُونَ إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِیْ الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِیَعاً یَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ أَبْنَاءهُمْ وَیَسْتَحْیِیْ نِسَاءهُمْ إِنَّهُ کَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ (۱)

طٰسٓمّٓ۔ یہ کتابِ مبین کی آیات ہیں۔ ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کی سچی خبر سنا رہے ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لانے والے ہیں۔ فرعون نے روئے زمین پر بلندی اختیار کی اور اس نے اہلِ زمین کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا کہ ایک گروہ نے دوسرے کو بالکل کمزور بنا دیا، وہ لڑکوں کو ذبح کر دیا کرتا تھا اور عورتوں کو زندہ رکھا کرتا تھا، وہ یقینا مفسدین میں سے تھا۔

(۱) سورۃ القصص، آیات: ۴-۱

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں یہ ارشاد فرما رہا ہے کہ اے رسول! ہم آپ کو داستانِ موسیٰ و فرعون بتا رہے ہیں تا کہ آپ اپنی قوم کے مومنین کے سامنے بیان کریں، ان کے سامنے تلاوت کریں کیونکہ اس داستان میں مومنین کے لیے ہدایت ہے۔ اب ماجرا کچھ یوں تھا کہ فرعون مستبد ظالم، جابر، طاغوت اور متکبر حکمران کہ جس نے زمین پہ آ کر ظلم کا نظام قائم کیا چونکہ فرعون مفسدین میں سے تھا لہٰذا اس نے ظالمانہ حکومت قائم کی۔ ظلم کا ایک پہلو یہ تھا کہ اس میں لوگوں کو دھڑوں میں بانٹ دیا، ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ان کے الگ الگ گروہ بنا دیے، لوگوں کو چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم کر کے انہیں کمزور اور مستضعف بنا دیا، مختلف فرقے بنائے اور لوگوں کے اندر تفرقہ پھیلایا، لوگوں کے اندر مختلف قومیں اور قبیلے بنائے، پھر انہیں آپس میں لڑا دیا۔ ان کو کمزور کر کے، ان کے لڑکوں کو قتل کر دیتا، ان کی عورتوں کو بے حیائی کیلئے زندہ رکھتا اور ان سے کام لیتا تھا کہ یہ فرعونی نظام تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرما رہا ہے کہ

وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ (۱)

اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں لوگوں کا پیشواء بنائیں اور زمین کا وارث قرار دے دیں۔

ظالم حکومتوں اور فرعون نے جن لوگوں کو قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کر کے ان میں نفرت ڈالی، تفرقہ ڈالا، ان کو کمزور کر کے ان کی اولادوں کو قتل کیا اور جنہوں نے عورتوں کو بے حیائی کا ذریعہ بنا رکھا تھا، ہم نے انہی کمزوروں اور انہی مستضعفین کو یہ وعدہ دیا کہ ہم تم میں سے امام بنائیں گے اور تم ہی مستضعف لوگوں میں سے کہ جو فرعون کے ستم میں پس رہے ہیں، زمین کا وارث بنائیں گے۔

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ (۲)

اور انہیں روئے زمین کا اقتدار دیں گے اور فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو انہی کمزوروں کے

---

(۱)، (۲) سورۃ القصص، آیات: ۶-۵

ہاتھوں سے وہ منظر دکھلائیں گے جس سے یہ ڈر رہے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ ہم اِنہی کمزور لوگوں کے ہاتھوں طاغوتوں اور ظالمین کو نیست و نابود کریں گے۔یعنی ایک طرف فرعون اور اس کی حکومت اور اس کا ظلم تھا جبکہ دوسری طرف اللہ کی تدبیر تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ وعدہ فرمارہا ہے کہ میں نے انہی کمزور لوگوں میں سے امام بنانا ہے کہ جو میری زمین پر اپنی حکومت قائم کریں گے اور انہی کمزور و مستضعفین کے ہاتھوں سے فرعون اور ہامان کے لشکر کو نیست و نابود کرنا ہے اور اس تدبیر کا باقاعدہ آغاز ہوا:

وَ نُرِيْدُ أَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوا فِيْ الْأَرْضِ

بے شک وعدۂ خدا سچا ہے کہ خداوند تبارک وتعالیٰ خود ارشاد فرمارہا ہے کہ ہمارا ارادہ اور ہماری سوچ یہ ہے کہ ہم نے ان ظالمین اور متکبرین پر کمزور لوگوں کو امامت عطا کرنی ہے لیکن کمزور لوگوں کے ہاتھوں سیاسی عمل کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس تدبیر کو اب قدم بہ قدم بتانا شروع کیا کہ وہ تدبیر اب یہاں سے شروع ہوتی ہے۔

مادر موسیٰ سلام اللہ علیہا کا وحی کے ذریعہ آگاہ ہونا

وَ أَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيْهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيْهِ فِيْ الْيَمِّ وَ لَا تَخَافِيْ وَ لَا تَحْزَنِيْ إِنَّا رَادُّوْهُ إِلَيْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۱)

اور ہم نے مادرِ موسیٰ سلام اللہ علیہا کی طرف وحی کی کہ اپنے بچے کو دودھ پلاؤ اور اس کے بعد جب اس کی زندگی کا خوف پیدا ہو تو اسے دریا میں ڈال دو اور بالکل ڈرو نہیں، پریشان نہ ہو کہ ہم اسے تمہاری طرف پلٹا دینے والے اور اسے مرسلین میں سے قرار دینے والے ہیں۔

اللہ کی تدبیر کا پہلا قدم یہ ہے کہ مادرِ موسیٰ سلام اللہ علیہا کو وحی ہوئی اور وہ وحی کیا تھی؟ جب حضرت موسیٰؑ پیدا

(۱) سورۃ القصص، آیت: ۰۷

ہوئے تو ابھی ماں کی آغوش میں چند دن کے ہیں کہ خداوند تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ چونکہ آپ کا بچہ شیر خوار ہے لہٰذا اسے دودھ پلاؤ! اور جب اس بچے کے ضائع ہونے کا، فاسد ہونے کا، بے تربیت ہونے کا، دشمن کے ہاتھوں قتل ہونے کا، غلط صحبت اور بچپنے کا تجھے خوف آجائے تو پھر کیا کرو؟

اے ماں! اس خوف کے بعد بچے کو سینے سے نہ لگانا، یہ تیرا بچہ ہے اور تیری آغوش میں ہے لیکن بچے جب کسی خطرے یا خوف میں مبتلا ہو جائیں تو پھر ماں کی آغوش اور ماں کا سینہ پناہ گاہ نہیں ہوتا بلکہ ماں دودھ پلا کے اس کو صندوق میں رکھ کے دریا میں ڈال دے، پھر اس کے بعد نہ آپ نے گھبرانا ہے، نہ ڈرنا ہے اور نہ ہی غمگین و پریشان ہونا ہے۔ اے مادر! ہم یہ بچہ تمہیں لوٹائیں گے، پلٹائیں گے اور اسے نابود نہیں ہونے دیں گے۔ ہم اسے رسول بنا کر، رہبر و پیشوا اور امت کا راہنما بنا کر تجھے واپس لوٹائیں گے۔ تم اسے اللہ کی تدبیر جان کر ایسا ہی کرو اور اُس ماں نے ایسے ہی کیا کہ اللہ کے حکم کے مطابق بچے کو صندوق میں ڈال کر دریائے نیل میں ڈال دیا، دریائے نیل اسے بہاتا ہوا لے گیا۔

یہاں پر فقط داستان بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ قرآن جس کو ظالم ترین حکمران کے طور پر پیش کرتا ہے وہ فرعون ہے اور فرعون کے سامنے، بنی اسرائیل محکوم اور غلام قوم ہیں، اس غلام قوم کے ساتھ فرعون ہر طرح کا ظلم کر رہا ہے جو ناقابل تصور ہے یعنی بیٹوں کو قتل کر دیتا تھا، بیٹیوں کو زندہ رکھ کر بے حیائی کا ذریعہ بناتا تھا اور ان سے کام کاج لیتا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرعون سے اس قوم کی نجات کا بندوبست و اہتمام کیا اور اس بندوبست کا پہلا قدم ایک عورت کی آگاہی، شعور اور بیداری سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس خاتون پر وحی کی۔ وحی ایک قرآنی اصطلاح ہے۔ وحی نبیوں اور رسولوں پر نازل ہوتی ہے۔ قرآنِ کریم نے متعدد مقامات ذکر کیے ہیں جیسے آسمانوں میں اللہ نے وحی نازل کی، شہد کی مکھی کو وحی ہوئی، اسی طرح سے مادرِ موسیٰ سلام اللہ علیہا کو بھی ہوئی چونکہ وحی کی مختلف اقسام ہیں۔

وحی آگاہی اور معرفت کا نام ہے جبکہ عربی زبان میں خاص آگاہی، شعور، معرفت اور خاص علم کا نام وحی ہے۔ وحی کی ایک قسم جو انبیاء اور رسل کے لیے مخصوص ہے اُس میں انبیاء سلام اللہ علیہا کو اللہ کی طرف سے معرفتِ دین

اور علم عطا کیا جاتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام وفرامین وحی کے ذریعے سے انہیں پہنچائے جاتے ہیں۔

وحی اس کو کہتے ہیں کہ جس میں ظاہری اور معمول کے راستے سے علم حاصل نہیں ہوتا بلکہ ایک خفیہ اور غیر محسوس طریقے سے اللہ کی ذات کی طرف سے آگاہی انسان کے اندر ڈال دی جاتی ہے۔ معمول کا طریقہ یہ ہے کہ کتاب پڑھنا، بات سننا، لیکچر سننا، مطالعہ کرنا اور مشاہدہ کرنے سے کسی کو علم حاصل ہوتا ہے جبکہ وحی میں اللہ نبی یا رسول کے دل میں معرفت ڈال دیتا ہے، وہ آگہی اور معرفت جو اللہ کی جانب سے شریعت اور دین کے متعلق ہو یعنی جو اللہ نے امت کی ہدایت کے لیے نازل کیا، آسمانی کتاب میں اسے ذکر کیا، یہ سب وحی کا حصہ ہے۔ شریعت اور دین کی وحی صرف نبی اور رسول پر ہوتی ہے جبکہ ولی اور ائمہ علیہم السلام پر نہیں ہوتی۔

وحی کی ایک اور قسم بھی ہے جو کہ دوسری چیزوں کو بھی شامل ہوتی ہے جیسے آسمانوں کو اور شہد کی مکھی کو بھی وحی ہوتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ذکر ہے کہ ہم نے شہد کی مکھی کو وحی کی۔

وَأَوْحَى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتاً وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ (۱)

اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کو وحی کی کہ پہاڑوں اور درختوں اور گھروں کی بلندیوں میں اپنے گھر بنائے۔

اللہ فرما رہا ہے کہ ہم نے شہد کی مکھی کو وحی کی کہ جنگلوں اور درختوں میں جا کر اپنا گھر بناؤ، خوبصورت و پاکیزہ پھولوں کا رس، جوس اور ان میں سے مٹھاس نکال کر اس کو تیار کرو کیونکہ انسانوں کے لیے اس میں شفاء رکھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے شہد کی مکھی کو یہ آگاہی وحی کی صورت میں عطا کی۔ یہاں وحی سے مراد آگاہی ہے لیکن یہ شریعت، دین اور احکامِ الٰہی کی وحی نہیں ہے بلکہ تکوینی، غریزی یا جبلّی رہنمائی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو وحی کی کہ فرعون کی فاسد، ظالم، ستمگر، طاغوتی حکومت کو گرانے اور سرنگوں کرنے کا وقت آ گیا ہے اور اس کا آغاز آپ نے کرنا ہے، وہ آغاز اس طرح سے کرنا ہے کہ جو شیر خوار ابھی آپ کی

(۱) سورۃ النحل، آیت: ۶۸

آغوش میں ہے آپ نے اس کو تیار کرنا ہے، اللہ نے اس شیرخوار کو امام بنانا ہے لیکن یہ ماں کے تعاون کے بغیر نہیں بن سکتا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کوئی بھی انسان اپنی ماں کے تعاون کے بغیر کسی مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی شیرخوار اور کسی نومولود کو جب کسی مقام تک پہنچانا چاہتا ہے تو قرآن کی گواہی کے مطابق اس کا آغاز ماں ہی سے ہوتا ہے، اب قرآن کریم کے اندر یہ موضوع بہت وسیع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مادرِ موسیٰ سلام اللہ علیہا کو وحی کی یعنی یہ آگاہی دی کہ فرعون کے نظام کے خاتمے کا آغاز ماں سے ہوا، یعنی ایک عورت سے آغاز ہوا، اللہ کی تدبیر یا ایک خاتون سے شروع ہوتی ہے یا خاتون اسکی پہلی کارکن ہوتی ہے۔ اسلام کا آغاز رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شروع ہوا لیکن پہلی کارکن وممبر حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا بنیں یعنی نہضتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شروع کرنے والی پہلی محرک حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا بنیں۔

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نہ صرف یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کھانا پکا کر دیتی تھیں بلکہ آپ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاونت کا شعبہ بھی سنبھالا۔ بعض خواتین کی ذمہ داری فقط اتنی ہوتی ہے کہ مرد دین کی راہ میں کام کرے اور یہ اُس کے لیے کھانا بنائے جبکہ خواتین کی ذمہ داری فقط گھر سنبھالنا نہیں ہے بلکہ ان کو چاہیے کہ نہضتِ اسلام میں بھی اپنا کردار ادا کریں اور شعور و بصیرت کا ثبوت دیں۔

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے شعور و بصیرت کا ثبوت دیتے ہوئے نہضتِ اسلام کو تقویت دی۔ نہضتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہائی کے باوجود، دو شخصیات کی وجہ سے مضبوط اور کامیاب ہوئی اور وہ شخصیات حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا اور جنابِ ابوطالب علیہ السلام ہیں۔ تنہائی کے دنوں میں جب رہبر تن تنہا و اکیلا رہ جائے اور کوئی ساتھ دینے والا نہ ہو، تو ایسی صورتِ حال میں اگر اس رہبر کو اتنی سپورٹ مل جائے جتنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابوطالب علیہ السلام اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا سے ملی تو پھر نہضتِ اسلام میں رہبر کے مقابلے میں بے شک دشمن کی صفوں میں ہزاروں کے لشکر اور قبیلے ہوں تو وہ شکست کھا جاتے ہیں یعنی یہ دو ہستیاں ایک لشکر کی حیثیت رکھتی ہیں، آپ یوں سمجھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دو امتیں تھیں۔ ایک امت کا نام ابوطالب علیہ السلام تھا اور دوسری امت کا نام خدیجہ سلام اللہ علیہا تھا۔ اس خاتون کے اندر پوری امت اور ایک مکمل تحریک تھی۔ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا

صرف گھریلو کام نہیں کرتی تھیں بلکہ تمام پہلوؤں میں انہیں معلوم تھا کہ میرا کردار کیا ہے۔

وحی بمعنی آگاہی و بصیرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تحریک و نہضت میں قرآنِ کریم کے اندر مادرِ موسیٰ سلام اللہ علیہا کا ذکر کیا گیا کہ ہم نے وحی کی یعنی آگاہ کیا اور بصیرت عطا کی۔

وہ شعور و بصیرت جو اللہ کی طرف سے انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے، اسے وحی کہتے ہیں۔ جیسا کہ ممکن ہے کہ ایسا کبھی کسی کے ساتھ ہوا ہو کہ بیٹھے بیٹھے کسی اچھائی کی طرف خیال آ گیا ہو کہ بعض لوگ اس کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ مجھے اس طرف دھیان دلانے والا کوئی نہیں تھا یعنی کسی نے توجہ نہیں دلائی، یوں ہی بیٹھے بیٹھے میرے ذہن میں خیال آ گیا کہ مجھے یوں کرنا چاہیے اور میں نے ایسے کر دیا۔ اس معنی کے مطابق وحی وہ توجہ ہے جو اللہ جس کے دل میں چاہے ڈال دے، اب ممکن ہے وہ شہد کی مکھی ہو، آسمان ہو یا دیگر موجودات ہوں۔

بعض لوگوں کے اندر یہ احساس بغیر کسی ظاہری عامل اور محرک کے پیدا ہو جاتا ہے البتہ اگر خیال اچھا ہو جیسے بعض اوقات غلط خیال بھی آتا ہے تو ہم فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ بات شیطان نے میرے دل میں ڈال دی تھی، اُس نے مجھے بہکایا اور ورغلایا تھا۔ شیطان عموماً عورتوں کا گھیراؤ رکھتا ہے، انہیں اپنے حالات پر نہیں چھوڑتا، اس چیز کا دھیان رکھتا ہے کہ اللہ کی کوئی بات ان کے ذہن میں نہ آنے پائے لہٰذا خواتین کو چاہیے کہ وہ ہر وقت اپنا خیال رکھیں کہ شیطان کو اپنے اردگرد نہ بھٹکنے دیں چونکہ یہ کسی بھی صورت میں آ سکتا ہے، ہم غلط خیالات کے بارے میں بغیر تکلف کے کہہ دیتے ہیں کہ شیطان نے میرے ذہن میں یہ بات ڈال دی، شیطان مجھ پر حاوی اور طاری ہو گیا تھا، تو اب جبکہ اچھی بات ذہن میں آتی ہے تو یہ بھی کسی کی طرف سے آتی ہے، اللہ اپنے مأمور فرشتے کے ذریعے سے وحی کرتا ہے۔

بعض ان پڑھ ہوتے ہیں لیکن ان کا شعور بہت عالی ہوتا ہے جیسے ایک کاریگر دوسرے کو سمجھا رہا تھا، اس نے ایک لفظ استعمال کیا، وہ کہہ رہا تھا کہ بھائی تم جیسے کام کر رہے ہو اس طرح سے درست نہیں ہے، اللہ نے

میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ تم اس کام کو اس طرح سے کرو، اب اُس نے یہ نہیں کہا کہ میں نے عقل سے سوچا ہے، میں نے اپنے تجربے سے یہ بات کی ہے بلکہ یہ کہا کہ اللہ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی ہے لہٰذا اسی کو وحی کہتے ہیں۔ ہر انسان پر شریعت، آسمانی کتاب اور دین نازل نہیں ہوتا بلکہ وہ شعور جو اندرونی طور پر انسان کو اللہ کی طرف سے حاصل ہوتا ہے۔

”وعی“ سے مراد

ایک اور لفظ جو عربی زبان میں استعمال ہوتا ہے وہ ”وعی“ ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ استعمال نہیں ہوا البتہ احادیث و روایات میں استعمال ہوا ہے، امیر المومنین علیہ السلام کے نورانی کلام نہج البلاغہ میں بھی استعمال ہوا ہے اور وہ لفظ وعی ہے، یہ دونوں قرآنی اصطلاحات ہیں۔ ایسی کتنی اصطلاحیں ہیں جو انٹرنیٹ، موبائل، انگلش، ہندی، سنسکرت یا دیگر منابع سے لاشعوری طور پر ہماری زبانوں سے ادا ہوتی ہیں، ان ساری اصطلاحات کے اندر قرآن کی اصطلاح بھی شامل کر لینی چاہیے۔ قرآن کریم مشکل نہیں بلکہ بہت ہی آسان ہے چونکہ قرآن خود کہہ رہا ہے کہ

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ (۱)

اللہ کا فرمان ہے کہ ہم نے قرآن کو آسان بنایا ہے۔

اگر ہم غور کریں تو قاریانِ قرآن اور مفسرین قرآن نے مشکل کر دیا ہے، اللہ نے تو اسے بہت ہی آسان بنایا تھا جبکہ محنت کر کے آسان کو مشکل بنا دیا گیا ہے۔ قرآن ”یسرنا القرآن“ یعنی آسان ہے۔ دینی تعلیمات میں ایک لفظ وعی ہے کہ یہ روایات میں بھی استعمال ہوا ہے، آج کل کی موجودہ عربی زبان میں زیادہ استعمال ہوتا ہے، ہم جسے بیداری کہتے ہیں، عرب اسے واعی کہتے ہیں، وعی الاسلامی یعنی بیداریٔ اسلامی۔

پہلا لفظ جو بیان ہوا وہ ”وحی“ تھا یعنی آگاہی اور اب جس لفظ کی تشریح کی جا رہی ہے وہ لفظ ”وعی“ ہے جو

”وعی“ سے مراد

---

(۱) سورۃ القمر، آیت: ۱۷

عین کے ساتھ ہے اس کا معنیٰ بھی آگاہی ،شعور و بیداری ہے ۔ یہ لفظ حدیث میں استعمال ہوا ہے ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

''میری باتوں کو غور سے سنو اور پھر اس کے اندر وعی کرو''

یعنی ان باتوں کو سن کر تدبّر و غور و فکر کرو اور اپنے اندر شعور ،بصیرت و آگاہی پیدا کرو ۔اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بیان فرمارہے ہیں کہ میری باتوں کے اندر غور و فکر کرو اور پھر ان باتوں کو آگے پیش کرو یعنی ان باتوں کی تبلیغ کرو ۔اس لئے فرمایا گیا ہے کہ بعض اوقات جس کو کسی سے سنی سنائی بات معلوم ہوتی ہے وہ اتنی آگاہی نہیں رکھتا جتنی آگاہی وہ رکھتا ہے کہ جس کے سامنے بات پیش کی جاتی ہے ۔بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی شخص کے پاس علمِ فقہ اور معرفت ہے لیکن اسے خود معلوم نہیں کہ یہ بات کتنی قیمتی ہے جس کے سامنے پیش کرتا ہے وہ اس سے بہتر جانتا ہے ۔

اس روایت کو حدیث کے کئی راویوں نے نقل کیا ہے لیکن اس کا معنیٰ اور مفہوم بیان نہیں ہوا ،جس طرح ہمارے خطباء و ذاکرین بہت ساری باتیں منبر پر کر جاتے ہیں کہ جن کا خود انہیں علم نہیں ہوتا جیسا کہ بہت ہی نامور اور بہت بڑے خطیب کے ایک شاگرد تھے ،وہ اس نامور خطیب کی تقریر کے چند جملے ہمیشہ ہمارے سامنے نقل کرتے تھے ،وہ خطیب جو کچھ صبح شام دہراتا تھا وہ اس کی زبان پر چڑھا ہوا تھا ،ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ آپ بار بار جس جملے کو دہراتے ہیں اِس کا معنیٰ کیا ہے؟ تو وہ بلا جھجک بولے کہ اس کا معنیٰ تو خود اُس خطیب کو بھی نہیں معلوم جس کا یہ جملہ ہے لہٰذا کبھی کبھی انسان کی زبان سے ایسا جملہ نکل جاتا ہے جو کسی سے سنا ہے اور پھر آ کر اس کو آگے دوسروں کے سامنے پیش کر دیتا ہے کہ جس جملے کے بارے میں خود اس کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا معنیٰ و مفہوم کیا ہے؟ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبۂ غدیر میں لوگوں کو یہ کہا کہ جو کچھ میں بیان کرنے والا ہوں اگر سمجھ نہیں آیا اور پلے نہیں پڑا تو گھبرانا نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبۂ غدیر میں لوگوں کو فرمایا کہ میرا یہ پیغام دوسروں تک پہنچا دینا جو یہاں موجود نہیں ہیں وہ بہتر سمجھ لیں گے کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ اور پھر ایسا ہی ہوا کہ اس اعلانِ غدیر کے مطلب کو سمجھنے میں چودہ صدیاں بیت گئیں ،چودہ سو سال گزرنے کے

بعد سید روح اللہ خمینیؒ کو پتہ چلا کہ خطبۂ غدیر کیا تھا؟

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌ مَوْلَاہُ

چودہ سو سال راوی اپنی کتابوں میں یہ جملہ لکھتے رہے، تقریروں میں کہتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس کا بار بار بیان کرتے رہو۔ اگر لوگوں کی سمجھ میں نہیں بھی آ رہا تو تمہارا فریضہ یہ ہے کہ اس کو بار بار دہراتے رہو، آپ راویوں میں سے اس پیغام کو بہتر سمجھنے والا پیدا ہو گا یعنی ایک بابصیرت و باشعور فقیہ آئے گا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس پیغام کو سمجھ جائے گا لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا ہے کہ میری باتوں کو غور سے سنو اور سن کر اس میں وعی کرو! وعی یعنی غور و فکر اور تدبّر کرو اور پھر اسے آگے پیش کرو، روایت بیان کرو یعنی آنے والی نسلوں کو بتاؤ۔

"وعی" در کلام امیر المومنین علیہ السلام

امیر المومنین علیہ السلام کے ایک لائق شاگرد کمیل ابن زیاد نخعیؒ کہ جن کے نام سے دعائے کمیل بھی منسوب ہے، دعائے کمیل درحقیقت امیر المومنین علیہ السلام کی دعا ہے لیکن شاگرد کے نام سے مشہور ہو گئی ہے، اب اصل دعا تو استاد کی ہی ہے لیکن چونکہ شاگرد اتنا لائق نکلا کہ اس کو یہ شرف حاصل ہو گیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے جناب کمیلؒ کو ڈانٹا بلکہ پوری کلاس کو ڈانٹ پلائی کہ تم نکمے ہو گئے ہو، تمہارے اندر رغبت نہیں ہے، ابھی تک اس درجے پر فائز نہیں ہوئے کہ میں تمہیں دعائے خضر تعلیم دوں! شاگردوں کو یہ احساس ہوا کہ واقعاً ہماری نالائقی ہے کہ ابھی تک ثابت نہیں کر سکے کہ دعائے حضرت خضر علیہ السلام کی تعلیم لے سکیں۔

چند دن کے بعد جنابِ کمیلؒ مولا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضور علیہ السلام آپ میرا ٹیسٹ لے لیں میں دعائے خضر کی تعلیم لینے کیلئے تیار ہوں۔

جنابِ کمیلؒ بہت باکمال شخصیت تھے، انہوں نے یہ اہلیت ثابت کی، اُس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام نے ان کو دعا تعلیم دی۔

جنابِ کمیلؒ کو مولا علی علیہ السلام کلاس سے اٹھا کر لے جاتے اور کسی خلوت میں لے جا کر معرفت کی تعلیم

دیتے، اسی طرح کاایک ماجراجنابِ کمیلؓ خود بتاتے ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے کوفے میں میرا ہاتھ پکڑا اور قبرستان لے گئے چونکہ قبرستان بھی ایک قسم کی کلاس ہے، اصل میں دین کادستور بھی ہے کہ قبروں پہ جایا کرو اور جا کرغوروفکر کیا کرو چونکہ وہاں سے بہت کچھ حاصل ہوتا ہے جبکہ ہم قبرستان جانے سے ڈرتے ہیں کہ کہیں روحیں ہمارے پیچھے نہ لگ جائیں جبکہ مستحب ہے کہ قبور پر جا کر مرحومین سے ہم کلام ہوں اور ان سے پوچھیں کہ بتاؤ اللہ نے جووعدہ آپ کے ساتھ کیا تھا وہ پورا ہوا ہے یا نہیں؟ اور ہم بھی تیاری میں رہیں کہ عنقریب آپ سے آملیں گے۔ایک دعا ہے جوزیارتِ اہلِ قبور کے نام سے منسوب ہے، اُس میں وہ باتیں ہیں جوانسان قبرستان میں جا کر پڑھے اوراپنے متعلق غوروفکر کرے، نہ کہ مردے کے متعلق! اپنے بارے میں کہے کہ آخرت کی منزل ہی اصل جہاں ہے اورکل مجھے بھی یہاں آنا ہے، اسی سے انسان بہت کچھ سیکھ جاتا ہے۔

جنابِ کمیلؓ کہتے ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے میرا ہاتھ تھاما اور فرمایا:

یَا کُمَیْلَ بْنَ زِیَادٍ اِنَّ هَذِهِ الْقُلُوْبَ أَوْعِیَةٌ فَخَیْرُهَا أَوْعَاهَا (١)

اے کمیل بن زیاد! دیکھو یہ دل ایک طرح کے (اوعیہ) ظرف ہیں لٰہذا سب سے بہتر وہ دل ہے جو سب سے زیادہ حکمتوں کو محفوظ کر سکے۔

یعنی ان میں سب سے اچھا دل وہ ہے جس کا وعیٰ سب سے بڑا ہو یعنی جس کی کشادگی سب سے زیادہ ہو، جس کے اندر گنجائش سب سے زیادہ ہو۔

وَعَیٰ عربی زبان میں برتن کو کہتے ہیں، پنجابی میں اس کو پانڈہ کہتے ہیں، پانڈہ یعنی جس میں کوئی چیز ڈالی جاتی ہے جیسے پلیٹ، ڈونگا، ڈش، ٹرے وغیرہ ان سب کو پنجابی میں پانڈہ کہتے ہیں، برتن کو عربی میں وَعَیٰ کہتے ہیں یعنی جس میں کوئی بھی کھانے والی چیز ڈالی جائے، فارسی میں اس کو ظرف کہتے ہیں۔وعی مٹی یا چینی سے بنا ہوا ظرف کو نہیں کہتے بلکہ وَعَیٰ دراصل ہر اُس ظرف کو کہتے ہیں کہ جس میں کوئی چیز سما سکے۔پس وعی ایسا ظرف جس

(١)نہج البلاغہ، حکمت:١٤٧

میں آگاہی، معنویت، معرفت سما سکے۔ وحی اور وعی میں فرق یہ ہے: مخفی طریقے سے حاصل ہونے والی آگاہی کو ''وحی'' کہتے ہیں جبکہ عام اور معمول کے طریقے سے حاصل ہونے والی معرفت کو ''وعی'' کہتے ہیں۔

''وحی'' کو ''وعی'' میں تبدیل کرنے کا حکم

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب وحی کے ذریعے آگاہی مل جائے تو اس آگاہی کو وعی بنانا ہے یعنی عمومی بیداری اور شعور میں بدلنا ہے تا کہ پوری امت کے اندر یہ شعور و بیداری روح بن کر پھیل جائے۔ ایک خاتون مکہ میں وحی کے ذریعے سے وعی پیدا کرتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کی اُس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کو وعی کر دی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو توجہ، آگاہی و بیداری عطا کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی بیداری، شعور و آگاہی حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کو منتقل کی اور جب ایک خاتون کے اندر آگاہی و معرفت آجائے تو پھر دیکھیں کہ اللہ اس میں کتنی برکت ڈالتا ہے۔

عظمت حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا

حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کوثر ہیں یہ کوثر کس کو ملی؟ بطن خدیجہؑ سے یہ کوثر پیدا ہوئی۔ کوثر یعنی حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے جو نہضت شروع کی تھی اس کے اندر وسعت حضرت زہراء سلام اللہ علیہا سے آئی۔ عقیدت مندوں کی مشکل یہی ہے کہ صرف حادثات کی طرف زیادہ توجہ رکھتے ہیں، یہ عقیدت کے بنے ہوئے گھر میں جکڑے ہوتے ہیں، کسی شخصیت، لیڈر، کسی سلسلے اور مذہب کے عقیدت مند خود اس عقیدت کے اندر پھنسے رہتے ہیں، وہاں سے نہیں نکلتے اور یہی امرِ عقیدت، آگاہی اور معرفت حاصل کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا رسول اللہ کی بہت عقیدت مند تھیں۔ اتنی عقیدت مند تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بات بھی کہتے تھے، اس پر بی بی نے احتمال بھی نہیں دیا کہ ٹھیک ہے یا نہیں یا یہ کیوں کہتے ہیں؟ بلکہ ہمیشہ ''امنت وصدقت'' کہتی تھیں۔ ہمیشہ آمادہ اور ہمیشہ ''قانت'' تھیں۔

قرآنِ کریم کے اندر مرد اور خواتین کے دو گروہ قانتین وقانتات ذکر کیے ہیں۔ قانت ایک قرآنی

اصطلاح ہے، حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے اوصاف میں سے ایک صفت ''قانتۃ'' ہے، جو نماز میں قنوت پڑھتے ہیں اسی سے یہ قانت بنا ہے'' قانت'' کا مطلب ہے، فرمانبرداری، حرکت اور قیام کے لیے بالکل تیار ہو کر کھڑے ہو جانا جیسے ایک فوجی بوٹ اور وردی پہن کر اور بیلٹ باندھ کے، بندوق لے کر بالکل تیار ہو کر، اٹینشن ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے اسی طرح سے قنوت ہوتا ہے۔ فرمانبرداری کے لیے اپنے کمانڈر کے پاس جانا اور پاؤں مار کے اعلان کرنا کہ میں تیار ہوں فرمان دو۔ یہ صفات فوجیوں کی نہیں بلکہ قرآن نے مومنین اور مومنات کی بیان کی ہیں کہ مومنین اور مومنات، قانتین اور قانتات ہوتے ہیں جو ہمیشہ اللہ کی فرمانبرداری اور اطاعت کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھتے ہیں۔ جب حکم آئے، بجالانے میں ایک لمحہ نہیں لگاتے، ذرا برابر ایک گھڑی نہیں لگتی۔ یوں نہیں کہ مجھے تسمے باندھنے دو، مجھے بیلٹ باندھنے دو، مجھے ذرا پانی پی لینے دو، مجھے یہ کر لینے دو، یہ تو آمادگی نہیں ہے۔ نماز میں قنوت کا مطلب یہی آمادگی اور اطاعت ہے۔ ''قنوت'' یعنی آمادہ رہیں، جیسے گھر میں سفر کے لیے بالکل بیلٹ باندھا ہوا ہو، جوڑا پہنا ہوا ہے، تیاری کی ہوئی ہو کسی وقت بھی گاڑی آسکتی ہے اور آپ نے اٹھ کے بیٹھ جانا ہے پھر آپ نے ٹال مٹول نہیں کرنی، اس تیاری کو قنوت کہتے ہیں۔

حضرتِ خدیجہ سلام اللہ علیہا و حضرتِ زہراء سلام اللہ علیہا ''قانتۃ'' تھیں۔ اللہ کے نظام کی تدبیر کے مطابق عمل کے لیے اپنے آپ کو ہمیشہ تیار اور مستعد رکھا کسی چیز کو اپنے لیے مجبوری نہیں بنایا تھا، عورت ہونا مجبوری نہیں ہے۔ حضرتِ زہراء سلام اللہ علیہا مقامِ عصمت پر فائز ہیں لیکن حضرتِ خدیجہ سلام اللہ علیہا مقامِ عصمت پر فائز نہیں ہیں، حضرتِ زہراء سلام اللہ علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہیں جبکہ حضرتِ خدیجہ سلام اللہ علیہا کسی رسول کی بیٹی نہیں ہیں۔ 40 سال کی عمر میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کی۔ اس وقت اعلانِ نبوت نہیں ہوا تھا یعنی حضرتِ خدیجہ سلام اللہ علیہا نے اپنی مستقل زندگی گزاری اور تاریخیں دو قسم کی نہیں ہیں بعض نے کہا کہ پہلی شادی تھی اور بعض نے کہا کہ دوسری تھی۔

مورخین کی تاریخ علیحدہ ہوتی ہے اور عقیدت مندوں کی تاریخ علیحدہ ہوتی ہے۔ عقیدتی لوگ، تاریخ کو نہیں مانتے عقیدت کو مانتے ہیں اور تاریخ ہمیشہ ان کی عقیدت کے مطابق ہونی چاہیے۔ ہمارا عقیدہ اگر کسی کے بارے میں غلط ہے تو تاریخ کو غلط لکھنا چاہیے، اگر تاریخ نے نہیں لکھا تو تاریخ کو غلط سمجھ کر اسے قبول نہیں

کرتے۔عقیدت مند ایسا ہوتا ہے کہ اپنے عقیدے کے علاوہ کسی چیز کو قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا لیکن جو اہلِ بصیرت ہیں وہ یہ دیکھتے ہیں کہ حقیقت کیا ہے؟ پہلے سوچتے ہیں، اس کا جائزہ لے لوں پھر عقیدہ بناؤں، حقیقت کے مطابق اپنا عقیدہ بنانا ہے، عقیدت کو حقیقت کے تابع کرنا ہے، تاریخ فیصلہ کرے گی کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرتِ خدیجہ سلام اللہ علیہا کے درمیان ازدواجی زندگی تھی یا نہیں تھی؟ اگر تھی تو بھی یا نہیں تھی تو بھی دونوں صورتوں میں حضرتِ خدیجہ سلام اللہ علیہا ایک عام خاتون کی طرح اس معاشرہ کے اندر اس ماحول کے اندر رہ رہی تھیں جس ماحول کو قرآن نے جاہلیت کا ماحول کہا ہے۔جاہلیت یعنی جس میں دین خدا کا کوئی شعور نہ ہو، اگر دین خدا پر ہوں اور پڑھے لکھے ہوں تو یہ ہدایت یافتہ ہیں۔

اللہ نے ہدایت نازل کی اور انہیں جاہلیت سے نکالا۔اسلام سے قبل جاہلیت کا زمانہ تھا، یہاں پر عظمتِ حضرتِ خدیجہ سلام اللہ علیہا روشن ہوتی ہے، حضرتِ زہراء سلام اللہ علیہا جب پیدا ہوئیں تو جاہلیت کا زمانہ تھا۔آپ کا جنم صلب رسالتؐ اور حضرتِ خدیجہ سلام اللہ علیہا کی آغوش میں ہوا۔آپؑ کو جو تربیت اور ماحول ملا، اللہ نے اس کا ایک خاص اہتمام کیا تھا لیکن حضرتِ خدیجہ سلام اللہ علیہا کو یہ سب میسر نہیں تھا آپؑ نے جو سابقہ عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے سے پہلے گزاری، عام خواتین کی طرح تھیں لیکن اس عمر میں باقی سب خواتین جاہلیت میں ڈوبی تھیں جبکہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا اس وقت بھی باشعور تھیں۔ماحول جاہلیت کا تھا لیکن جاہلیت کو قبول نہیں کیا۔

زمانۂ جاھلیت میں مادرِ موسیٰ سلام اللہ علیہا کا کردار

مادرِ موسیٰ سلام اللہ علیہا حکومتِ فرعون میں تھیں، اُس وقت بنی اسرائیل اِس حکومت کے غلام تھے، ان غلاموں کے خاندان میں ایک ماں ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے شعور دیا کہ آپ کے شیر خوار کو میں نے امام بنانا ہے اور اس کے ذریعے ظلم کا خاتمہ کرنا ہے، اسی غلاموں کے خاندان میں ایک عورت کو شعور آتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے جب وحی نازل ہوئی کہ اپنے شیر خوار کو دریا میں ڈال دو تو فوراً ڈال دیا، انکار نہیں کیا بلکہ اگر اُس وقت کسی خطیب یا مولانا کے پاس جاتی کہ میرے اوپر وحی ہوئی ہے، میرے دل میں ڈر ہے، اب آپ

بتائیں کہ جاؤں یا نہ جاؤں؟ لیکن یہ باشعور خاتون تھی لہٰذا یہ اللہ کے حکم کی تصدیق کسی مولانا کے پاس لینے نہیں گئیں، کسی خطیب سے پوچھنے نہیں گئیں بلکہ جب سے اللہ نے شعور دیا، اُسی وقت سے اللہ کی اطاعت میں آ گئیں اور پھر اللہ کے سارے وعدے سچ ثابت ہوئے۔ مادرِ موسیٰ سلام اللہ علیہا معصومہ نہیں تھیں، مقامِ عصمت پر فائز نہیں تھیں، کسی رسول کی بیٹی بھی نہیں تھیں بلکہ ایک معمولی خاندان سے تعلق تھا جس طرح آج کل کے معاشرے میں ہماری خواتین ہیں۔ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا جس زمانے میں رہ رہی تھیں، قرآن کے مطابق وہ زمانہ اہلیت کا زمانہ تھا، پس حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے کردار سے یہ بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ جاہلیت کے دور میں رہ کر بھی عورتیں شعور حاصل کر سکتی ہیں اور جب ایک عورت میں بیداری و شعور آ جائے تو اب یہ عورت اگر خود نہ بھی کر سکے لیکن اس کی ذریت، اس کی نسل فرعونیت کا تختہ الٹ سکتی ہے۔

سید الشہداء علیہ السلام کے سامنے جب لشکر آیا، تلواریں آئیں، موت آئی اور عین انہیں لمحات میں یہ کہا گیا کہ آپ بیعت کریں یا شہادت کے لیے تیار ہو جائیں تو اُس وقت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

ألا و انّ الدّاعیّ بن الدّاعیّ قد رکز بنین اثنتین بین الذلة و السّلة هیهات منا الذلة یأبی الله ذالک لنا و رسوله و المؤمنون حجور طابت و طهرت أنوف حمیة نفوس أبیة...(۱)

ایک پست اور گھٹیا انسان نے مجھے اس دوراہے پہ لا کھڑا کیا ہے کہ ایک طرف موت ہے جبکہ دوسری طرف ذلت ہے، مجھے مجبور کیا جا رہا ہے کہ میں ذلت کو قبول کر لوں یا موت کے لیے آمادہ ہو جاؤں پھر فرمایا کہ میں ذلت کو قبول نہیں کروں گا۔

امام ذلت کو کیوں قبول نہیں کرتے؟ امام علیہ السلام نے اس کے لیے چند ایک دلائل پیش کیے۔

۱۔ میرا رب "رب العزت" ہے وہ مجھے ذلت قبول کرنے نہیں دیتا۔

۲۔ میرا رسول، رہبر، پیشوا مجھے ذلت قبول کرنے نہیں دیتا۔

(۱) تحف العقول، صفحہ: ۵۸

۳۔وہ ماں کہ جس کی آغوش میں میں نے پرورش پائی ہے، جس کا دودھ پیا ہے یہ مجھے ذلت قبول نہیں کرنے دیتی۔

اگر ماؤں میں شعور، بیداری و بصیرت آجائے تو یہی مائیں بچوں کے لیے عزت و کامیابی کی راہیں کھول سکتی ہیں کیونکہ یہی شعور، بیداری، آگاہی اور بصیرت امتوں کی نجات کا ذریعہ ہے خصوصاً اس زمانے میں جب خواتین کی بے شعوری، بے بصیرتی اور غفلت سے فائدہ اٹھا کر، قدم قدم پر خواتین کی بے حرمتی کی جاتی ہے، ہر گھر میں، ہر پلیٹ فارم پر اور ہر ایک معاشرے میں خواتین کی بے حرمتی ہو رہی ہے، ابھی اس وقت آپ کے ہاتھوں میں جو موبائل ہے اسی کو کھول کر پانچ منٹ سرچ کر لیں تو پانچ منٹ کے اندر پانچ سو بے حرمتی کے نمونے آپ کو ملیں گے، ہم چونکہ عادی ہو چکے ہیں لہذا ان مسائل میں حساسیت نہیں دکھاتے۔

جس طرح بنی اسرائیل خوگر ہو چکے تھے کہ بچوں کو ذبح کر دیتے اور لڑکیوں کو بے حیائی کے لیے زندہ رکھتے تھے لہذا مادرِ موسیٰ سلام اللہ علیہا کے علاوہ کسی عورت کو احساس نہیں ہوا، اُس دور میں فقط مادرِ موسیٰ سلام اللہ علیہا کو ہی اس بے حرمتی کو ختم کرنے کا شعور آیا کہ میں نے بے حرمتی کو کیسے ختم کرنا ہے؟ اللہ کی تدبیر کے مطابق، اللہ کی راہ میں آنے سے اس بے حرمتی کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور یہ کام مادرِ موسیٰ سلام اللہ علیہا نے انجام دیا۔ وہ انقلابی راہنما اسی ماں نے جنم دیا، اسی ماں نے پرورش کی اور اسی ماں سے اللہ نے یہ وعدہ کیا کہ تیرے لختِ جگر سے میں انقلاب برپا کروں گا اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر کے دکھایا۔

اگر مادرِ موسیٰ سلام اللہ علیہا بھی یہ کہہ دیتیں کہ فرعون جو کچھ کر رہا ہے وہ سب ٹھیک ہے چونکہ ہماری نوکریاں تو لگی ہوئی ہیں، روزگار تو چل رہا ہے، چولہا تو جل رہا ہے، بے حرمتیوں کو نظر انداز کر سکتی تھیں لیکن نہیں کیا۔ آج کے اس پُر آشوب دور میں پوری دنیا میں جاہلیت کا دور دورہ ہے، جاہلیت سے مراد: ان پڑھ ہونا نہیں ہے بلکہ بے دین ہونا ہے، ہدایت سے دور ہونے کو جاہلیت کہتے ہیں۔ اس جاہلیت کی فضا میں اگر کوئی کامیابی حاصل ہونی ہے تو اس کامیابی کی امید کی کرن کسی خاتون کے وجود سے ہی ظاہر ہوگی یعنی ایک ماں سے ہی ظاہر ہوگی اور وہ اپنے دور کی جنابِ خدیجہ، مادرِ موسیٰ اور جنابِ مریم بنے گی۔

اُمُّ الکتاب

''ام الکتاب'' قرآن کریم کا عنوان ہے کہ یہ بھی خواتین کے لیے ہے، خداوند تبارک وتعالیٰ کی توفیق اور لطف وکرم سے پاکستان جیسے معاشرے میں ایک ایسا ادارہ کہ جس کو ام الکتاب کا نام دیا گیا ہے، درحقیقت پاکستان میں خواتین کے پاس یہ نعمت رشد اور ارتقا کی طرف پہلا قدم ہے، ایک ایسے ملک میں کہ جہاں پر ہر رنگ میں خواتین کی بے حرمتی ہوتی ہے، کبھی انہیں تجارت کا ذریعہ بنا کر، کبھی اقتصادی مقاصد کے لیے استعمال کر کے، کبھی انہیں غیر اخلاقی میدانوں میں اور کبھی انہیں سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

مقامِ خاتون، خواتین نے خود آگاہی اور شعور کے ذریعے سے حاصل کرنا ہے یعنی یوں نہیں کہ اس معاشرے کے اندر فقط خاتون کا احترام کرنا ہے، جس طرح (این جی اوز) کا طریقہ ہے کہ دین کے مقابلے میں پورا گروہ و پورا لشکر بنایا ہوا ہے، جس کی وجہ سے لوگوں کی توجہ دین سے ہٹ کر رفاہ وفلاح اور مادی دنیا کی طرف چلی جاتی ہے، جن امور کی انجام دہی کے لیے (این جی اوز) آ کر اکساتی ہیں کہ لوگ پھر ان امور کو دینی امور پر ترجیح دیتے ہیں کہ احکامِ دین اہم اور واجب نہیں ہیں بلکہ رفاہی اور فلاحی کام واجب ہیں کہ یہ درست نہیں ہے جبکہ دینی ترجیحات، دین کی طرف سے واجب ہیں اور جو ترجیحات دین میں واجب ہیں وہ دنیا کے کسی بھی نظام میں واجب نہیں ہیں!

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ (۱)

علم کا طلب کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

طلب علم واجب فریضہ ہے جبکہ اسے ترک کرنا گناہ ہے مثال کے طور پر جس طرح نماز واجب ہے اور ترک کرنا گناہ ہے، اسی طرح طلبِ علم بھی واجب فریضہ ہے اور اس کا ترک کرنا معصیت وگناہ ہے۔ انہی (این جی اوز) کے ذریعے عورتوں کے حقوق معین کیے جاتے ہیں کہ کونسے حقوق ایسے ہیں جو عورتوں کو خاندانی

(۱) اصولِ کافی: ج ۱، ص ۳۰

اور قومی، دینی روایات اور دینی راہوں کا باغی بنا سکتے ہیں۔ اس وقت یہ کام عورتوں کے نام نہاد مدافعین اور فعال لوگ کر رہے ہیں جبکہ سب سے زیادہ عورتوں کے حقوق اور احترام کا نظام اللہ نے دین اسلام میں مقرر فرمایا ہے، اگر خواتین، احترام، حقوق، تحفظ حاصل کرنا اور کسی مقام پہ پہنچنا چاہتی ہیں تو خواتین کو چاہیے کہ سب سے پہلے دین اسلام کو زندہ کریں۔

دنیا، آخرت کی کھیتی

دین نے جو کچھ ہمیں دیا ہے وہ صرف قبر کے بعد کیلئے نہیں ہے بلکہ قبر سے پہلے جو ساٹھ ستر سالہ زندگی گزارنی ہے اس کیلئے بھی ہے۔ آج ہمارے تمام امور، دین کے مطابق نہیں ہیں بلکہ حکومت، ریاست اور رسوم و رواج کے مطابق ہیں، پس دنیا میں رسم و رواج کے مطابق، آباؤ اجداد کے مطابق اور جو ملک کے اندر رائج تہذیب ہے اس کے مطابق جینا ہے کیونکہ دین تو قبر کے بعد شروع ہوگا، اگر دنیا میں کوئی دینی کام کیا تو قبر کے بعد اس کا اکاؤنٹ کھل جائے گا اور ہمیں کریڈٹ آنا شروع ہو جائے گا یہ دین و دنیا اور آخرت کی غلط تفسیر ہے، دین کے مطابق، دنیا اور آخرت کا یہ تصور نہیں ہے، اس تصور کو ذہن سے نکال دیں کیونکہ دین، آپ کی دنیا کو بنانے کے لیے آیا ہے اور آخرت اس دنیا کی کھیتی کا ثمرہ ہے اور دین اسی کھیتی کو بنانے کیلئے آیا ہے۔ اگر ایک انسان کھیت سے نکل کر خانقاہ میں اس امید کے ساتھ بیٹھ جائے کہ خانقاہ میں بغیر محنت کیسے کھیت آباد ہو جائیں گے تو اس ذہنیت کے ساتھ بیٹھنا انسان کے لیے بے فائدہ اور بے سود ہے۔

اس دنیا میں ولادت سے لے کر موت تک درمیان کی جو زندگی ہے وہ انسان کے لیے کھیت کی مانند ہے، اسی کے بارے میں تاکید کی گئی ہے کہ اس کو آباد کرو، اگر اس کو آباد کر لیا تو اب جو فصل اس میں اُگے گی، اُسی فصل کا نام آخرت ہے اور اس فصل کا ثمر جنت کی نعمتیں ہیں۔ اس دنیا میں رہ کر نمازیں پڑھو، روزے رکھو، زیادہ سے زیادہ نیک اعمال انجام دو کیونکہ آخرت میں جنت ملے گی، اب جنت میں سب سے عظیم نعمت کون سی ہے؟ حوریں، جو مردوں کو ملیں گی، عورتیں کیا کریں گی؟ یہاں سب خاموش ہو جاتے ہیں اور ٹال مٹول کر کے

گزر جاتے ہیں درحالیکہ حوریں مردوں کیلئے بھی ہیں اور عورتوں کیلئے بھی لیکن حور کا مطلب وہ نہیں ہے جو مردوں کے ذہن میں بیٹھا ہوا ہے۔ متعدد آیات اور روایات میں حوروں کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے، حوریں آپ کے عمل کے تجسم کا نام ہے، عمل صالح مرد انجام دے یا عورت انجام دے، قرآنِ کریم فرماتا ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱)

جو شخص بھی نیک عمل کرے گا وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہو تو ہم اسے پاکیزہ حیات عطا کریں گے اور انہیں ان اعمال سے بہتر جزا دیں گے جو وہ زندگی میں انجام دے رہے تھے۔

امام صادق علیہ السلام کی روایت کے مطابق کہ جب انسان قبر میں جاتا ہے تو مختلف قسم کی مخلوقات اس کو گھیر لیتی ہیں اور سب سے حسین ترین صورت آگے بڑھ کر سلام کرتی ہے۔

اب مومن ہو یا مومنہ وہ اپنی خیرہ آنکھوں سے اُسے دیکھ رہے ہوں گے اور پھر پوچھیں گے تم کون ہو؟

جواب ملے گا پہچانا نہیں؟ کہیں گے نہیں۔

سب سے حسین ترین صورت پکارے گی میں تیری نماز ہوں، تیرے عمل کی وجہ سے میں خوبصورت بنی ہوں۔

اس کے بعد دوسری صورت آئے گی وہ سلام کرے گی، پوچھیں گے تم کون ہو؟ وہ کہے گی میں تمہارا روزہ ہوں۔

اسی طرح ایک اور عمل خوبصورت شکل میں آ کے کہے گا کہ میں تیرا عمل ہوں، یہ خوبصورتی اور یہ حسن تیرا ہی پیدا کردہ ہے۔

اس میں عورت اور مرد کا کوئی فرق نہیں، آپکا عمل کھیتی ہے اور دین، دنیا کے لیے ہی آیا ہے، دین یہاں سے ہی شروع ہوگا اور یہاں اس دنیا میں ہی ختم ہو جائے گا، یہاں اس دنیا سے مراد یعنی یہی گھریلو زندگی،

(۱) سورۃ النحل، آیت: ۹۷

انفرادی زندگی، تعلیم، دکان، کاروبار، بچے، اولاد، پرورش، تربیت اور فرائض یہ سب کے سب اس دنیا میں کھیتی ہیں، اسی کو آباد کرنا ہے، انہی کو بنانا شروع کریں، اس کھیتی کو دین کے سپرد کرو، زندگی دین کے سپرد کرو اور اپنے ہاتھوں، اپنی طاقت اور بازؤوں سے اپنی کھیتی کو آباد کرو!

ام الکتاب مرکزِ نسائے اسلام

ام الکتاب خواتین کا مرکز ہے اور خواتین ہی اس کی نمائندگی کر رہی ہیں۔ خواتین کی پرورش، آگاہی اور شعور بیدار کرنے کے لیے کہ جس طرح مادرِ موسیٰ سلام اللہ علیہا و فرزندِ مریم علیہ السلام نے ظلم کا خاتمہ کیا اور پھر ایک خاتون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انقلاب کی بنیاد رکھی اور پھر اللہ نے وہ کوثرِ عظیم عطا کی کہ جس نے ولایت و امامت کی بنیاد رکھی، اب یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا، اس کی تکمیل ذریت زہراء سلام اللہ علیہا نے کرنی ہے اور اس دنیا کا نقشہ بدلنا ہے کہ ان شاء اللہ پاکستان کا نقشہ خواتین کے ہاتھوں سے ہی بدلے گا جبکہ اس وقت خواتین حاشیے میں ہیں، خواتین کو نظر انداز کر دیا گیا ہے، حاشیے میں ڈال دیا گیا ہے، ابھی خواتین زندگی کے ہر شعبے میں حاشیے میں ہیں۔

"حاشیہ" یعنی جب کسی شہر میں روڈ بناتے ہیں تو ساتھ پیدل چلنے والوں کے لیے ایک فٹ پاتھ بھی بنایا جاتا ہے، اب روڈ پہ گاڑیاں چلتی ہیں جبکہ پیدل چلنے والے فٹ پاتھ استعمال کرتے ہیں، اسی طرح خواتین ہر نظام کے فٹ پاتھ پر چلتی ہیں، انہیں مین روڈ اور مین شاہراہ پر آنے ہی نہیں دیا جاتا جبکہ خداوند تبارک و تعالیٰ نے مومن مرد اور عورت "ذَکَرٍ وَ اُنثیٰ" دونوں کو صراطِ مستقیم کے لیے پیدا کیا ہے، اصل راہ کے لیے پیدا کیا ہے، درحقیقت یہ شعور ہی ان کی اصل ذمہ داری بنتی ہے۔

شعور کے میادین

۱۔ خودسازی:

خواتین پہلے قدم کے طور پر دین کی مین شاہراہ، صراط کے درمیان آجائیں، میدانِ دین کے اندر

آجائیں، دین کے حاشیے اور فٹ پاتھ پر زندگی مت گزاریں بلکہ دین کے میدان میں آجائیں۔خواتین کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنی دینی شخصیت بنائیں اور اپنے اندر شعور و بیداری پیدا کریں، اپنی خودی کو تشکیل دیں!

۲۔فرائض اور ذمہ داریاں:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو انفرادی، اجتماعی، دینی زندگی کے پہلوؤں میں ذمہ داری عائد کی ہے، انہی ذمہ داریوں کی شناخت کے لئے ایک عظیم درس گاہ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے کہ جس کا نام ''ام الکتاب'' تجویز کیا گیا جو کہ اسلامی نظامِ تعلیم کا مرکز ہے۔

ام الکتاب وہ روایتی درسگاہ نہیں ہے کہ یہاں ہر سال کچھ خواتین آئیں اور روایتی دروس پڑھ کر فارغ التحصیل ہو کر چلے جائیں کیونکہ باقی مدارس میں رائج تعلیم دی جاتی ہے کہ کس طرح فٹ پاتھ پر چلنا ہے، انہیں مین شاہراہ پر ڈرائیونگ کا طریقہ نہیں بتاتے کہ تم نے میدان میں اترنا بھی ہے یا نہیں؟ خواتین کے لیے دینی تعلیم کا کورس یہ ہوتا ہے کہ بے دین گھرانے میں چھپ کے نماز کیسے پڑھنی ہے؟ فاسد و فاسق شوہر کے ساتھ کیسے زندگی گزارنی ہے؟ محرومیتوں پر آنسو کیسے بہانے ہیں اور سسرال کے ظلم و ستم کیسے برداشت کرنے ہیں؟ ہر جگہ یہی دینی تعلیم دی جاتی ہے کہ چونکہ تم عورت ہو لہٰذا ہر مسئلے میں خاموشی اختیار کیا کرو، دین کی کوئی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوتی، آپ کا کام فقط کچن سنبھالنا ہے، اگر کوئی آپ کے ساتھ زیادتی کرے تو سائیڈ پر جا کر رولیا کرو! کیوں؟ کیا دین یہی تعلیم دیتا ہے؟ عورت کو فقط رونے کے لیے پیدا کیا ہے؟ محرومیت کے لیے پیدا کیا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جتنی نفاست، ظرافت اور احساسات خواتین کو عطا کیے ہیں وہ مردوں کو عطا نہیں کیے لہٰذا خواتین کے پاس یہ بہت بڑی توانائی ہے، اس کے لیے خواتین اپنے آپ کو آمادہ کریں تاکہ اپنی توانائیوں کے ذریعے سے دین کی سرحدوں کی حفاظت کرسکیں۔

شعور کے میدان

خواتین کی طاقت

خواتین اگر ہمت کریں تو بہت زیادہ کام کرسکتی ہیں جیسے ہسپتال، یونیورسٹیاں، بنگلے کوٹھیاں یہ سب خواتین نے بنوائے ہیں، اگر ان کے اپنے پاس اتنا پیسہ نہ ہو تو اپنے شوہر سے بنوالیتی ہیں، پاکستان میں جتنے بڑے ڈی۔ایچ۔اے (D.H.A) بنے ہیں یہ سارے خواتین نے بنوائے ہیں، خواتین کی یہ ڈیمانڈ ہوتی ہے کہ ہمیں اس طرح کا گھر چاہئیں، فلاں سوسائٹی میں رہنا ہے، اگر خواتین مردوں سے یہ کام کرواسکتی ہیں تو یہی خواتین مردوں سے دین کی راہ میں بھی بڑے سے بڑا کام کرواسکتی ہیں۔

زہیر، امام حسین علیہ السلام کے نظریاتی مخالفین میں سے تھے، نظریاتی مخالف یعنی خلفاء کے معتقد اور پیروکار تھے، ان کا نظریہ تھا کہ خلیفۂ سوم کو جن افراد نے قتل کیا ہے وہ امیرالمؤمنین علیہ السلام کے ساتھی تھے لہٰذا امام علیہ السلام کے بارے میں بدگمان تھے، اسی وجہ سے امام علیہ السلام کے بلانے پر ملنے نہیں آرہے تھے، کہا میں معذور ہوں، میری طرف سے معذرت کردینا۔

زوجۂ زہیر سن رہی تھی، وہ اٹھ کر سامنے آگئی اور زہیر کو ہدایت دی، کہا زہیر! بیشک تم انکی بات نہ ماننا، انکار کردینا، ملنے میں یعنی ملاقات کرنے میں کیا حرج ہے؟ یہ تو نامردی ہے، زہیر یہ آپ کے شایانِ شان نہیں ہے، آپ ایک بار جا کر سنو تو سہی کہ امام کیا کہتے ہیں؟ اگر بات پسند نہ آئے تو بے شک انکار کردینا۔

زہیر، زوجہ کے کہنے پر بے دلی کے ساتھ چلے گئے جبکہ جانے کو دل نہیں کررہا تھا، مجبوراً امام علیہ السلام کی خدمت میں چلے گئے، چند لمحے امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کی، جب واپس پلٹے تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اپنا سامان علیحدہ کرو اور میرا سامان علیحدہ کرو چونکہ مجھے میری منزل مل گئی ہے۔

پس اگر خواتین بیداری اور شعور کا ثبوت دیں تو پوری قوم کی تقدیر بدل سکتی ہیں۔ باشعور و بیدار خواتین اس ملک کی تقدیر اپنے ہاتھوں سے بنائیں، اس ملک کے اندر بنیادیں قائم کریں، تعلیمی ادارے، تربیت گاہیں قائم کریں، خواتین یہ کام اپنے مردوں سے بھی کرواسکتی ہیں، دین کی راہ میں نکلیں اور امت کی نجات کے در کھولیں کیونکہ خدا نے قرآن میں جو وعدے دیئے ہیں ان کو پورا بھی کیا ہے۔ خواتین کو

چاہیے کہ وہ یہ شرف خود حاصل کریں، حاشیے میں آ کر زندگی گزارنا پسند نہ کریں بلکہ میدانِ دین میں آ کر اپنی شخصیت واپنی حیثیت کو ثابت کریں۔

خواتین کا شرعی فریضہ

امام حسین علیہ السلام جب مدینہ سے روانہ ہوئے تو یہ اعلان کیا کہ میں جارہا ہوں، حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو نہیں کہا کہ آپ میرے ساتھ چلو بلکہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے خود سے کہا کہ میں نے بھی ساتھ جانا ہے۔

امامؑ نے فرمایا اپنے شوہر عبداللہ ابن جعفر سے اجازت لے لیں، اگر وہ اجازت دیتے ہیں تو آپ آجائیں۔

بی بیؑ نے جنابِ عبداللہ سے اجازت مانگی تو انہوں نے آپ کو ساتھ جانے کی اجازت دے دی، اُس کے بعد حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا بھی آ کر لشکرِ امامؑ میں شامل ہوگئیں۔

اگر بیٹھ کر رونا ہی فریضہ ہوتا تو آپ سلام اللہ علیہا اپنے گھر میں بھی بیٹھ کر رو سکتی تھیں۔ میدان کے فٹ پاتھ پر بیٹھ کر رونا دین نہیں ہے بلکہ بھائی کے ساتھ میدان میں اترنا دین ہے۔ اگر امام حسین علیہ السلام پر دین کی ذمہ داری تھی تو حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے بھی یہ احساس کیا کہ مجھ پر بھی یہ ذمہ داری ہے چونکہ زہراء سلام اللہ علیہا کی بیٹی ہوں، فاطمہ سلام اللہ علیہا کی لختِ جگر ہوں لہٰذا مجھ پر بھی دین کی ذمہ داری ہے۔ یوں نہیں کہ امام حسین علیہ السلام اور ان کے ہمراہ جو مرد حضرات تھے فقط انہی کی یہ ذمہ داری تھی بلکہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے امام حسین علیہ السلام کے اس مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا حتیٰ جب امام حسین علیہ السلام اپنی اس نہضت میں خواتین کو شامل کیا تو امامؑ کے اپنے بھائی محمد ابن حنفیہ نے منع کیا کہ خواتین کو ساتھ لے کر نہ جائیں، ان کے علاوہ بہت ساروں نے روکا لیکن امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ خواتین کے بغیر دین کا راستہ نامکمل ہے یعنی ان کے بغیر دین کی بقاء ناممکن ہے اور پھر ایسا ہی ہوا، درحقیقت خواتین نے ہی مقصدِ کربلا اور مقصدِ امام حسین علیہ السلام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا، آج اگر اسلام زندہ ہے تو وہ انہی خواتین کا ہی رہین منت ہے لہٰذا آج کی خواتین کا فریضہ حاشیے میں بیٹھ کر، ایک سائیڈ پہ بیٹھ کر حضرت

زینب سلام اللہ علیہا کے مصائب سن فقط گریہ کرنا اور فقط ثواب حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ امام بارگاہ میں مجلسِ عزاء میں شریک ہو کر حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے مصائب سن کر، اُن کی سیرت پر چلتے ہوئے اپنی شرعی ذمہ داری سمجھتے ہوئے میدانِ عمل میں اترنا ہے اور دین خدا کو زندہ کرنا ہے اور پھر تا وقتِ آخر اس دین کی حفاظت کرنی ہے۔

اسی طرح سے حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کا کام فقط علی علیہ السلام کی تنہائی پر گریہ کرنا نہیں تھا جبکہ بی بی گھر میں بیٹھ کر رو سکتی تھی لیکن ایسا نہیں کیا، حضرت زہراء سلام اللہ علیہا یہ بتانے کیلئے میدانِ عمل میں آئیں کہ جب دین اسلام کو زندہ کرنے وقت آجائے اور اگر مرد نہ آئیں یعنی کسی بھی وجہ سے مردوں کیلئے میدان میں آنا دشوار ہو جائے تو پھر ان کی جگہ پر خواتین اپنا فریضۂ شرعی سمجھتے ہوئے دین کی نصرت کے لیے میدان میں آئیں۔

وہ میدان جو اللہ نے آپ کیلئے مقرر کیا ہے اُس میدان میں آپ ہی نے اترنا ہے چونکہ کچھ کام ایسے ہیں جو فقط آپ نے ہی کرنے ہیں وہ مردوں سے نہیں ہو سکتے جبکہ خواتین میں اتنی ہمت ہوتی ہے کہ وہ ان کاموں کو بخوبی انجام دے سکتی ہیں چونکہ اگر خواتین میدان خالی کروا سکتی ہیں تو میدان بھر بھی سکتی ہیں۔ آپ نے بارہا یہ واقعہ سنا ہوگا کہ جب حضرت مسلم ابن عقیل علیہ السلام نے قیام کیا تو اُس وقت اٹھارہ ہزار کوفی شمشیر بکف حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کے ساتھ عبید اللہ ابن زیاد کے خلاف نکلے، جب دارالامارہ کے سامنے آئے تو عین وقت پر ان کوفیوں کی عورتیں آئیں اور ایک ایک مرد کا ہاتھ پکڑ کر لے گئیں، اُس کے بعد جناب مسلم ابن عقیل علیہ السلام انہی کوفی عورتوں کی مداخلت کی وجہ سے تنہا رہ گئے۔

اب خواتین کے دونوں قسم کے کردار ہیں یعنی اگر عورتیں حاشیے میں چلی جائیں تو مردوں کو بھی حاشیے میں لے جاتی ہیں اور اگر عورتیں میدان میں آجائیں تو مردوں کو بھی اپنے ساتھ میدان میں لے آتی ہیں۔ آج کی خواتین نے یہی سیرت سیکھنی اور پھر اس کے بعد اپنانی ہے اور اپنے زمانے کی باشعور و بیدار خواتین ہونے کا عملی ثبوت پیش کرنا ہے!

تاریخِ اسلام میں قوموں کے عروج و زوال میں خواتین کا بہت اہم کردار رہا ہے اور ہر زمانے میں باشعور خواتین نے اپنا ایک کردار ادا کیا ہے جیسے جاہلیت اور غلامی کے زمانے میں باشعور خواتین کا بہت

بڑا کردار ہے، اسی طرح بنوامیہ کے ظلم وستم کے خلاف قیام کرنے والی باشعور خواتین ہیں۔آج کی خواتین نے بھی اپنی تقدیر خود بدلنی ہے بلکہ اپنی تقدیر بدلنے کے ساتھ ساتھ اس دین وامت کی بھی تقدیر بدلنی ہے۔یہاں (ام الکتاب میں) جوآپ کے لیے اتنا بڑا اہتمام کیا گیا ہے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے چند مومنین اور خواتین کو یہ توفیق دی ہے کہ انہوں نے یہ عظیم اہتمام کیا، اب یہ شعور و بیداری کی طرف پہلا قدم ہے، اس کے بعد آپ نے اسی شعور و بیداری کے پیغام کو پورے پاکستان میں پھیلانا ہے۔

ان شاء اللہ! یہ (جامعہ ام الکتاب) نہ صرف ایک دینی تعلیم کا ادارہ بنے گا بلکہ اس کے اندر خواتین کو ہر طرح کی تعلیم دی جائے گی جو کہ خواتین کیلئے ضروری ہے یعنی خواتین کے لیے ایسی درسگاہ کا اہتمام ہونا چاہیے کہ جس سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد عورتیں اپنا گھر بھی چلا سکیں، میدانِ دین بھی سنبھال لیں، اپنے لیے لیڈیز ہسپتال بنا سکیں حتیٰ اپنے لیے الگ سے یونیورسٹیاں بنا کر پھر خود اُن کو چلا سکیں، عورتوں کو اپنا ہر میدان خود سنبھالنا چاہیے۔مردوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کالج یونیورسٹیوں میں آکر عورتوں کو تعلیم دیں یا عورتوں کے ہسپتال میں آکر راؤنڈ لگائیں۔

عورتوں کے کسی بھی شعبے میں مردوں کی آمدورفت نہیں ہونی چاہیے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے خواتین کو جب ہر کام کرنے کی صلاحیت عطا کی ہے تو پھر خواتین خود ہر شعبے کو کیوں نہیں سنبھالتیں اور کون سا ایسا علمی مقام ہے کہ جہاں خواتین اپنے آپ کو نہیں پہنچا سکتیں؟ آپ اعلیٰ ترین پروفیسر بن سکتی ہیں، آپ اعلیٰ ترین رائیٹر بن سکتی ہیں، آپ اعلیٰ ترین ریسرچر بن سکتی ہیں، آپ ہر شعبے میں اعلیٰ ترین مقامات تک جا سکتی ہیں اور آپ کو جانا بھی چاہیے! ہر کام کے بارے میں استخارے نہ نکالیں بلکہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا سے توسل کریں اور یہ تجربہ شدہ بات ہے، بزرگوں کا بھی تجربہ ہے اور اس طالب علم کا اپنا بھی تجربہ ہے کہ آپ سب کا بھی تجربہ ہوگا کہ جب بھی حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کو وسیلہ قرار دے کر خدا سے حاجت طلب کی جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے توسل کو کبھی بھی اپنی بارگاہ میں رد نہیں کرتا یعنی حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے توسل سے جو بھی خدا سے طلب کریں، خدا وہ عطا کر دیتا ہے۔

فہرستیں

فہرستِ آیات

	آیت	صفحہ
سورۂ طٰہٰ		
اِذْرَاٰنَارًافَقَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْااِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا	۱۰	178
سورۂ نور		
اَلْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثَاتِ	۲۶	152,156
سورۂ قصص		
طٰسٓمٓ تِلْکَ آیَاتُ الْکِتَابِ الْمُبِیْنِ نَتْلُوا عَلَیْکَ......	۴-۱	256
وَنُرِیْدُ أَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوا فِیْ الْأَرْضِ......	۶-۵	257
وَأَوْحَیْنَا إِلَی أُمِّ مُوسَی أَنْ أَرْضِعِیْہِ فَإِذَا خِفْتِ......	۰۷	258
سورۂ احزاب		
لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃ	۲۱	18,87
سورۂ زمر		
وَمَاقَدَرُوااللّٰہَ حَقَّ قَدْرِ	۶۷	22
سورۂ محمد		
اِنَّمَاالْحَیٰوۃُ الدُّنْیَالَعِبٌ وَّلَھْو	۳۶	80

فہرستِ روایات

صفحہ

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت امام علی علیہ السلام

صفحہ

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا

حضرت امام حسین علیہ السلام

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

صفحه

امام زمانه (عج)

حضرت زینب سلام اللہ علیہا

فہرستِ اشعار

(اردواشعار)

(فارسی اشعار)

صفحہ

علامہ اقبالؒ:

صفحه

26 جوهر صدق و صفا از امهات
مزرع تسلیم را حاصل بتول
مادران را اسوۂ کامل بتول
بهر محتاجی دلش آنگونه سوخت
با یهودی چادر خود را فروخت
نوری و هم آتشی فرمانبرش
گم رضایش در رضای شوهرش
آن ادب پروردۂ صبر و رضا
آسیا گردان و لب قرآن سرا
گریه های او ز بالین بی نیاز
گوهر افشاندی بدامان نماز
اشک او بر چید جبریل از زمین
همچو شبنم ریخت بر عرش برین
رشتۂ آئین حق زنجیر پاست
پاس فرمان جناب مصطفی است
ورنه گرد تربتش گردیدمی
سجده ها بر خاک او پاشیدمی

(فصل اول: فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا اسوہ کاملہ)

فہرستِ منابع ومآخذ

❖القرآن الكريم

❖نہج البلاغہ

❖اصول الکافی-ثقۃ الاسلام ابی جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق الکلینی ؒ، المتوفی:سنۃ ۳۲۸ھ

❖اقبال الاعمال

❖الإحتجاج علی أھل اللجاج (للطبرسي)

❖الامام الخمینی علیہ الرحمۃ... الفکر والثورۃ

❖المُعْجَمُ الکبیر-ابو القاسم الطبراني، المتوفی:۳۶۰ھ

❖الملھوف علی قتلی الطفوف-علی بن موسیٰ بن جعفر بن طاووس علیہ الرحمۃ، المتوفی:سنۃ ۶۶۴ھ

❖استیعاب في معرفۃ الأصحاب صحابہ کرام رضی اللہ عنھم-ابن عبد البر (368ھ-463ھ)

❖بانگ درا-علامہ اقبال علیہ الرحمۃ

❖بحار الانوار-الشیخ العلامہ محمد باقر المجلسی علیہ الرحمۃ

❖خطبۂ فدکیہ، حضرت زہراء سلام اللہ علیہا

❖زندگی نامہ حضرت فاطمہ علیہا السلام

❖شرح نہج البلاغۃ-ابن ابي الحدید

❖کلیات اقبال علیہ الرحمۃ

❖کشف الغمۃ-العلامۃ المحقق أبي الحسن علي بن عیسی بن أبي الفتح الاربلي علیہ الرحمۃ

❖عیون اخبار الرضا علیہ السلام-الشیخ الصدوق علیہ الرحمۃ

❖غُرَرُ الحِکم و دُرَرُ الکلِم-الشیخ عبد الواحد بن محمد التمیمي الآمدي، المتوفی سنۃ 510ھ

❖المحاسن-ابو جعفر احمدبن محمدبن خالدبَرقی (متوفی 274ھ)

❖مثنوی معنوی-مولاناروم

❖مستدرك الوسائل ومستنبط المسائل-میرزا حسین النوری الطبرسی علیہ الرحمہ

❖مفاتیح الجنان

❖مفاهیم القرآن-الاستاد جعفر السبحانی

❖مَناقِبُ آل أبي طالب، الشهير بالمناقب من مصنفات العالم الإمامي محمد بن علي ابن شهر آشوب المتوفی سنة 588ھ

❖معاني الأخبار کتاب روائي، من تأليف الشيخ الصدوق (305ـ381ھ)

❖وسائل الشیعة-الشیخ محمد بن الحسن الحُر العاملی علیہ الرحمہ المتوفی: سنَة ۱۱۰۴ھ